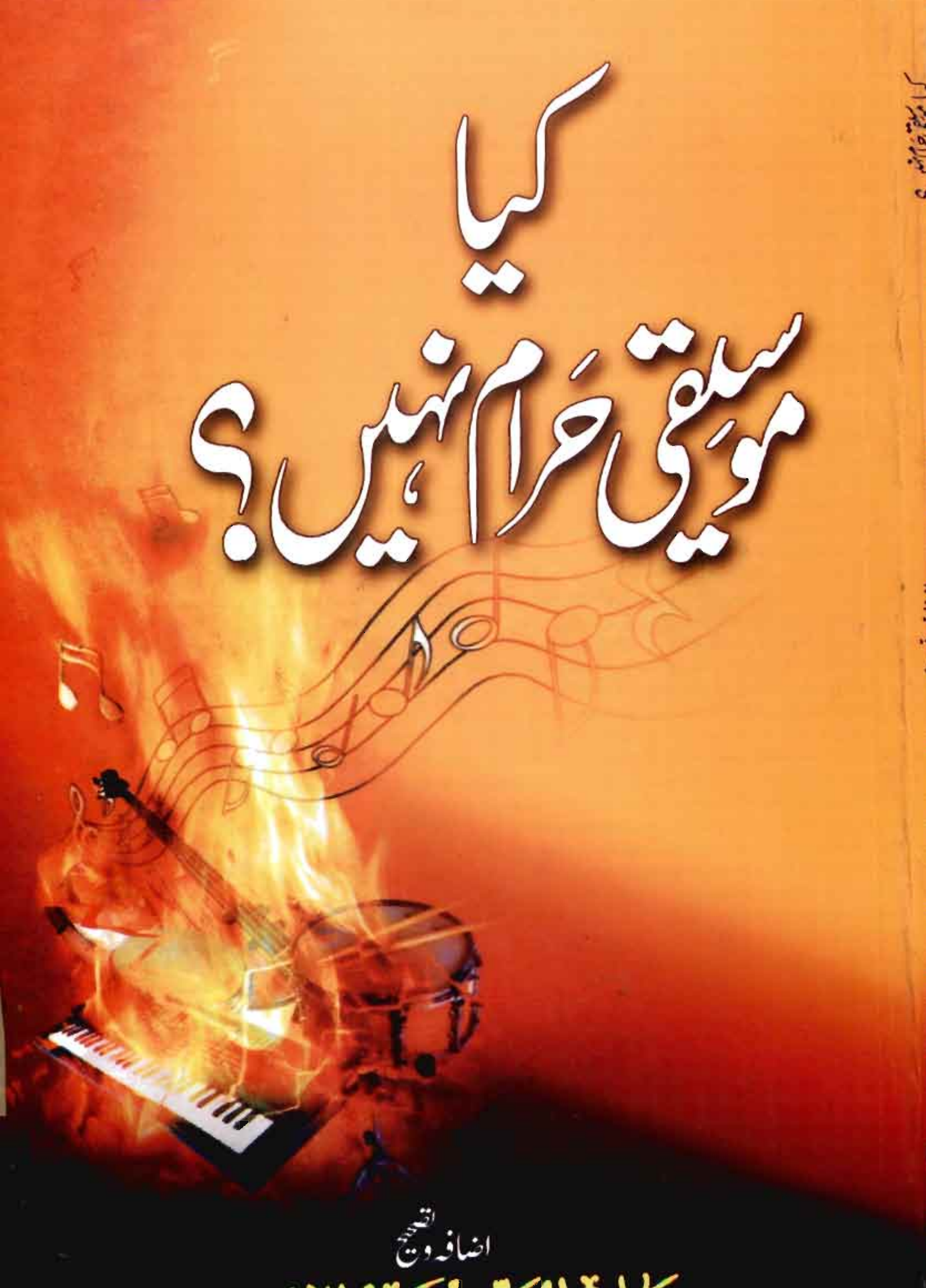


اضافہ و تصحیح

حافظ مبشر حسین لاہوری

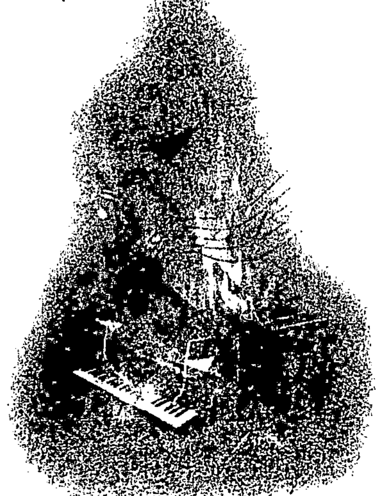
لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ (بخاری ۵۵۹۰)

میری امت میں ایسے بدبخت پیدا ہونگے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے باجے حلال کریں گے (حدیث)

موسیقی حرام نہیں؟

تحقیق وافادات

محدث العصر شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ



اضافہ و تقدیم

حافظ مبشر حسین لاہوری حفظہ اللہ

ترجمہ و ترتیب

مولانا محمد جمیل اختر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

نام کتاب	:	موسیقی حرام نہیں؟
مصنف	:	حافظ مبشر حسین
ناشر	:	اریب پبلیکیشنز
صفحات	:	176
سن اشاعت	:	2012
قیمت	:	80/-

MAUSEQI HARAM NAHI?
Hafiz Mubashshar Husain

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23284740، 23282550، 43549461

فہرست مضامین

- عرض ناشر 7

باب[1] گانے بجانے کی حرمت پر مشتمل صحیح احادیث 13

- حرمت موسیقی کی پہلی حدیث 13
- حرمت موسیقی کی دوسری حدیث 13
- تیسری حدیث 15
- چوتھی حدیث 16
- پانچویں حدیث 17
- چھٹی حدیث 17
- ساتویں حدیث 20

باب[2] ہر آلۂ موسیقی حرام ہے! 21

- پہلا نکتہ 22
- دوسرا نکتہ 24
- تیسرا نکتہ 24

باب[3] موسیقی اور علمائے سلف کا نقطۂ نظر 29

- حاصل بحث 38

باب[4] موسیقی کو جائز سمجھنے والوں کے شبہات 39

- ابن حزم کی پہلی دلیل اور اس کا رد 39

- (۱)......ابو طیب الطبرانیؒ کی رائے 44
- (۲)......شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی رائے 45
- (۳)......حافظ ابن قیمؒ کی رائے 45
- (۴)......حافظ ابن حجرؒ کی رائے 45
- ابن حزمؒ کی دوسری دلیل اور اس کا رد 46
- کچھ ضمنی بحث 52

باب[5] میوزک کے بغیر گانا گانے کی شرعی حیثیت ؟ 56

باب[6] گانے بجانے (موسیقی) سے کیوں منع کیا گیا ہے 65

- آلات موسیقی اور گانا گانے کی حرمت کی حکمت 65
- سلف صالحین سے مروی وہ روایات جو حرمت موسیقی کی حکمت بیان کرتی ہیں... 73
- پہلی روایت 73
- دوسری روایت 75
- ایک فائدۃ اور علمی نکتہ 76
- مزید نکات اور ملاحظات 82

باب[7] صوفیا کا رقص وسماع اور علمائے سلف 87

- شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور رقص وسماع (قوالی) 93
- قاضی ابوطیبؒ اور رقص وسماع (قوالی) 97
- امام طرطوشیؒ اور رقص وموسیقی (قوالی) 97
- امام قرطبیؒ اور رقص وموسیقی (قوالی) 98
- حافظ ابن صلاحؒ اور رقص وموسیقی 99
- امام شاطبیؒ اور رقص وموسیقی 99
- علامہ ابن قیمؒ اور رقص وموسیقی وقوالی 100

- علامہ آلوسیؒ اور رقص وموسیقی 102
- عز بن عبدالسلامؒ اور رقص وموسیقی 103
- اچھی نیت سے موسیقی سننا؟! 105

باب [8] موسیقی کو جائز سمجھنے والا غامدی گروہ اور ان کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ 107

- گانے (موسیقی) کی شرعی حیثیت؟ 110
- اجنبی عورت (یا فنکارہ اور گلوکارہ) سے گانا سننا؟ 111
- (۱)..... عید کے موقع پر پیشہ ور مغنیات کے گانے سننا؟ 112
- ہمارا تبصرہ و تجزیہ 114
- (۲)..... جشن کے موقع پر ''ماہر فن مغنیات'' کے گانے سننا؟ 118
- ہمارا تبصرہ 119
- عورتوں کے گیت گانے والی روایت کی حقیقت 120
- لونڈیوں کے گیت گانے والی روایت کی حقیقت 121
- بچیوں کے گیت گانے والی روایات 122
- شادی رخوشی کے موقع پر 'مغنیات' کا گانا بجانا 123
- لونڈی اور مغنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گانا سننے والی روایت کی حقیقت ... 127
- لفظ قینۃ کی تشریح، از روئے لغت 131
- کیا ماہر فن 'رقاصہ' کا رقص دیکھنا (معاذ اللہ) سنت ہے؟! 133
- رقص ثابت کرنے کی دوسری دلیل اور اس کا جائزہ 137
- کیا 'دف' کے علاوہ آلاتِ موسیقی کا استعمال جائز ہے؟ 141
- آلاتِ موسیقی کی حرمت والی روایات پر غامدیوں کے شبہات کا ازالہ 143
- حرمت آلاتِ موسیقی کی صحیح احادیث 144

- گھنٹی کی ممانعت سے متعلقہ صحیح احادیث اور غامدی حضرات کے شبہات...... 150
- پہلا شبہ اور اس کا جواب........ 151
- دوسرے شبہات اور ان کے جواب........ 152
- طبلے، سارنگی اور باجے کی حرمت سے متعلقہ روایات اور غامدیوں کے شبہات... 159
- بانسری کی حرمت سے متعلقہ روایات اور غامدی حضرات کے شبہات........ 163
- پہلا اعتراض اور اس کا جواب........ 163
- دوسرا اعتراض اور اس کا جواب........ 164
- تیسرا اعتراض اور اس کا جواب........ 164
- آلاتِ موسیقی کی حرمت سے متعلقہ دیگر صحیح احادیث........ 166
- کیا قرآنِ مجید 'گانے بجانے' کی حرمت پر خاموش ہے؟........ 169
- پہلی آیت........ 170
- غامدی حضرات کا نقطۂ نظر........ 170
- ہمارا تبصرہ........ 171
- دوسری آیت........ 172
- غامدی حضرات کا نقطۂ نظر........ 172
- ہمارا تبصرہ........ 173
- تیسری آیت........ 173
- غامدی حضرات کا نقطۂ نظر........ 173
- ہمارا تبصرہ........ 174
- چوتھی آیت........ 174
- غامدی حضرات کا نقطۂ نظر........ 174
- ہمارا تبصرہ........ 175



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جتنی چیزیں تخلیق کی ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی بے مقصد اور بلاضرورت نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض چیزیں مجموعی اعتبار سے انسان کے لیے مفید اور بعض مضر بھی ہیں۔ مضر چیزیں، ضروری نہیں کہ جسمانی صحت کے حوالے ہی سے مضر ہوں بلکہ ان کا ضرر اَخلاقی اور رُوحانی پہلوؤں پر مشتمل بھی ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی عافیت کے پیش نظر ہر اس چیز سے انسان کو منع کر دیا جو اس کے لیے دنیوی یا اُخروی اعتبار سے یا جسمانی اور اَخلاقی لحاظ سے باعثِ نقصان ہوسکتی تھی پھر اس ممانعت کے باوجود بہت ساری ممنوعہ چیزوں میں ظاہری اعتبار سے کشش اور لذت بھی پیدا کردی تاکہ انسان کا اچھی طرح امتحان لیا جاسکے کہ وہ احکام خداوندی پر کاربند رہتا ہے یا ممنوعہ چیزوں کی ظاہری کشش سے متاثر ہو کر اس کی نافرمانی کا مرتکب بنتا ہے۔

رقص وموسیقی اور ناچ گانے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ قریب قریب ہر انسانی معاشرے

میں کسی نہ کسی حیثیت سے اس کا وجود ملتا ہے۔ اکثر و بیشتر اسے لذت نفس اور مسرت و تفریح کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا۔ ہندو مت میں رقص و موسیقی کو مسرت و تفریح کے علاوہ ایک مذہبی حیثیت بھی حاصل رہی ہے۔ جدید تاریخ میں غیر مسلموں نے اسے فنونِ لطیفہ (Fine Arts) کا حصہ بنا کر نہایت اہمیت دے دی ہے۔ گویا ماضی کی طرح آج بھی رقص و موسیقی کو لطف اندوزی کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے لیے بحیثیت مسلمان اس بات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے کہ رقص و موسیقی کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ اگر تو اسلام اسے پسند کرتا، اس کا حکم دیتا یا رغبت دلاتا ہے تو صاف ظاہر ہے پھر اس سے لطف اندوز اور محظوظ ہونا جائز ہے اور اگر اسلام ان چیزوں کو شیطانی اور گمراہ کن امور میں شمار کرتا ہے تو پھر ان سے لطف اندوز ہونے کا ایک مسلمان کو سوچنا بھی نہیں چاہیے!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حسین قدرتی مناظر، خوبصورت ندی نالوں، جھیلوں، اور پرندوں کی چہکار وغیرہ سے نفس انسانی کو عجیب قسم کی راحت، مسرت اور لذت حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ نفس انسانی میں ذوق جمالیات کی حس مردہ نہ ہو چکی ہو۔ اسی طرح خوبصورت آواز میں گایا جانے والا نغمہ، سر اور تال پر ترتیب دیا جانے والا ترانہ اور صوتی آہنگ اور زیر و بم کی رعایت کے ساتھ بجنے والا میوزک (ساز) بھی انسان کے نفس میں لذت کا احساس بیدار کر دیتا ہے۔ بلکہ کچھ دیر کے لیے انسان اگر اس نغمے، ترانے اور میوزک کی طرف متوجہ ہو جائے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے جو انسان کو اس کے مقصد حیات سے غافل کر دے۔ اسی حکم کا اطلاق موسیقی پر بھی ہوتا ہے۔ موسیقی دراصل یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا اطلاق میوزک کے بغیر صرف 'گانے' پر بھی ہوتا ہے اور میوزک (ساز) پر بھی۔ گویا گانا تو مجرد گیت، یا 'اشعار' کو کہتے ہیں جب کہ موسیقی کے لفظ میں ان معانی کے علاوہ دو مفہوم اور بھی شامل ہیں:

(i) ایسا گانا جس کے ساتھ میوزک شامل ہو۔ (ii) یا ایسا میوزک جو گانے کے بغیر ہو۔

ہمارے ہاں لفظ موسیقی سے یہی دو مفہوم مراد لیے جاتے ہیں اور اسے 'گانے بجانے' کی اصطلاح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔کوئی گانا اگر فحشیہ، عشقیہ، کفریہ، شرکیہ الفاظ اور میوزک سے خالی ہو تو اسے چند حدود میں رہتے ہوئے گایا جاسکتا ہے، ایسے ہی گانوں کو دوسرے لفظوں میں گیت، نظم، ترانہ، وغیرہ کہا جاتا ہے۔لیکن ان گیتوں میں بھی اگر موسیقی یا مذکورہ بالا امور شامل ہو جائیں تو یہ بھی ناجائز ٹھہرتے ہیں۔جیسا کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ))

[صحیح بخاری : کتاب الأشربة ـ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر...... حدیث(۵۵۹۰)]

''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شرمگاہ (یعنی زنا)، ریشم، شراب اور سازوں (گاجوں، باجوں، آلات موسیقی وغیرہ) کو حلال کرلیں گے۔''

ظاہر ہے حلال اسی چیز کو کیا جاتا ہے جو فی نفسہ حرام ہو۔اس مستند حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ آلات موسیقی (میوزک، ساز) کا استعمال حرام ہے اور خیر القرون میں اسے حرام ہونے کی وجہ سے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جب کہ اب وہ زمانہ آچکا ہے کہ اسے نہ صرف یہ کہ نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ اسے حلال سمجھا جارہا ہے۔پھر میوزک کی نت نئی شکلوں نے ایک عجیب صورتحال کو جنم دیا ہے۔موبائل فون کی گھنٹیوں اور گھڑیوں میں میوزک والا آلارم ہر جگہ اور ہر وقت بجتا سنائی دیتا ہے، حتیٰ کہ مسجدوں میں 'میوزک' پہنچ گیا ہے۔نماز کے دوران (موبائل فون بند نہ کرنے کی وجہ سے) میوزک بج رہا ہوتا ہے۔اسے حرام کہنے والوں کی جیبوں اور گھروں میں صبح وشام میوزک بج رہا ہے!

یادرہے کہ ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء ومحدثین نے صحیح احادیث کی بنیاد پر موسیقی کو ہمیشہ حرام کہا ہے لیکن بعض لوگوں نے چند کمزور دلائل کی بنیاد پر موسیقی کے جواز پر اپنی آراء کا اظہار بھی کیا۔انہی میں سے ایک جعفر شاہ پھلواری صاحب بھی تھے جنہوں نے ''اسلام اور موسیقی''

کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس کتاب کو ادارہ ثقافت (کلب روڈ) لاہور نے شائع کیا۔ اس میں بعض کمزور دلائل کی بنیاد پر موسیقی کو جائز ثابت کرنے کے لیے بے جا کوشش کی گئی تھی۔ اس کے جواب میں کئی ایک اہل علم نے مقالات، کتابچے اور کتابیں تحریر کیں۔ پھر اس کے بعد حال ہی میں جاوید احمد غامدی نامی ایک صاحب جو ایک مخصوص فکر کے حامل ہیں، نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا اور اسے انہی دلائل کی بنیاد پر جائز قرار دیا جو ان سے پہلے پھلواری صاحب پیش فرما چکے تھے۔

غامدی صاحب کے خیالات کو ان کے شاگردوں نے مرتب کر کے ان کے رسالے 'اشراق' (مارچ ۲۰۰۴) میں خصوصی اشاعت کی حیثیت سے پیش کیا۔ ان کے پیش کردہ دلائل چونکہ وہی تھے جو پھلواری صاحب نے ان سے پہلے پیش کیے تھے اور پھلواری صاحب کی اہل علم پہلے ہی چونکہ خوب خبر لے چکے تھے اس لیے شاید غامدی صاحب کے نقطۂ نظر کی کمزوری واضح کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی مگر اس خصوصی اشاعت میں غامدی حضرات نے ایک تو بیشتر مقامات پر علمی امانت ودیانت کے منافی امور کا ارتکاب کر کے معنوی اور لغوی تحریف سے کام لیا جس کی سوچ ان سے پہلے کسی کو نہ آئی تھی، یا یوں کہیے جس کی جرأت ان سے پہلے کسی کو نہ ہوئی تھی اور دوم یہ کہ بعض کمزور دلائل کی بنیاد پر انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو رقص وموسیقی کا دلدادہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ معاذ اللہ!

یہ دو وجوہات تھیں کہ میں نے اپنے تمام مشاغل ترک کر کے ان کی خصوصی اشاعت کے خلاف ایک تفصیلی مضمون لکھا جو ہفت روزہ 'ایشیا' (لاہور) میں کئی اقساط میں شائع ہوا۔ بعض حضرات نے اسے بہت پسند کیا اور اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کی تجویز دی۔ میرا ارادہ تھا کہ اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب مرتب کروں اور اس میں موسیقی اور دیگر فنون لطیفہ اور ان سے متعلقہ تمام پہلوؤں کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لوں۔ یہ کام اپنے ابتدائی مراحل طے کر چکا ہے لیکن اپنی اہمیت کی وجہ سے کافی محنت اور وقت کا متقاضی ہے۔

دیگر مصروفیات کی وجہ سے اب یہ زیر تکمیل منصوبوں میں دھرا ہے، اللہ کرے اس کی تکمیل کی کوئی صورت جلد نکل آئے۔

موسیقی کے حوالے سے جب میں نے تفصیلی مطالعہ شروع کیا تو غامدی حضرات کی تردید برائے تردید کا خیال پیش نظر نہ تھا بلکہ اس موضوع پر غیر جانبدارانہ تحقیق مطلوب تھی۔ اس تحقیق کے لیے مطالعے کے دوران مختلف کتابیں میرے سامنے آئیں ان میں سے ایک کتاب شیخ ناصرالدین البانیؒ کی ''تحریم آلات الطرب'' بھی تھی۔ شیخ البانیؒ سے بعض فقہی مسائل میں اگرچہ بعض دیگر اہل علم کی طرح مجھے بھی اختلاف ہے لیکن حدیث کے حوالے سے ان کی خدمات کا میں اعتراف کرتا ہوں اور انہیں عصر حاضر کا محدث سمجھتا ہوں۔

شیخ البانیؒ نے اپنی کتاب میں موسیقی کی حرمت سے متعلقہ صحیح احادیث جمع کر دی ہیں اور ان احادیث پر جن لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں ان کا بھی بڑی خوبصورتی، حکمت اور قوی دلائل کے ساتھ جواب دیا ہے۔ بالخصوص امام ابن حزمؒ اور متاخرین میں سے وہ علمائے عرب جو موسیقی کو جائز کہتے ہیں، ان کے دلائل کی کمزوری تو شیخ نے خوب واضح فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں موسیقی کی حرمت کے حوالے سے علمائے سلف کی تحریروں سے بعض نادر اور قیمتی موتی بھی شیخ نے اپنی اس مختصر کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ اس میں بعض فنی نوعیت کی بحثیں بھی تھیں اور بعض مقامات پر احادیث کے مراجع کی طرف صرف اشارہ کیا گیا تھا۔

ہم نے اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ وتخریج، تہذیب وتصحیح اور حک واضافہ کر کے اور غامدیوں کے خلاف لکھی گئی اپنی تحریروں کو جمع کر کے قارئین کے لیے موسیقی وقوالی کے حوالے سے ایک مختصر مگر جامع اور انمول کتاب تیار کر دی ہے۔ شیخ البانیؒ کے افادات کو اردو دان طبقہ کے لیے سہل، مفید اور مستند انداز سے پیش کرنا نہایت مشکل کام تھا اور اس کے لیے جس علمی، فنی اور تحقیقی مہارت کی ضرورت تھی، اس کا اندازہ صرف اہل علم

ہی کرسکیں گے۔ اس مشکل، پیچیدہ اور کٹھن کام کو برادرم جمیل اختر نے نہایت خوبی سے انجام دیا اور میری مشاورت کے ساتھ اس کے ترجمہ و ترتیب، تخریج و تحقیق، تہذیب و تصحیح اور حک و اضافہ کے مراحل طے کیے ہیں۔

علاوہ ازیں فاضل مرتب نے بعض غیر ضروری تفصیلات اور فنی مباحث کو حذف کر دیا، اور جہاں جہاں عبارتیں غیر واضح یا نا تمام تھیں، انہیں واضح اور مکمل کر دیا۔ پھر بھی جہاں تشنگی تھی، وہاں حاشیے اور نوٹ کے ساتھ وہ خلا پر کر دیا۔ مترجم کی ترجمانی تو اس کتاب کے متعلقہ حصے میں نمایاں ہے البتہ اضافی امور، حواشی اور نوٹس کو بعض جگہ بریکٹوں کے درمیان اور بعض جگہ پیرے گراف کی شکل میں شامل کیا اور اس کے آخر میں مرتب کا اشارہ دے دیا ہے۔

اب اس کتاب کے بارے میں بلا خوفِ تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں حرمتِ موسیقی کے حوالے سے نہ صرف یہ کہ تمام صحیح احادیث جمع کر دی گئی ہیں بلکہ عرب و عجم اور مشرق و مغرب میں جن قدیم یا جدید علماء نے موسیقی کے جواز کے حوالے سے جو دلائل فراہم کیے اور شبہات پیدا کیے تھے ان سب دلائل کی کمزوری اور شبہات کا ازالہ بھی اگر کسی کتاب میں یکجا مل سکتا ہے تو وہ یہی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ وللہ الحمد!

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان کاوشوں کو شرف قبول عطا فرمائے (آمین)

مبشر حسین
ناظم 'مبشر اکیڈمی' لاہور
0300.4602878

۞......۞......۞

باب اول:

گانے بجانے کی حرمت پر مشتمل صحیح احادیث

اے میرے مسلمان بھائی! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ گانے بجانے اور آلات موسیقی کی حرمت کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔حافظ ابن حزمؒ اور امام ابن قیمؒ کے نزدیک ایسی احادیث کی تعداد دس سے زائد ہے۔جو شخص ان احادیث کے بارے میں علم رکھتا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہوگا کہ ان ساری احادیث میں جو بات مشترکہ طور پر بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ موسیقی حرام ہے اور اس کی حرمت آنحضرت ﷺ سے حتمی وقطعی طور پر ثابت ہے...... آئندہ سطور میں ہم حرمتِ موسیقی سے متعلقہ صحیح احادیث درج کر رہے ہیں۔

حرمت موسیقی کی پہلی حدیث:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ یا حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ))

[صحيح بخاري : كتاب الأشربة ـ باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه حديث(٥٥٩٠)]

''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شرمگاہ (یعنی زنا)، ریشم، شراب اور سازوں (گاجوں، باجوں، آلات موسیقی وغیرہ) کو حلال کرلیں گے۔''

دوسری حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَرِنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ))
[مسند البزار(ج۱ ص ۳۷۷)حدیث (۷۹۵)سلسلة الاحادیث الصحیحة (ج۲ ص ۷۹۰)حدیث (٤٦٧)]

''دنیا اور آخرت میں دو آوازیں ملعون ہیں: ایک تو خوشی کے موقع پر باجوں کی آواز اور دوسری مصیبت کے موقع پر ہلاکت (نوحہ گری وغیرہ) کی آواز۔''

اس حدیث کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جو''جابر بن عبدالله عن عبدالرحمن بن عوف'' کے طریق سے مروی ہے اس میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي لَمْ أُنْهَ عَنِ الْبُكَاءِ وَلٰكِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ لَهْوٍ وَلَعِبٍ وَمَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ وَصَوْتٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ لَطْمِ وُجُوْهٍ وَشَقِّ جُيُوْبٍ وَرِنَّةُ شَيْطَانٍ))[مستدرك حاكم (ج ٤ ص ٤٠)السنن الكبرى للبيهقي (ج ٤ ص ٧٩)''شعب الايمان ''للبيهقي (ج٧ص ٢٤١)حديث (١٠٧٣،١٠٧٤)ذم الملاهي ''لابن أبي الدنيا'' (ق١٥٩/ظاهرية)''تحريم النرد'' للآجرى (٧٣/٢٠١)''شرح السنة ''للبغوى (ج ٥ص ٤٣٠ـ٤٣١)''مسند الطيالسي'' حديث (١٧٨٣)''الطبقات''لابن سعد (ج١ص ١٣٨)''مصنف ابن ابى شيبه''(ج ٣ص ٣٩٣)السلسلة الصحيحة (ج٢ص ٧٩٠)حديث (٤٦٧)]

''یقیناً مجھے رونے سے منع نہیں کیا گیا البتہ مجھے دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے منع کیا گیا ہے ایک خوشی کے موقع پر لہو ولعب اور شیطانی باجوں کی آواز اور دوسری مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے اور گریبان چاک کرنے (یعنی نوحہ کرنے) کی آواز۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''الاستقامۃ'' میں رقمطراز ہیں:

((هذا الحديث من أجود مايحتج به على تحريم الغناء كمافي اللفظ المشهور عن جابر بن عبدالله صوت عندنعمة :لهوولعب ومزامير

الشیطان فنهی عن الصوت الذی یفعل عند نعمة كمانهی عن الصوت الذی یفعل عند المصيبة والصوت الذی عند نعمة هو صوت الغناء))

''موسیقی کی حرمت پر یہ حدیث بہترین دلیل ہے جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سے مروی مشہور الفاظ یہ ہیں: ''ایک آواز وہ ملعون ہے جو خوشی کے موقع پر لہولعب اور شیطانی باجوں کی ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خوشی کے موقع والی آواز سے ایسے ہی منع فرمادیا جس طرح آپ ﷺ نے مصیبت (یعنی نوحہ) والی آواز سے منع فرمایا تھا۔ خوشی کے موقع والی آواز سے مراد گانے بجانے (موسیقی) کی آواز ہی ہے۔''

تیسری حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْحُرِّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ))

[ابوداؤد: کتاب الأشربة ۔باب فی الأوعية (ح٣٧٩٢) مسند البيهقی (ج١٠ ص ٢٢١) مسند احمد (٩ ج ١ ص ٢٧٤) "الأشربة" لأحمد (١٩٣) مسند ابی یعلیٰ (ح٢٧٦٩) صحیح ابن حبان (ح٥٣٤١) المعجم الكبير للطبرانی (ج١٢ ص ١٠١۔ح ١٢٥٩٨، ١٢٥٩٩) السلسلة الصحيحة (ح١٨٠٧)]

''میرے رب نے مجھ پر شراب، جوئے اور طبلہ (ڈھول) کو حرام ٹھہرادیا ہے اور ہر نشہ آور چیز بھی حرام ہے۔''

المعجم الكبير میں امام طبرانیؒ نے ایک روایت ''سفیان عن علی بن بذیمة'' کے طریق سے بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن بذیمة سے پوچھا: ''مَا الْكُوْبَةُ؟ کوبہ سے کیا مراد ہے؟'' علی بن بذیمة نے فرمایا: ''الطبل'' کہ کوبہ سے مراد ڈھول ہے۔''

امام طبرانیؒ نے دوسری روایت ''عن عبدالکریم الجزری عن قیس بن حبتر'' کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ .وَهُوَ الطَّبْلُ .وقَالَ : كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ)) [مسند احمد (ج١ص ٢٨٩)"الاشربة "لأحمد(١٤)الطبراني (ح١٦٧٠١)البيهقي (ج١٠ص ٢٢١،٢١٣)]

''اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے اور کوبہ کو حرام قرار دیا ہے۔'' کوبہ سے مراد ڈھول ہے۔
مزید فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز بھی حرام ہے۔''

چوتھی حدیث:

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ وَالْغُبَيْرَآءَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ))[ابوداؤد(ح ٣٦٩٦) "شرح المعاني" للطحاوي (ج٢ص ٣٢٥)البيهقي (ج١٠ص ٢٢١،٢٢٢)مسند احمد(ج٢ص ١٥٧و١٧٠)"الاشربة "لأحمد (٢٠٧)"التمهيد"لابن عبدالبر (ج٥ص ١٦٧)"التهذيب" للمزي (ج٣١ص ٤٥-٤٦)]

''اللہ رب العزت نے شراب، جوئے، طبلہ اور چینا (پودے کی ایک قسم) کی شراب کو حرام قرار دیا ہے اور ہر نشہ آور چیز بھی حرام ہے۔''

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بعض دیگر اسناد سے اس طرح مروی ہے کہ ایک روز اللہ کے رسول اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((إِنَّ رَبِّي حَرَّمَ عَلَيَّ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ وَالْقِنِينَ، وَالْكُوبَةُ :اَلطَّبْلُ))
[البيهقي (ج١٠ص ٢٢٢)مسنداحمد(ج٢ص ١٧٢)]

''میرے رب نے مجھ پر شراب، جوئے طبلہ اور باجے کو حرام قرار دیا ہے''۔...... ''کوبہ سے مراد طبلہ (ڈھول) ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:
((إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰى أُمَّتِي اَلْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْمِزْرَ وَالْكُوبَةَ وَالْقِنِينَ وَزَادَنِي

صَلاۃَ الْوِتْرِ" :قال یزید بن ھارون (القنین):اَلْبَرَابِطُ))[مسند احمد (ج ۲ ص ۱۶۵، ۱۶۷)"الاشربة "لأحمد(۲۱۲، ۲۱۳)"المعجم الکبیر"للطبرانی (ج ۱۲ ص ۵۱، ۵۲، ۵۳(ح ۱۲۷)]

''اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، جو اور گیہوں کی شراب، اور طبلے اور قنین کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز وتر اضافی طور پر عطا فرمائی ہے۔''یزید بن ہارون (راوی) کہتے ہیں: ''قنین سے مراد باجے ہیں۔''

پانچویں حدیث:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ رَبِّیْ حَرَّمَ عَلَیَّ الْخَمْرَوَالْمَیْسِرَ وَالْکُوبَةَ وَالْقِنِینَ وَالْغُبَیْرَآءَ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ))[السنن البیھقی (ج ۱۰ ص ۲۲۲)الطبرانی الکبیر(ج ۱۳ ص ۱۵)]

''میرے رب نے مجھ پر شراب، جوئے، کوبہ (ڈھول)، باجے اور چینا (پودے کی ایک قسم) کی شراب کو حرام قرار دیا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے جس میں عبیداللہ بن زحر نے بکر بن سوادة سے اور بکر نے قیس بن سعد سے مرفوعاً ان الفاظ کے ساتھ اسے روایت کیا ہے:

((اِنَّ رَبِّی تَبَارَکَ وَتَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیَّ الْخَمْرَوَالْکُوبَةَ وَالْقِنِینَ وَاِیَّاکُمْ وَالْغُبَیْرَآءَ فَاِنَّھَا ثُلُثُ خُمْرِالْعَالَمِ)) [مصنف ابن ابی شیبة (ج ۸ ص ۱۹۷۔حدیث ۴۱۳۲)مسند احمد(ج ۳ ص ۴۲۲)الاشربة (۲۷)"فتوح مصر"لابن عبدالحکم (۲۷۳)المعجم الکبیر (ج ۱۸ ص ۳۵۲۔حدیث ۸۹۷)]

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شراب، طبلے اور باجے کو حرام قرار دیا ہے اور چینا کی شراب کو حرام ٹھہرایا ہے۔تم اس شراب سے بچو، یہ زمانے کی شراب کا ایک تہائی ہے۔''

چھٹی حدیث:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یَکُونُ فِی اُمَّتِی قَذْفٌ وَمَسْخٌ وَخَسْفٌ قِیلَ :یَارَسُولَ اللّٰہ! وَمَتٰی ذَاکَ؟قَالَ: اِذَا ظَھَرَتِ الْمَعَازِفُ وَکَثُرَتِ الْقِیَانُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ)) [ترمذی :کتاب الفتن ـباب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف(ح۲۲۱۲)"ذم الملاھی "لابن ابی الدنیا (ق۲/۱)"السنن الواردة" لابن عمرو الدانی (ق۱/۳۹،۲/٤۰)]

''میری امت میں پتھروں کی بارش ،صورتیں مسخ ہونے اورزمین میں دھنسنے کے واقعات رونما ہونگے ۔آپ ﷺ سے سوال کیا گیا: یارسول اللہ! ایسا کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب باجوں اورگانے والی عورتوں کا عام رواج ہوجائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔''

غازی بن ربیعہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

((لَیُمْسَخَنَّ قَوْمٌ وَھُمْ عَلٰی اَرِیْکَتِھِمْ قِرَدَةٌ وَخَنَازِیْرُ لِشُرْبِھِمُ الْخُمرُوَضَرْبِھِمْ بِالْبَرَاطِ وَالْقِیَانِ)) [ذم الملاھی (ق۲/۲)"تاریخ دمشق "لابن عساکر(ج۱۲ ص۵۸۲)واضح رھے کہ شیخ البانیؒ نے متابع (شاھد،مؤید) کے طور پر اس روایت کو ذکر کیاھے ......(مرتب)]

''لوگ اپنے بستروں پر ہوں گے اوران کے چہرے مسخ ہوجائیں گے، انہیں بندروں اورخنزیروں کی شکل میں بدل دیا جائے گا۔اس کا سبب ان کا شراب پینا اورگاجے باجے بجانا ہوگا۔'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ

((یَکُونُ فِی آخِرِ اُمَّتِی اَلْخَسْفُ وَالْقَذْفُ وَالْمَسْخُ "قَالُوا:بِمَ یَارَسُولَ اللّٰہ؟ قَالَ :"بِاتِّخَاذِھِمُ الْقِینَاتِ وَشُرْبِھِمُ الْخُمُورَ)) ["اَلْکُنٰی "للدولابی (ج۱ص۵۳)تاریخ دمشق (ج١٤ص١٢٤،١٢٥)واضح رھے کہ شیخ البانیؒ نے اسے بھی متابع کے طور پر ذکر کیاھے ......(مرتب)]

''میری امت کے آخری لوگوں میں خسف (زمین میں دھنسایا جانا) قذف (پتھروں کی بارش ہونا) اورمسخ (شکلیں بگڑ جانا) ہوگا۔لوگوں نے کہا اللہ کے رسول! ایسا کیوں

ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ وہ لوگ گانے بجانے والیاں رکھیں گے اور شرابیں پییں گے۔"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

((یَبِیتُ قَوْمٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى طَعَامٍ وَشَرَابٍ فَيُصْبِحُونَ وَقَدْ مُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ ...... لِشُرْبِهِمُ الْخَمرَ وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيرَ وَقَطِيعَتِهِمُ الرَّحِمَ)) [مستدرك حاكم (ج ٤ ص ٥١٥) شعب الايمان (ج٥ ص ١٦) مسند احمد (ج٥ ص ٣٣٩) الترغيب والترهيب لأصبهانى (ج١ ص ٤٩٨، ٤٩٩) مسند الطيالسيى (١١٣٧/١٥٥) "الحلية "لأبى نعيم (ج٦ ص ٢٩٥) تاريخ دمشق (ج٨ ص ٦٥٩) السلسلة الصحيحة (ح ١٦٠٤)]

"اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ شراب و کباب (اور لھو ولعب، میوزیکل شو) میں رات گذارے گا پھر صبح کو وہ بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے۔ یہ سزا انہیں اس لئے ملے گی کہ انہوں نے شراب پینے، سود کھانے، گانے بجانے اور گانے والیاں فاحشہ (کنجریاں) رکھنے، ریشم پہننے اور رشتہ داریاں توڑنے کو حلال کر لیا ہوگا۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا اسْتَحَلَّتْ أُمَّتِي سِتًّا، فَعَلَيْهِمُ الدَّمَارُ: إِذَا ظَهَرَ فِيهِمُ التَّلَاعُنُ وَشَرِبُوا الْخُمُورَ وَلَبِسُوا الْحَرِيرَ وَاتَّخَذُوا الْقِيَانَ وَاكْتَفَى الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ)) ["المعجم الأوسط" للطبرانى (ج١ ص ٥٩ ـ حديث ـ ١٠٦٠) شعب الايمان (ج٥ ص ٣٧٧، ٣٧٨) ذم الملاهى (ق ١/٢، ١/٣)]

"میری امت کے لوگ جب چھ چیزوں کو حلال ٹھہرالیں گے تو وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ (وہ چیزیں یہ ہیں) آپس میں لعن طعن کریں گے، شرابیں پییں گے، ریشم پہنیں

گے، گانے بجانے والیں عام ہو جائیں گی، مرد مردوں کے ساتھ اور عورتیں عورتوں کے ساتھ بے حیائی کریں گی۔"

ساتویں حدیث:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَایَحِلُّ بَیْعُ الْمُغَنِّیَاتِ وَلَاشِرَآؤُهُنَّ وَلَاتِجَارَةَ فِیْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ" وَقَالَ اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآیَةُ فِی ذٰلِکَ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾[لقمن: ٦] وَالَّذِی بَعَثَنِی بِالْحَقِّ مَارَفَعَ رَجُلٌ صَفِیْرَتَهُ بِالْغِنَآءِ اِلَّابَعَثَ اللّٰهُ عزوجل عِنْدَ ذٰلِکَ شَیْطَانَیْنِ یَرْتَقِیَانِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ ثُمَّ لَایَزَالَانِ یَضْرِبَانِ بِاَرْجُلِهِمَا عَلٰی صَدْرِهٖ وَاَشَارَ اِلٰی صَدْرِنَفْسِهٖ حَتّٰی یَکُوْنُ هُوَالَّذِیْ یَسْکُتَ)) ["المعجم الکبیر" للطبرانی (ج ٨ ح٧٧٤٩-٧٨٠٥-٧٨٢٥-٧٨٥٥-٧٨٦١) السلسلة الصحیحة (ح٢٩٢٢)]

"گانے بجانے والی عورتوں کی خرید وفروخت حلال نہیں اور ان کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں اور ان کی قیمت لینا حرام ہے۔" پھر حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہی چیزوں کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ہے:

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو "لغو" باتوں کو مول لیتے ہیں تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔" [لقمن: ٦] پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، جو شخص گانے بجانے کے لیے اپنی راگ نکالتا ہے اللہ تعالیٰ دو شیطان اس پر مسلط فرما دیتے ہیں جو اس شخص کے کندھوں پر چڑھ جاتے ہیں اور اس کے سینے پر وہ شیطان اپنے پاؤں مارنا شروع کر دیتے ہیں اور جب تک وہ گانے سے خاموش نہیں ہوتا تب تک وہ اس پر اپنے پاؤں مارتے رہتے ہیں۔"

باب دوم:

ہر آلۂ موسیقی حرام ہے!

گزشتہ احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہر آلۂ موسیقی حرام ہے۔ بعض آلات موسیقی کی حرمت کے متعلق تو حدیث میں صریح الفاظ موجود ہیں جیسے بانسری، ڈھول اور باجے کی حرمت سے متعلقہ احادیث ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر آلاتِ موسیقی دو وجوہات کی بناء پر حرمت کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ دو وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ لفظ مَعَازِف لغوی اعتبار سے تمام آلات موسیقی کو اپنے اندر شامل کر لیتا ہے۔

۲۔ اسی طرح یہ لفظ مَعَازِفُ معنوی اعتبار سے بھی گانے بجانے کی حرمت کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کی تائید عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا درج ذیل قول بھی کرتا ہے:

((اَلدُّفُّ حَرَامٌ وَالْمَعَازِفُ حَرَامٌ وَالْكُوبَةُ حَرَامٌ وَالْمِزْمَارُ حَرَامٌ)) [البیہقی (ج ۱۰ ص ۲۲۲)]

''دف حرام ہے، معازف (گانے بجانے کے جملہ آلات) حرام ہیں، طبلہ حرام ہے، بانسری حرام ہے۔''

میں (البانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول سنداً صحیح ہے۔ اسی طرح گزشتہ فصل میں بیان کردہ حرمتِ موسیقی کی احادیث میں سے وہ پہلی حدیث جس میں ہے:

((يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ ......))

''میری امت کے کچھ لوگ شرمگاہ (زنا)، ریشم، شراب اور سازوں (گانے، بجانے کے آلات) کو حلال کر لیں گے......''

اس حدیث میں بھی آلات موسیقی کی حرمت کے حوالے سے کچھ نکات پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

پہلا نکتہ:

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا ''یَسْتَحِلُّونَ'' اس بات پر واضح دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد مذکور چاروں چیزیں شرعاً حلال نہیں ہیں۔ ان چاروں میں سے ایک معازف بھی ہے۔ لغت کی کتابوں سے بھی اس کی تائید ملتی ہے مثلاً: المعجم الوسیط میں لکھا ہے: ''استحل الشيء عده حلالا''

'' استحل الشيء کا مطلب ہے کسی چیز کو حلال شمار کر لینا۔''

اسی وجہ سے صاحب مرقاۃ شیخ علی قاریؒ نے لکھا ہے:

''اس کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگ چند شبہات اور کچھ کمزور دلائل کی وجہ سے ان (مذکورہ چار) چیزوں کو حلال شمار کریں گے۔ ان کے بعض شبہات اور کمزور دلائل کی طرف ہمارے علماء کرام (یعنی علمائے احناف) نے بھی اشارہ کیا ہے۔ مثلاً (وہ کہتے ہیں کہ) ''ریشم اس وقت حرمت کے زمرے میں آئے گا جب جسم کے ساتھ ملا ہوا ہو لیکن جب اسے لباس کے اوپر پہنا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں'' حالانکہ یہ قید بغیر کسی نقلی اور عقلی دلیل کے لگائی گئی ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان مطلق طور پر ریشم کی حرمت کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ ((مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ)) [بخاری: كتاب اللباس ـ باب لبس الحرير للرجال وقدرمايجوز منه (ح ٥٨٣٤) مسلم: كتاب اللباس والزينة ـ باب تحريم لبس الحرير ......(ح ٥٤٢٦،٢٤٢٥)]

''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' اسی طرح بعض اور علماء نے بھی صحیح بخاری کی اس حدیث پر تشریحات لکھی ہیں۔ از راہ اختصار ان سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں......'' [لقمان ـ آیت ٦، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (ج٥ ص ١٠٦)]

میں (البانی ؒ) کہتا ہوں: احناف کے ہاں انگوروں اور کھجوروں کی شراب کے درمیان جو فرق بیان کیا گیا ہے وہ بھی اسی کے مشابہہ ہے جیسا کہ احناف کا کہنا ہے:

''انگوروں کی شراب کم ہو یا زیادہ وہ تو ہر حال میں حرام ہے البتہ کھجوروں کی اور دیگر چیزوں کی شراب صرف اس وقت حرام ہے جب اتنی زیادہ ہو کہ نشہ میں مبتلا کردے ورنہ یہ حرام نہیں۔''

حالانکہ یہ سطحیت پر مبنی بات ہے اور انتہائی خطرناک ہے۔ اس جیسا ایک اور فرق موسیقی میں کیا گیا ہے وہ یہ کہ ایسی موسیقی جو جنسی خواہشات کو بھڑکائے وہ حرام ہے اور جو نہ بھڑکائے وہ حرام نہیں۔ اس سے بھی قبیح بات وہ ہے جو محمد غزالی نے صحیح بخاری کی معازف والی حدیث کے بعد ان الفاظ میں کہی ہے:

"ولعل البخاری یقصدا اجزاء الصورة کلھاأغنی المحفل الذی یضم الخمر والغناء والفسوق"

''شاید امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ذکر کر کے موسیقی کی حرمت کی اس صورت کی طرف اشارہ کیا ہو جس میں بیک وقت شراب کی محفل بھی ہو، گانے بجانے کا اہتمام بھی اور گناہ (بدکاری) کے کام بھی۔''

[یعنی غزالیؒ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جہاں یہ سارے گناہ ہوں وہاں موسیقی حرام ہے اور جہاں بقیہ گناہ کی صورتیں نہ ہوں بلکہ صرف ایک موسیقی ہی ہو تو پھر یہ حرام نہیں۔ یہی شبہ مولانا جعفر شاہ پھلواری نے بھی اپنی کتاب ''اسلام اور موسیقی'' میں پیش کیا ہے اور موسیقی و آلات موسیقی کو جائز قرار دینے کی سعی مذموم کی ہے۔ اس شبہ کا ازالہ شیخ البانی ؒ نے کر دیا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ (مترجم)]

میں (البانی ؒ) شیخ غزالی کی اس تاویل پر یہی عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ عجمی

تعبیر ہے اگرچہ اس کا قائل ایک عربی دان اور ایک بہت بڑا مصنف ہے لیکن اس کے باوجود اس نے اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث اور امام بخاریؒ کے کلام کو خلط ملط کر دیا ہے یعنی حدیث رسول کو امام بخاریؒ کا کلام بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ حد سے زیادہ قابل تعجب بات ہے۔ مجھے علم نہیں کہ یہ غزالی کی علمی وفکری لغزش ہے یا سہو قلم کا نتیجہ ہے بہر صورت ان دونوں میں سے جو بھی صورت ہو وہ ہے غلط ہی۔

دوسرا نکتہ:

اسی طرح معازف والی حدیث کے علاوہ جو احادیث پیچھے (فصل اول میں) گزری ہیں وہ بھی غزالی کی پیش کردہ اس تعلیل وتاویل کو صراحت کے ساتھ رد کر دیتی ہیں اس لیے کہ ان احادیث کی رو سے گانے بجانے کے تمام آلات حرام قرار پاتے ہیں۔ ان میں سے چھٹی حدیث اور اس کے ضمن میں بطور شواہد بیان ہونے والی روایات میں یہ صراحت ہے کہ گانے بجانے والے آلات اور گانے بجانے والی عورتوں کی وجہ سے لوگوں کی شکلیں تبدیل ہو جائیں گی۔ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان پر پتھروں کی بارش برسے گی۔ انہی میں سے ایک صحیح حدیث وہ ہے جو حضرت ربیعہ کے حوالے سے مروی ہے اور اس میں ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا: ان پر یہ عذاب کیوں آئیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((باتخاذهم القينات وشربهم الخمر / کہ گانے بجانے والیوں کو رکھنے اور شراب پینے کی وجہ سے ان پر یہ عذاب آئیں گے۔''

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ

''یہ عذاب اس لیے آئیں گے کہ آلات موسیقی عام ہو جائیں گے، گانے بجانے والیوں کی کثرت ہو گی اور شراب پی جائے گی۔''

تیسرا نکتہ:

حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ''اغاثۃ اللھفان'' میں معازف'' والی حدیث ذکر کرنے کے

بعد لکھا ہے کہ ”اس حدیث سے حرمت موسیقی پر استدلال اس طرح ہوتا ہے کہ معازف کا اطلاق سب آلات موسیقی پر ہوتا ہے۔اور اس بات پر تمام اہل لغت متفق ہیں۔اگر ان آلات کا استعمال جائز ہوتا تو نبی اکرم ﷺ انہیں حلال کرنے والوں کی مذمت نہ فرماتے اور نہ ہی ان آلات کو جائز سمجھنے کو شراب اور ریشم کے جائز سمجھنے والوں کے ساتھ اکٹھا فرماتے۔اس حدیث میں گاجے باجے کو جائز سمجھنے والوں کو ڈرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا ،ان کے چہروں کو مسخ کر کے بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں تبدیل کر دے گا۔اگرچہ یہاں بیان ہونے والی وعید اس صورت میں ہے جب ایک ہی جگہ یہ ساری (ممنوعہ) چیزیں پائی جائیں (یعنی ایک ہی مجلس میں گانا بجانا،شراب، ریشمی لباس اور بدکاری کا ارتکاب پایا جائے) لیکن اس کے باوجود اس مذمت اور وعید میں یہ چار چیزیں علیحدہ علیحدہ طور پر بھی شامل ہیں۔“[اغاثة اللهفان (ج١ص ٢٦٠-٢٦١)]

(میں البانیؒ کہتا ہوں کہ) حق بات یہی ہے (جو ابن قیمؒ نے واضح فرمادی) اور اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا۔لہذا اس حق کے مقابلے میں مکروفریب اور حیل وحجت کی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

شیخ غزالی اور ان جیسے دوسرے ہم عصر علماء اور مصنفین وغیرہ کے لیے یہ بات ایک تلخ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ شرعی احکام ومسائل میں جن آراء کا اظہار یہ حضرات کرتے ہیں ان میں نہ تو فقہی اعتبار سے کوئی جان ہوتی ہے اور نہ محدثانہ اعتبار سے کوئی وزن ہوتا ہے کیونکہ احکام شرعیہ کے سلسلہ میں ان کا کوئی علمی منہاج نہیں ہے بلکہ جو ان کے جی میں آتا ہے یہ بغیر غور وخوض کیے اسے پیش کیے جاتے ہیں حتی کہ ان کی یہ روش انہیں عقل پرستوں کے ساتھ لے جا کر کھڑا کر دیتی ہے پھر یہ صحیح اور صریح نصوص کی مخالفت بھی کرتے ہیں اور بلا استثناء تمام متقدم فقہاء وائمہ کرام کو چھوڑ کر نئی پگڈنڈیوں کو اختیار کر لیتے ہیں۔اور بعض اوقات یہ غالی ظاہری علماء کی تقلید کرتے

ہوئے سخت ظاہریت پسندی کا بھی مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس سے محدثین اور فقہاء کی بیک وقت مخالفت ہو رہی ہے جیسا کہ غزالی نے گانے بجانے کی حرمت کی صحیح احادیث کو ابن حزمؒ کی تقلید کرتے ہوئے ضعیف کہہ دیا، اسی طرح غزالی نے حرمت موسیقی والی حدیث کی تاویل فاسد میں بھی ابن حزمؒ کی اندھی تقلید کی ہے حالانکہ جس نص (حدیث) کی اس نے تاویل کی ہے اس کا انتخاب کرنے میں ابن حزمؒ اس سے کہیں زیادہ عقلمند ثابت ہوئے ہیں۔ ابن حزمؒ نے صحیح بخاری کی اس حدیث کی تاویل نہیں کی جس کی تاویل غزالی صاحب کر رہے ہیں بلکہ ابن حزمؒ نے معاویہ بن صالح سے مروی ایک روایت کی تاویل کی ہے اور اس میں "یستحلون" کا لفظ نہیں ہے جیسا کہ معاویہ کی یہ روایت پیچھے گذر چکی ہے۔ اس روایت کی ابن حزمؒ نے یہ تاویل کی ہے کہ

''اس روایت میں زمین میں دھنسائے جانے اور شکلیں مسخ ہونے کی جو وعید بیان ہوئی ہے یہ گانے بجانے پر وعید نہیں بلکہ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وعید اُن کے شراب کا نام بدل کر اسے حلال کر لینے پر بیان کی گئی ہے۔'' [المحلی (ج۹ص ۵۷)]

حالانکہ ابن حزمؒ کی یہ تاویل سراسر باطل اور تکلف محض ہے جیسا کہ حرمت موسیقی سے متعلقہ گزشتہ روایات اور ابن قیمؒ کی توضیح سے ثابت ہوتا ہے۔ البتہ امام شوکانیؒ نے "نیل الاوطار" (ج۸ص ۸۵) میں ابن حزمؒ کی تردید ایک اور انداز سے کی ہے اور اس انداز میں غزالی کی بھی تردید ہوتی ہے اور وہ یہ ہے:

''اس بات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان چار چیزوں کا (صرف) اکٹھا استعمال حرام ہے (اور علیحدہ علیحدہ جائز ہے) اگر ایسا ہو تو پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ حدیث میں مذکور زنا صرف اس مجلس میں حرام ہے جہاں شراب اور گانے بجانے کا اہتمام ہو ورنہ زنا حرام نہیں۔ حالانکہ یہ بات بالاجماع غلط ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ [الحاقة: ۱۱،۱۲]

''بے شک یہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا۔'' سے پھر یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا صرف اس وقت منع ہے جب مسکین کو کھانا نہ کھلایا جائے اور اگر مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے تو ایمان باللہ کی کوئی ضرورت نہیں! اس سلسلہ میں اگر یہ جواب دیا جائے کہ اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور زنا کی حرمت دیگر دلائل کی روشنی میں حرام ہے تو پھر آلات موسیقی کے بارے میں بھی یہ جواب دیا جائے گا کہ ان کی حرمت بھی دوسری دلیل سے ثابت ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث میں وارد ہونے والے لفظ ''**استحلال**'' پر یہاں ایک اور اہم بات بھی موجود ہے جس کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ''**ابطال التحلیل**'' (ص۲۰، ۲۱) میں اس طرح اشارہ کیا ہے:

''اس حدیث میں جو یہ بات بیان ہوئی ہے کہ وہ ان ممنوعہ چیزوں کو حلال کر لیں گے ،اس سے مراد یہ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ تاویلات فاسدہ کے ساتھ ان حرام چیزوں کو حلال کرنے کی جسارت کریں گے لیکن اگر وہ یہ جانتے بوجھتے انہیں حلال کر لیں کہ رسول اللہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے پھر تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان کا آنحضرت ﷺ کی امت سے کوئی تعلق باقی نہ رہے گا اور جب انہیں ان چیزوں کی حرمت کا اعتراف بھی ہو تو پھر توقع ہے کہ ان کی شکلیں بھی اس طرح مسخ نہیں ہوں گی جس طرح ہمیشہ سے ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں (کافروں کی شکلیں) مسخ نہیں ہوتیں۔ ان لوگوں کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ''**یستحلون**'' (وہ حرام چیزیں حلال بنالیں گے) اس سلسلہ میں یہ یاد رہے کہ کسی حرام چیز کو حلال بنانے والا شخص وہ ہوتا ہے جو اس کے حرام ہونے کی بجائے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اس کے مشابہہ یہ بات بھی ہے کہ وہ شراب کو اس طرح حلال کریں گے کہ اس کا نام ہی بدل دیں گے یعنی وہی شراب جسے حرام قرار دیا گیا ہے وہ اسے پئیں گے مگر اسے شراب نہیں کہیں گے (یعنی یہ نہیں کہیں گے کہ ہم نے شراب پی ہے بلکہ اس کی تاویل کرتے ہوئے کوئی اور نام

دے لیں گے)اسی طرح ان کے بارے میں جو یہ کہا گیاہے کہ وہ گانے بجانے کے آلات کوحلال کرلیں گے تو وہ ازراہ تاویل اس اعتقاد کے ساتھ انہیں حلال کرلیں گے کہ یہ تو محض کھیل وتفریح کے آلات ہیں اوران سے تو صرف خوبصورت آواز نکلتی ہے اوروہ تاویل کرتے ہوئے کہیں گے کہ جس طرح پرندوں کی خوبصورت آواز کوحرام قرار نہیں دیا سکتا اسی طرح ان آلات سے نکلنے والی آواز کوبھی حرام قرار نہیں دیا جاسکتا (یعنی آلات موسیقی کوحلال کرنے کے لیے وہ یہ تاویل کریں گے)......

اسی طرح وہ ریشم کی جملہ صورتوں کوحلال کرنے کے لیے ازراہِ تاویل یہ کہیں گے کہ جس طرح مجاہدین کے لیے میدان جہاد میں ریشم کا استعمال جائز ہے اور بے شمار علماء نے ایسی صورت میں اس کے جواز کا فتوی بھی دیا ہے، تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے وہ کہیں گے کہ ریشم کا استعمال ہر حال میں جائز ہے۔ یہ تینوں طرح کی تاویلات فاسدہ ان تینوں گروہوں میں پائی جاتی ہیں جن کے بارے میں عبداللہ بن مبارک نے یہ کہا ہے کہ ''وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا '' (دین کوخراب کرنے والے یا تو بادشاہ (حکمران) ہیں یا علمائے سوء یا گمراہ صوفیا) یہ بات حتمی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے ہم تک دین پہنچا دیا اوران چیزوں کی حرمت کو واضح طور پر بیان کردیا تو اب ان تاویل کرنے والوں میں سے کسی کی تاویل اس کے لیے عذر نہیں بن سکتی۔'' [ابطال التحليل از ابن تيميةؒ (ص ۲۰، ۲۱)]

۞......۞......۞

تیسرا باب:

موسیقی اور علمائے سلف کا نقطۂ نظر

آلاتِ موسیقی کی حرمت کے متعلق صحیح احادیث ذکر کرنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں جلیل القدر علماء اور فقہاء کے نقطۂ نظر کو بھی پیش کر دیں تا کہ طالبِ حق فقہی اعتبار سے بھی حرمت موسیقی سے آگاہ ہو جائے اور راسے مزید علم ہو جائے کہ غزالی اور اس جیسے دیگر لوگ فقہ اور فقہا، حدیث اور محدثین والے منہاج سے منحرف ہیں جیسا کہ غزالی کی کتاب ''السنة النبوية بين أهل الحديث ''اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کتاب میں (ص ۴۷ پر) اس نے انتہا درجے کی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان علماء وفقہا کو محض واعظ (یعنی اللہ لوگ، مُلّا، صوفی) قرار دیا ہے جو گانے بجانے کو حرام قرار دیتے ہیں......!

امام شوکانیؒ اپنی کتاب نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ

''کسی آلۂ موسیقی (یعنی میوزک) کے ساتھ گانا گانے اور اس کے بغیر گانا گانے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ جمہور علماء نے سابقہ ذکر کردہ دلائل سے استدلال کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا ہے جبکہ اہل مدینہ اور ظاہریوں میں سے اس کی موافقت کرنے والے علماء اور صوفیائے کرام نے قوالی کو جائز قرار دیا ہے، خواہ اس میں آلات موسیقی (یعنی سارنگی، بانسری وغیرہ) بھی بجائے جائیں۔'' [نیل الاوطار (ج۸ ص ۸۳)]

پھر امام شوکانیؒ نے قوالی کو آلات موسیقی سمیت جائز کہنے والوں کے ان اقوال کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے قوالی کے جواز کے حوالے سے علمائے سلف کی طرف منسوب کیے ہیں اور ان پر امام شوکانیؒ نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ مگر اسے یہاں ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں کیونکہ ان اقوال میں سے اکثر بغیر سند کے مروی ہیں جبکہ بعض اقوال

ایسے ہیں کہ جن علماء کی طرف ان کی نسبت کی گئی ہے ان علماء سے ان اقوال کے برعکس قوالی اور موسیقی کی حرمت کا فتوی بھی بسند صحیح ثابت ہے اور بعض اقوال ایسے ہیں کہ ان کی عبارت ہی ان کے مشکوک (جھوٹا) ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ آئندہ تفصیل سے اس کی وضاحت ہو جائے گی لیکن اس سے پہلے دو باتوں کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں:

۱)...... مذکورہ بالا عبارت میں جمہور علماء سے مراد میرے نزدیک أئمہ اربعہ ہیں اور میں نے سلف کی پیروی کرتے ہوئے یہ رائے اختیار کی ہے جیسا کہ سلف میں سے حافظ ابن قیمؒ نے ''اغاثة اللهفان ''(ج ا ص ۲۲۶ تا ۲۳۰) میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب ابن مطهر الشيعي نے کہا کہ '' آلات موسیقی اور گانا بجانا اہل السنۃ (کے علماء) کے نزدیک جائز ہے'' تو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے اسے دروغ گو قرار دیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام اپنی کتاب ''منهاج السنة'' میں رقمطراز ہیں کہ

((هذا من الكذب على الائمة الاربعة فانهم متفقون على تحريم المعازف التي هي آلات اللهو كالعود ونحوه ولو أتلف متلف عندهم لم يضمن صورة التلف بل يحرم عندهم اتخاذهم))[منهاج السنة(ج۳ص ۴۳۹)]

'' موسیقی کے جواز کی نسبت ائمہ اربعہ کی طرف کرنا، ائمہ اربعہ پر بہتان ہے کیونکہ وہ سب متفقہ طور پر آلات موسیقی (معازف وغیرہ) کی حرمت کے قائل ہیں بلکہ اگر کوئی شخص ان آلات کو توڑ دے تو ان ائمہ کے نزدیک وہ تاوان نہیں دے گا کیونکہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ان آلات کا رکھنا ہی حرام ہے (اور حرام کے تلف پر تاوان نہیں)۔''

۲)...... دوسری بات یہ ہے کہ امام شوکانیؒ کا مطلق طور پر اہل مدینہ کی طرف قوالی (سماع) کی رخصت کی نسبت کرنے سے اس بات کا وہم پیدا ہوتا ہے کہ شاید امام مالکؒ بھی انہی (رخصت دینے والوں) میں سے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور واضح رہے

کہ امام شوکانیؒ سے پہلے بھی بعض اہل علم نے اہل مدینہ کی طرف قوالی کے جواز کی نسبت کی تھی جیسا کہ یوسف بن یعقوب بن ابوسلمہ الماجشون کے حالات زندگی میں امام ذہبی کا یہ قول ہے:

''میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں: اہل مدینہ موسیقی کے متعلق رخصت دیتے ہیں اوراس مسئلہ میں نرمی اختیار کرنے کے متعلق وہ مشہور ہیں۔'' ان کے حالات زندگی میں آگے چل کر امام ذہبیؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ''ان کی لونڈیاں ان کے گھر میں آلات موسیقی (میوزک) بجایا کرتی تھیں۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: قوالی اور موسیقی کو جائز کہنے والوں میں امام مالکؒ قطعاً شامل نہیں ہیں بلکہ امام مالکؒ اوران کے علاوہ دیگر علمائے مدینہ نے اہل مدینہ کے اس عمل کو غلط قرار دیا ہے جیسا کہ امام ابوبکر الخلالؒ نے اپنی کتاب ''اَلْاَمْرِ بِالْمَعْرُوف'' (ص ۳۲) میں اور ابن الجوزی نے ''تَلْبِیسِ اِبْلِیسْ'' (ص ۲۴۴) میں اسحاق بن عیسیٰ الطباع جو کہ صحیح مسلم کے ایک ثقہ راوی ہیں، سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اسحاق بن عیسیٰ نے کہا؛ میں نے امام مالکؒ سے مدینہ کے ان لوگوں کے بارے میں امام مالک کی رائے پوچھی جو موسیقی اور آلات موسیقی کے جواز کے قائل ہیں تو انہوں نے جواب دیا: ''ہمارے ہاں اس کا کو صرف گنہگار اور فاسق لوگ ہی جائز سمجھتے ہیں!''

اسی طرح ابوبکر خلال نے ابراہیم بن منذر مدنی جو کہ ثقہ ہیں اور امام بخاریؒ کے اساتذہ میں سے ہیں، سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مالک بن انسؒ سے سوال کیا گیا: ''کیا آپ بھی گانا گانے کے متعلق رخصت دیتے ہیں؟'' تو انہوں نے جواب میں کہا: ''معاذاللہ (اللہ کی پناہ!) ہمارے ہاں تو یہ کام فاسق لوگوں کا ہے۔''

رہے امام شوکانیؒ کے وہ بقیہ اقوال جو انہوں نے پیچھے ذکر کئے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اشارہ کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم آگے چل کر ان پر بحث کریں گے تو اس سلسلہ میں درج ذیل دو پہلوؤں سے ان پر گفتگو کی جاسکتی ہے:

۱)......اگر ان اقوال کی نسبت ان کے کہنے والوں (جوکہ مدنی،کوفی وغیرہ ہیں) کی طرف صحیح ہےتو تب بھی ان سے (موسقی کے جواز کی) دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ ان کے یہ اقوال ان صحیح احادیث کے خلاف ہیں جو گانے کی حرمت پر واضح دلالت کرتی ہیں۔

۲)......پھر انہی لوگوں سے (جن سے موسیقی کے جواز کے متعلق اقوال ذکر کئے گئے ہیں اس کے برعکس) موسیقی کی حرمت کے متعلق بھی اقوال منقول ہیں لہذا ان کے اُن اقوال کو حجت بنانا بہتر بلکہ واجب ہے جن میں حرمت موسیقی کا ذکر ہے۔ایسے بعض اقوال جو میرے علم میں ہیں، میں ذیل میں ان کا ذکر کئے دیتا ہوں:

[۱] ان میں پہلا قول قاضی شریح ؒ کا ہے جیسا کہ ابوحصینؒ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی نے ایک دوسرے آدمی کا باجہ توڑ دیا اور وہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر قاضی شریح ؒ کے پاس جاپہنچے تو قاضی شریح ؒ نے باجہ توڑنے والے کے حق میں فیصلہ دیا اور جس کا باجہ ٹوٹا تھا اسے تاوان میں کچھ نہ دیا۔'' [مصنف ابن ابی شیبہ (ج۷ص ۳۱۲ ح۳۲۷۵) البیہقی (ج٦ص ۱۰۱) اس کی سند صحیح ہے]

[۲] ابوحصین اس واقعہ کے آخر میں لکھتے ہیں: ''امام حنبلؒ نے کہا: میں نے ابو عبداللہ (یعنی امام احمد بن حنبلؒ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''هُوَ مُنْكَرٌ لَمْ يُقْضَ فِيهِ بِشَيْءٍ یہ ایک منکر کام ہے جس میں کوئی تاوان نہیں ہے۔''

دوسرا قول سعید بن مسیبؒ کا ہے، فرماتے ہیں: ''اِنِّیْ لَأُبْغِضُ الْغِنَآ وَأُحِبُّ الرَّجْزَ میں موسیقی سے نفرت کرتا ہوں اور رجز (جنگی گیت) کو پسند کرتا ہوں۔'' [مصنف عبدالرزاق (ج۱۱ص٦ ح۱۹۷٤۳) اس کی سند صحیح ہے]

[۳] تیسرا قول اسماعیل بن ابی خالدؒ نے عامر بن شراحیل الشعبیؒ کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ گانا گانے والی کی اجرت کو ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے ''مَا أُحِبُّ أَنْ آكُلَهُ میں اس کی اجرت کو کھانا پسند نہیں کرتا۔'' [ابن أبي شيبه (ج۷ص۹ ح۲۲۰۳) اس کی سند صحیح ہے]

[۴] چوتھا قول امام مالک بن انسؒ کے متعلق ہے جو صحیح سند کے ساتھ گزر چکا ہے کہ انہوں گانے بجانے کے متعلق کہا کہ ''اِنَّمَا یَفْعَلُهُ عِنْدَنَا الْفُسَّاقُ ہمارے ہاں یہ کام فاسق لوگ کرتے ہیں''......لیکن اس کے باوجود امام شوکانیؒ نے ''قفال'' [ایک راوی] سے یہ ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ آلات موسیقی کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔

اسی طرح سلف سے منقول بعض وہ اقوال ہیں جن کو امام شوکانیؒ نے ذکر کیا ہے اور ان کی سند بھی صحیح ہے مگر ان اقوال سے موسیقی کے جواز کا مفہوم کشید کرنا محل نظر ہے مثلاً ان میں سے ان دو اقوال (واقعات) کا میں ذکر کرنا مناسب سمجھوں گا جن کی اسناد تک میری رسائی ہو سکی ہے:

[ا] ان میں سے ایک وہ ہے جسے امام شوکانیؒ نے ابن حزمؒ کے حوالے سے ان کے رسالے ''اَلسَّمَاعُ'' سے انہی کی سند سے نقل کیا ہے کہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی اپنی کچھ لونڈیاں لے کر مدینہ سے آیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرا۔ اس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی گانے بجانے والی تھی۔ ایک آدمی آیا اور اس نے اس کی قیمت معلوم کی مگر اسے ان لونڈیوں میں کوئی بھی پسند نہ آئی۔ ایک شخص نے اسے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسے آدمی کے بارے میں بتاتا ہوں جو تمہیں زیادہ قیمت دے کر تمہاری لونڈیاں خرید لے گا۔ اس نے کہا: وہ کون ہے؟ کہنے والے نے جواب دیا: ''عبداللہ بن جعفر'' چنانچہ وہ اپنی لونڈیاں لے کر عبداللہ بن جعفر کے پاس پہنچ گیا۔ ابن جعفر نے ایک لونڈی سے کہا: اپنی سارنگی (عود) پکڑ۔ چنانچہ اس نے اپنی سارنگی پکڑی اور گانا بجانا شروع کر دیا پھر وہ شخص ابن عمر کے پاس آ گیا''......

اس واقعہ میں آگے یہ بھی ہے کہ ''ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن جعفر کے پاس گئے تو ان کی ایک لونڈی نے اپنی گود میں سارنگی (عود) رکھی ہوئی تھی۔ ابن جعفر نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا اس سارنگی بجانے میں کوئی حرج (گناہ) تو نہیں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں کہ اس واقعہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں:

۱)......ابن حزمؒ کے اس مطبوعہ رسالۃ (ص۱۰۰) میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے وہاں لفظ اَلْعُودُ (سارنگی) موجود ہی نہیں ہے۔

۲)...... یہ واقعہ ابن حزمؒ کی کتاب "اَلْمُحَلّٰی" (ج۹ص۶۲،۶۳) میں بھی مذکور ہے مگر وہاں راوی نے یہ شک اور تردد ظاہر کیا ہے کہ یا تو اس کے پاس سارنگی تھی یا دف تھی۔ ابن حزم نے یہ واقعہ حماد بن زید، ایوب سختیانی، ہشام بن حسان اور سلمہ بن کہیل کی سند سے نقل کیا ہے اور ایک دوسرے کی روایت آپس میں خلط ملط کردی ہے۔ یہ تمام راوی ابن سیرینؒ سے یہ قصہ بیان کرتے ہیں۔

ایوب راوی کی روایت میں ہے کہ "اس لونڈی نے دف پکڑی" جبکہ ہشام کی روایت میں ہے "اس نے سارنگی پکڑی" (اس روایت میں آگے یہ ہے کہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ ابن جعفرؒ مجھے دیکھ چکے ہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ سارا دن تم شیطانی باجوں میں گزار چکے ہو اب بہت ہو چکا اسے بیچ دو......"

ابن حزم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور واقعی یہ سند صحیح ہے بشرطیکہ اوپر مذکورہ چاروں راویوں تک روایت کرنے والے دیگر راوی بھی ثقہ ہوں اور میرا ظن غالب یہی ہے کہ وہ بھی ثقہ ہیں۔

اس بحث کا مقصد یہ ہے کہ دو ثقہ راوی یعنی ایوب اور ہشام نے اس آلے کو متعین کرنے میں اختلاف کیا ہے جس آلے کو لونڈی نے بجایا تھا۔ پہلے نے کہا ہے کہ وہ دف تھا جبکہ دوسرے (ہشام) کہتے ہیں کہ وہ "العود" (سارنگی) تھا۔ میں نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور اس کی مندرجہ ذیل دو وجوہات ہیں:

۱)......ایوب راوی ابن سیرینؒ کی صحبت (مجلس) میں زیادہ عرصہ رہا ہے اور اپنے شیوخ (اساتذہ) سے روایت کرنے میں بھی ایوب، ہشام سے زیادہ ثقہ ہے جبکہ ہشام اپنے علم و فضل اور ثقاہت کے باوجود ایوب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ جو شخص بھی ان دونوں راویوں کے حالات کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں

''سیر اعلام النبلاء'' (ج۶ص۲۰) میں امام ذہبیؒ نے ایوب کے بارے میں جو درج ذیل بات کہی ہے وہ خصوصیت سے قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے:'' قلت :الیه المنتهی فی الاتقان ''''میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ ثقاہت میں ایوب راوی ہی پر بالآخر اعتماد ہوگا۔''

۲)......دوسری وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ اگر کسی آلہ موسیقی سے لطف اندوز ہوئے ہیں تو ان کی شان اور تقویٰ کے لحاظ سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ آلہ، سارنگی نہیں بلکہ دف ہی ہوگا کیونکہ دیگر تمام آلات موسیقی کے مقابلہ میں دف کا حکم مختلف ہے اور وہ یہ ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں کے لیے دف بجانا جائز ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے دف اور دیگر آلات موسیقی کے نقصان کی تلافی کی صورت میں فرق کیا ہے۔ جیسا کہ امام خلاّل (ص ۲۸) جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:''میں نے عبداللہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص ستار، طبلہ (ڈھول) اور سارنگی وغیرہ توڑ دے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی تاوان لاگو نہیں ہوگا۔''

امام احمدؒ اور شریح القاضیؒ سے بھی اسی طرح کے اقوال پیچھے گزر چکے ہیں۔

امام جعفرؒ نے کہا:''عبداللہؒ سے پوچھا گیا: اگر کوئی دف توڑ دے تو پھر؟ انہوں نے کہا: دف کو نہیں توڑنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے شادی بیاہ کے موقع پر اس کے بجانے کا جواز ملتا ہے۔''

دراصل عبداللہؒ اس حدیث کی جانب اشارہ کر رہے ہیں:

((فَصْلُ مَابَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ اَلدُّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ))[نسائی: کتاب النکاح: باب اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف (ح۳۳۷۱)]

''حلال اور حرام کے درمیان امتیاز کرنے والی چیز دف بجانا اور نکاح کا اعلان کرنا ہے۔''

امام احمد بن حنبلؒ بھی اس حدیث کو ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ دف کو توڑنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ نکاح کے موقع پر اس کے استعمال کو جائز قرار دیا گیا ہے۔علاوہ ازیں اس نکاح کے موقع کا ذکر کر کے دراصل امام احمدؒ نے اپنے فہم وفقاہت کا اظہار بھی فرمایا ہے اور وہ اس طرح کہ ان کے بقول نکاح کے موقع کے علاوہ دیگر مواقع پر دف کا استعمال بھی جائز نہیں ہے۔اور امام خلال کی بیان کردہ درج ذیل روایت بھی اس مفہوم کی طرف اشارہ کرتی ہے:

''حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ دف کا مسلمانوں کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی دف پھاڑ دیا کرتے تھے۔'' [اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوف (ص ٣٧)]

اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام خلالؒ نے یعقوب بن بختانؒ سے ذکر کیا ہے کہ جب ابوعبداللہ سے شادی بیاہ کے موقع پر ایسا دف بجانے کے متعلق سوال کیا گیا جس میں ساز نہ ہو تو انہوں نے اسے مکروہ خیال نہیں کیا اور جب ان سے میت کے پاس دف بجانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اسے توڑنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا اور کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی گلی محلے کے بچوں سے دف لے کر توڑ دیا کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ان ساتھیوں سے بھی بسند صحیح ایسی روایات ذکر کی ہیں [دیکھیے :مصنف ابن ابی شیبہ (ج٩ ص٥٧)]

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم عبداللہ بن جعفرؓ کو اس عمل سے بری (پاک صاف) سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ایک لونڈی کو اس کے سارنگی بجانے کی وجہ سے خریدا ہو، ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارے نزدیک وہ روایات راجح نہیں جن میں ان کی طرف ایسی بات منسوب کی گئی ہے اور اگر بالفرض یہ بات درست مان بھی لی جائے کہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو پھر بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی اور کے قول وفعل میں ہمارے لیے کوئی حجت نہیں!!

علاوہ ازیں زیر بحث مسئلہ میں دوسری طرف اس بات کو بھی خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا جائے گا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو عبداللہ بن جعفرؒ سے زیادہ فقیہ اور بڑے عالم تھے، انہوں نے ابن جعفر سے فرمایا:

حَسْبُکَ الْیَوْمَ مِنْ مَزْمُوْرِ الشَّیْطَانِ (یہ شیطانی کام آج ختم کرو)

یعنی انہوں نے ابن جعفر کے اس عمل کو شیطانی عمل قرار دیا۔

دوسرا قول جو محل نظر ہے اور جسے امام شوکانیؒ نے امام شعبہؒ کی طرف منسوب کیا ہے وہ یہ ہے کہ شعبہ نے کہا:

''میں نے مشہور محدث منہال بن عمروؒ کے گھر میں ستار (آلۂ موسیقی) کی آواز سنی تھی۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: اس روایت کے اصل الفاظ وہ ہیں جنہیں امام عقیلیؒ نے اپنی کتاب الضعفاء میں ''وہب بن جریر عن شعبہ'' کے طریق سے بیان کیا ہے کہ شعبہ نے کہا:

''میں منہال بن عمرو کے گھر آیا اور میں نے اس گھر سے ستار کی آواز سنی تو واپس آ گیا اور ان سے کچھ نہ پوچھا۔'' چنانچہ وہبؒ نے شعبہ سے کہا: آپ نے ان سے سوال کیوں نہ کیا! ہوسکتا ہے کہ انہیں اس مسئلہ کا علم ہی نہ ہو!''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں کہ اس روایت کی سند شعبہ تک صحیح ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ امام منہالؒ کو ان لوگوں کی صف میں شامل نہیں کیا جاسکتا جو جانتے بوجھتے آلاتِ موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ان کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ امام منہالؒ کے بارے میں یہ احتمال بھی ہے کہ شاید انہیں اس مسئلہ کا علم ہی نہ ہو یا ان کی مرضی کے بغیر ان کے گھر میں ستار بجائی گئی ہو۔ لہذا شعبہؒ کا منہالؒ سے گفتگو کیے بغیر واپس آجانا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ یہی وجہ تھی کہ وہب بن جریرؒ نے شعبہؒ کے اس عمل کی وجہ سے ان پر اعتراض کیا۔ حافظ ابن حجرؒ صحیح بخاری کہ شرح فتح الباری کے مقدمے (ص ۴۴۶) میں رقمطراز ہیں کہ

''وہب کا یہ اعتراض صحیح تھا اور اس سے منہال بن عمروؒ پر جرح ثابت نہیں ہوتی۔''

ابن حجرؒ سے پہلے امام ذہبیؒ نے بھی اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں لکھا ہے کہ

''وهذا لا يوجب غمز الشيخ...... اس سے شیخ کا عیب ثابت نہیں ہوتا۔''

یہ واقعہ اپنے اندر اس بات کا امکان بھی رکھتا ہے کہ اسے مجوزین موسیقی کے خلاف پیش کیا جائے کیونکہ اس میں یہ بات مذکور ہے کہ شعبہؒ نے سارنگی کی آواز سنی اور اسے ناپسند کیا اور ان کا اسے ناپسند کرنا بالکل صحیح تھا لیکن انہوں نے جو یہ گمان کر لیا کہ شاید منہال بن عمروؒ اسے جائز سمجھتے ہیں، تو ان کا یہ گمان (بلا دلیل ہونے کی وجہ سے) غلط تھا۔''

حاصل بحث:

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ''علماء اور فقہاء جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں وہ سب احادیث نبویہ اور سلف صالحین کے اقوال کی پیروی کرتے ہوئے آلات موسیقی کی حرمت پر متفق ہیں اگرچہ ان میں سے بعض لوگوں سے اس کے خلاف، جواز کے اقوال بھی منقول ہیں لیکن وہ قابل رد ہیں اس لیے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[النسآء:٦٥]

''قسم ہے تیرے رب کی! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس کے اختلاف میں آپ ﷺ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناراضی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ انہیں قبول کر لیں۔''

چوتھا باب:

میوزک اور موسیقی کو جائز سمجھنے والوں کے شبہات کا ازالہ اور ان کے دلائل کا تجزیہ

امام ابن حزمؒ اور ان کے مقلدین کا یہ خیال کہ......"آلاتِ موسیقی کا استعمال جائز ہے اور اس کے متعلق حرمت کی کوئی دلیل نہیں آئی ......" ہم نے اس خیال کو صحیح احادیث اور ائمہ اربعہ کے راجح مذاہب کے ذریعے غلط ثابت کردیا ہے لہذا اب اس بحث کی تکمیل اور افادے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان بنیادی دلائل کو بھی ذکر کریں جو امام ابن حزمؒ نے گانے بجانے اور آلات موسیقی کو جائز قرار دینے کے لیے پیش کیے ہیں اور پھر ان دلائل کی کمزوری بھی ہم واضح کردیں:

میں (البانیؒ) کہتا ہوں کہ ابن حزمؒ نے اپنے مذکورہ رسالہ (ص ۹۸، ۹۹) اور اپنی کتاب "المحلی" (ج ۹ ص ۶۱، ۶۲) میں دو حدیثوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جبکہ دوسری حدیث، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے:

ابن حزم کی پہلی دلیل:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کو ابن حزمؒ نے صرف امام مسلم کی سند سے بیان کیا ہے جبکہ اس حدیث کو امام بخاریؒ وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس کی تخریج میں نے اپنی کتاب غایۃ المرام [ص ۳۹۹] میں کردی ہے۔ علاوہ ازیں میں نے اس حدیث کو اپنی کتاب مختصر صحیح البخاری [ص ۵۰۸] میں کتاب العیدین کے شروع میں ذکر کیا ہے، وہاں میں نے اس حدیث کے ان زیادات اور فوائد کو بھی بیان کیا ہے جو صحیح بخاری میں مختلف جگہوں پر مذکور ہیں۔ میں یہاں بھی اس

حدیث کو ذکر کیے دیتا ہوں لیکن میں ان زیادات اور فوائد کی نمبرنگ (ترتیب) کو یہاں ذکر نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ [مِنْ جَوَارِ الْأَنْصَارِ](وَفي رِوَاية :قَيْنَتَانِ)[فِي أَيَّامِ مِنٰى تَدُفِّقَانِ وَتَضْرِبَانِ] تُغَنِّيَانِ بِغِنَآء (وفي رواية: بِمَا تَقَاوَلَتْ: وَفِي أُخْرٰى :تَقَاذَفَتِ)الْأَنْصَارُيَوْمَ بُعَاث [وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ]فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ اَبُو بَكْر [وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِه]فَانْتَهَرَنِي (وفي رواية :فَانْتَهَرَهُمَا)وَقَالَ :مِزْمَارَةُ (وفي رواية:مِزْمَارُ)الشَّيْطَانِ عِنْدَ(وفي رواية :أَمَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ)رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ [مَرَّتَيْنِ ؟]فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ (وفي رواية :فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ)فَقَالَ: دَعْهُمَا[يَا أَبَابَكْر [فَ]إِنَّ لِكُلِّ قَوْم عِيداً وَهٰذَاعِيدُنَا]فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا)) [بخاری :کتاب العیدین : باب سنة العیدین لأهل الاسلام (ح ۹۵۲)مسلم:کتاب صلاة العیدین : باب الرخصة فی اللعب(ح۲۰٦۱-۲۰٦۳-۲۰٦٤)].

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ (ایام منیٰ میں) میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر میرے پاس دو (انصاری) بچیاں (ایک روایت کے مطابق دو 'لونڈیاں') موجود تھیں جو (دف بجارہی تھیں اور) جنگ بعاث کے (وہ) گیت گا رہی تھیں (جو انصار نے اس موقع پر گائے تھے اور یہ پیشہ ور مغنیہ نہیں تھیں)۔ آپ ﷺ بستر پر دراز ہو گئے اور (چہرے پر کپڑا اوڑھ کر) اپنا رخ دوسری جانب کر لیا۔ (اسی اثنا میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے۔ (گانے والیوں کو دیکھ کر) انھوں نے مجھے (اور ان گانے والیوں کی) سرزنش کی اور (دو مرتبہ یہ) کہا: نبی ﷺ کے سامنے (اور ان کے گھر میں) یہ شیطانی ساز (کیوں)؟ (یہ سن

کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایااور) متوجہ ہوکر فرمایا: (اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہرقوم میں ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید کا موقع ہے لہذا) انھیں یہ کرنے دو۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسرے کام میں مشغول ہو گئے تو میں نے ان (گانے والیوں کو چلے جانے کا) اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں کہ امام ابن حزمؒ نے اس حدیث سے دف بجانے کے مباح ہونے کی دلیل پکڑی ہے چنانچہ انہوں نے روایت کے ان الفاظ: ''وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ (وہ دونوں مغنیہ (گلوگارہ) نہیں تھیں)''، پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کہا ہے:

''اچھا ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ وہ دونوں مغنیہ (گلوگارہ) نہیں تھیں لیکن یہ بات بھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے فرمائی ہے: ''اِنَّھُمَا کَانَتَا تُغَنِّیَانِ'' (کہ وہ دونوں گا رہی تھیں) لہذا ان دونوں بچیوں سے غناء (گانے بجانے) کا ثبوت مل گیا اور حضرت عائشہ کا یہ فرمانا ''ولیستا بمغنیتین'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اچھا گانے والیاں نہ تھیں لیکن اس تمام بحث میں دلیل نہیں ہے دلیل تو اس بات میں ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا: ''أمزمار الشیطان عند رسول الله؟'' (اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی باجہ؟) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (ایسا کہنے سے) روک دیا۔ لہذا یہ بات ہی صحیح ہے کہ گانا بجانا مطلق طور پر مباح (جائز) ہے اس میں کوئی کراہت نہیں اور جس نے اس کے مباح ہونے کا انکار کیا یقیناً اس نے غلطی کی۔''

اس پر میں (البانیؒ) اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرتے ہوئے جواباً عرض کرتا ہوں:

جو بندہ بھی اس حدیث کو غور سے دیکھے گا اس کے لیے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ اس میں مطلقاً اباحت کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس اباحت میں چھوٹی بچیوں کے علاوہ بڑی عورتیں بھی آ جائیں گی، مرد بھی آ جائیں گے اور دِنوں کی کوئی قید بھی باقی نہیں رہے گی جبکہ یہ تو بہت واضح غلطی ہے کہ حدیث میں جو مفہوم بیان نہیں ہوا

اس مفہوم پر حدیث کو محمول کیا جا رہا ہے!

اس غلطی کا سبب دراصل ایک دوسری غلطی ہے جو اس پہلی غلطی سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور وہ امام ابن حزمؒ کا یہ کہنا ہے:

''دلیل تو اس بات میں ہے کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ''أمزمار الشیطان عند رسول الله ؟'' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روک دیا۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: اس حدیث میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روکنے کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے یہاں تک کہ اشارۃً بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جس بات سے منع کیا ہے وہ تو یہ تھی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ان دونوں بچیوں کو نہ ڈانٹیں اور اس کی علت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ ''فان لکل قوم عیدا وھذا عیدنا '' کہ ہر قوم کا ایک خوشی کا دن ہوتا ہے اور یہ (آج) ہمارا خوشی کا دن ہے۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: یہ علت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فصاحت و بلاغت پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ اس میں ایک پہلو سے آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو اشارۃً برقرار رکھا کہ موسیقی اصلاً ممنوع ہے اور دوسرے پہلو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچیوں کے لیے دف کے ساتھ گانے بجانے کو جائز رکھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسیقی کی حرمت سے ایک چیز کو مستثنیٰ قرار دینے کا اشارہ کر رہے ہیں اور یہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اعتراض کو عمومی طور پر تسلیم کر لیا گیا کیونکہ آپ نے اس بات کو حرمت سے مستثنیٰ کر دیا کہ عید کے موقع پر اس عمل پر کچھ نہ کہا جائے۔ لہذا عید کے موقع پر گانا بجانا ان صفات اور حدود و قیود کے ساتھ جائز ہے جو اس حدیث میں بیان ہو گئی ہیں۔ یہی بات میں نے شیخ نعمان الآلوسی کی کتاب الآیات البینات فی عدم سماع الاموات کے مقدمہ میں بھی تفصیل سے ذکر کی ہے......۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن حزم کو اس مسئلہ میں غلطی لگی ہے اور وہ غلطی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اس حدیث میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو بچیوں کے گانے بجانے پر جو اعتراض کیا اسے ابن حزمؒ نے ایک مطلق اعتراض خیال کر لیا [یعنی یہ سمجھا کہ ہر طرح کے گانے بجانے اور ہر طرح کے آلۂ موسیقی کو استعمال کرنے کے خلاف ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تھا (مترجم)] اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اعتراض کے برعکس بچیوں کو گانے بجانے کی اجازت دے دی تو ابن حزم نے اپنے پہلے گمان کے پیش نظر یہی سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے بجانے کی کھلے عام اجازت دے دی تھی [یعنی آلات موسیقی کے ساتھ یا اس کے بغیر جب اور جیسے چاہیں گا بجا لیں...... (مترجم)] حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کو صرف عید کے دن کے لیے گانے بجانے کی اجازت دی تھی مطلق طور پر تمام آلات موسیقی کے ساتھ گانے بجانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اجازت بھی صرف چھوٹی بچیوں کے لیے تھی جیسا کہ اہل علم نے اس کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے مثلاً علامہ ابن الجوزیؒ رقمطراز ہیں:

''ان دو بچیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں چھوٹی عمر کی تھیں کیونکہ عائشہ چھوٹی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بچیاں بھیج دیتے وہ بچیاں عائشہ کے ساتھ کھیلتی تھیں۔'' [تلبیس ابلیس (ج۱ ص ۲۳۹)]

میرا گمان یہ ہے کہ اگر ابن حزمؒ کو مذکورہ بالا وہم نہ ہوتا تو وہ اس اجازت کے حکم کو عموم پر محمول نہ کرتے۔ میری اس بات کی تائید مذکورہ بالا حدیث بھی کرتی ہے۔ ابن حزمؒ نے اس حدیث کو خاص دلالت پر محمول کیا ہے اور اسے عام نہیں رکھا۔ آپ اپنی کتاب ''المحلی'' میں رقمطراز ہیں: ''خاص جاندار صورتوں کے مشابہہ گڑیوں کے ساتھ بچیوں کے لیے کھیلنا جائز ہے جبکہ دوسروں کے لیے یہ جائز نہیں۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: یہی وہ فقاہت ہے جو مختلف نصوص کے درمیان جمع کا تقاضا کرتی ہے مثلاً جیسے عام اور خاص کے مسئلہ میں۔ ذی روح کی تصویر کی حرمت کے متعلق بہت سی واضح اور مشہور احادیث ہیں (اور یہ عام ہیں) ان احادیث میں سے بچیوں کے کھلونوں والی وہ حدیث مستثنیٰ (یعنی خاص) ہے جس کا ذکر امام ابن حزمؒ نے کیا ہے۔ ابن حزمؒ نے اس حدیث کا رد حرمت والی حدیثوں سے نہیں کیا جیسا کہ بعض فضلاء نے ایسا کیا ہے۔ تاہم ابن حزمؒ نے ایسا اس لیے نہ کیا کیونکہ یہ مذکورہ تطبیق کے خلاف تھا۔

اس طرح ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ابن حزمؒ کا مذہب تصویروں کی (عمومی) حرمت کی طرح آلات موسیقی کی (عمومی) حرمت والا ہوتا اور اس سے وہ عید کے روز دف بجانے کو اسی طرح مستثنیٰ (خاص) قرار دیتے جس طرح انہوں نے بچوں کے لیے ذی روح تصاویر والے کھلونے مستثنیٰ قرار دیئے ہیں مگر یہاں وہ اس توفیق سے محروم رہے اور انہیں آلات موسیقی کی حرمت سے متعلق گذشتہ احادیث پر واقفیت حاصل نہ ہو سکی!......

ہم نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ مذکورہ حدیث امام ابن حزمؒ کے خلاف حجت ہے جیسا کہ علماء کرام کا بھی یہی موقف ہے لہذا میں اس موقف کے متعلق درج ذیل سطور میں بعض علماء کے اقوال کو ذکر کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا:

(۱)......ابو طیب الطبرانی نے کہا:

''یہ حدیث ہماری دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا نام ''مزمور الشیطان / شیطانی باجے'' رکھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس بات کا انکار نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ان پر کوئی انکار کیا تو وہ یہی تھا کہ وہ نرمی سے کام لیں اور عید کے موقع پر اتنی سختی اختیار نہ کریں۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چھوٹی تھیں البتہ

حضرت عائشہؓ کے سمجھ دار اور باعلم ہونے کے بعد آپ سے صرف گانے کی مذمت ہی منقول ہے۔ حضرت عائشہؓ کا بھانجا بھی گانے بجانے کی مذمت کرتا تھا اور گانا سننے سے روکتا تھا اور اس نے یہ علم حضرت عائشہؓ ہی سے حاصل کیا تھا۔'' یاد رہے کہ میں نے اس بات کو ابن الجوزی کی کتاب تلبیس ابلیس (ج ۱ ص ۲۵۳۔۲۵۴) سے نقل کیا ہے۔

(۲)...... **شیخ الاسلام ابن تیمیہ** ؒ نے اپنے رسالہ السماع والرقص میں فرمایا:

''اس حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قسم کے سماع کے عادی نہ تھے۔ اسی لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ''شیطان کا باجہ'' کہا۔ نبی اکرم ﷺ نے لڑکیوں کو ان کے حال پر اس لیے رہنے دیا تھا کہ وہ عید کا دن تھا اور بچوں کو خوشی کے ایسے موقعوں پر کھیلنے کی اجازت دے دی جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لِيَعْلَمَ الْمُشْرِكُونَ أَنَّ فِي دِيْنِنَا فُسْحَةً / تا کہ مشرکین جان لیں کہ ہمارے دین میں آسانی ہے۔'' اور جیسا کہ حضرت عائشہ کے پاس بھی کھلونے (گڑیا وغیرہ) تھے وہ ان کے ساتھ کھیلتی تھیں جبکہ ان کی ہم عمر بچیاں بھی ان (عائشہؓ) کے ساتھ کھیلتی تھیں۔'' [مجموعة الرسائل الكبرى (ج ۲ ص ۲۷۵)]

(۳)...... **حافظ ابن قیم** ؒ نے اپنی کتاب اغاثة اللهفان میں کہا:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب گانے بجانے کا نام ''مزمار الشیطان / شیطانی باجہ'' رکھا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کا انکار نہ کیا بلکہ ان دونوں (بچیوں کو گانے بجانے کی) رخصت دی کیونکہ وہ دونوں بچیاں تھیں اور شرعاً مکلّف نہیں تھیں اور وہ دیہاتیوں کا وہ گانا گا رہی تھیں جو جنگ بعاث کے دن (جنگ اور بہادری کے متعلق) کہا گیا تھا اور وہ دن عید کا تھا۔'' [اغاثة اللهفان (ج ۱ ص ۲۵۷)]

(۴)...... **حافظ ابن حجر** ؒ نے فتح الباری میں نبی اکرم ﷺ کے اس قول

دعهما...... کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ

''اس جملے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس گمان کے خلاف علت اور وضاحت ہے کہ جب وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپ چادر لیے لیٹے تھے اور انہوں نے سوچا کہ شاید اللہ کے رسول ﷺ سو رہے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی بیٹی عائشہ کو گانا سننے سے منع کیا اور اس لیے منع کیا کہ وہ پہلے ہی سے سمجھتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ گانے بجانے کے عمل کو پسند نہیں کرتے لہذا جب آپ نے نبی ﷺ کے ہاں یہ کام ہوتا دیکھا تو آنحضرت ﷺ سے پہلے خود ہی اس پر ڈانٹ ڈپٹ شروع کردی مگر بعد میں نبی اکرم ﷺ نے صورتحال کی وضاحت فرمادی اور انہیں اصل حکم سے متنبہ کردیا اور اس حکم کی علت یہ بتلائی کہ ''انه یوم عید / کہ یہ عید کا دن ہے'' یعنی شرعاً ایک خوشی کا دن ہے لہذا جس طرح شادی بیاہ کے موقع پر گانا بجانا جائز ہے بعینہ اس (عید کے) دن بھی گانا بجانا جائز ہے۔''

ابن حزمؒ کی دوسری دلیل:

ابن حزم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی موسیقی کے جواز کی دلیل پکڑی ہے جسے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع نے روایت کیا ہے کہ

((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ وَعَدَلَ رَاحِلَتَهُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَهُوَ يَقُوْلُ: يَا نَافِعُ، أَتَسْمَعُ؟ فَأَقُوْلُ نَعَمْ، فَيَمْضِي حَتّٰى قُلْتُ لَا، فَوَضَعَ يَدَيْهِ وَأَعَادَ رَاحِلَتَهُ إِلَى الطَّرِيْقِ وَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا))[(صحيح)ابو داؤد: كتاب الأدب :باب كراهية الغناء والزمر(ح٤٩١٦)احمد (ج٢ ص٨،٣٨)]

''ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور اپنی سواری کو راستے سے دور کرلیا۔ پھر انہوں نے پوچھا: اے نافع! تمہیں کوئی آواز آ رہی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ رضی اللہ عنہ (اسی حالت) چلتے

رہے یہاں تک کہ میں نے کہا: اب آواز نہیں آ رہی۔ تو پھر انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں اٹھالیں اور سواری کو واپس راستے پر لے آئے اور کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔'' [مسند احمد (ج ۲ ص ۸، ۳۸) تاریخ ابن سعد (ج ٤ ص ١٦٣) ابوداؤد: كتاب الأدب: باب كراهية الغناء والزمر۔ تلبيس ابليس (ص ٢٤٧) صحيح ابن حبان (ح ٢٠١٣) ذم الملاهى (ق ١/٩) المعجم الصغير للطبرانى (ص ٥۔ هندية) 'شعب الايمان' للبيهقى (ج ٤ ص ٢٨٣)]

ابن حزمؒ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

''اگر یہ میوزک (موسیقی) حرام ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اس میوزک کو سننا مباح قرار نہ دیتے اور نہ ہی ابن عمر نافع کا اس کو سننا جائز سمجھتے اور آپ ﷺ ہر اس چیز کو ناپسند کرتے تھے جو اللہ کی رضا اور قرب کے خلاف ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے ٹیک لگا کر کھانے کو مکروہ خیال کیا...... اگر یہ حرام ہوتا تو آپ ﷺ صرف اپنے کانوں کو بند کرنے پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ اپنے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے کا حکم دیتے اور بانسری کی آواز سننے سے انہیں بھی منع فرماتے۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ ابن حزم سے درگذر فرمائے ان پر اس مسئلہ میں کچھ ایسے امور پوشیدہ رہ گئے ہیں جن کا مخفی رہنا ان کی علمی شایان شان کے منافی ہے اور وہ امور درج ذیل ہیں:

۱)...... ابن حزمؒ کو سماع (کان میں آواز پڑ جانی) اور استماع (توجہ سے سننا) کا فرق معلوم نہ ہوسکا۔ انہوں نے پہلے (لفظ یعنی سماع) کی تفسیر دوسرے (لفظ یعنی استماع) سے کر دی۔ حالانکہ لغت اور قرآن وسنت کی رو سے یہ سراسر غلط ہے۔ اسی لیے ابن تیمیہؒ نے حضرت عائشہ کی اس حدیث جس کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے، لکھنے کے بعد فرمایا:

''اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی اکرم ﷺ نے قصداً لڑکیوں کا گانا سنا جبکہ

امر ونہی کا تعلق صرف سننے سے نہیں بلکہ قصداً سننے سے ہے۔ اسی طرح نظر کا معاملہ ہے کہ اگر نظر بلا اختیار کسی (غیر محرم عورت) پر پڑ جائے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں لیکن قصداً اسے دیکھنا منع ہے۔ اسی طرح (مُحرم کا) خوشبو کو سونگھنے کا معاملہ ہے یعنی احرام کی حالت میں حاجی کے لیے خوشبو سونگھنا جائز نہیں لیکن اگر بغیر قصد وارادہ کے خوشبو حاجی کو محسوس ہو جائے تو کوئی مواخذہ نہیں۔ یہی معاملہ حواس خمسہ یعنی کان، آنکھ، ناک، زبان اور چھونے کے ساتھ ہے کہ ان میں امر ونہی کا تعلق بھی قصد وعمل کے ساتھ مربوط ہے اور جو کام بغیر قصد کے ہو جائے تو اس میں امر ونہی کا کوئی دخل نہیں۔ یہی تشریح اس روایت کی بھی کی گئی ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (اور پیچھے گزر چکی ہے)......اس حدیث سے بعض لوگ موسیقی اور قوالی کے جائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کان بند کرنے کا حکم کیوں نہیں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ قصداً بانسری کی آواز نہیں سن رہے تھے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منع فرماتے) بلکہ (آواز کے بلند ہونے کی وجہ سے انہیں بے اختیار وہ) آواز سنائی دے رہی تھی اور اس میں کوئی گناہ نہیں (کہ بلا اختیار آدمی کا کان کوئی آواز سن لے) جب کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے اس لیے ہٹ گئے کہ راستے سے ہٹ جانا ہی افضل واکمل تھا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک بندہ راستے پر جا رہا ہو اور اس کے کانوں میں لوگوں کی ایسی گفتگو کی آواز پڑ جائے جو حرام ہو، تو وہ اپنے کانوں کو بند کر لے تا کہ ان کی آواز نہ آئے تو یہ بہتر ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو بھی گنہگار نہ ہوگا اور اگر اس گفتگو کے سننے میں کوئی دینی خرابی واقع ہو رہی ہو اور اس سے بچنے کی صرف یہی صورت ہو کہ اپنے کان بند کر لیے جائیں تو پھر لازماً اپنے کان اس وقت بند کرنا ہوں گے۔''

۲)......ابن حزمؒ نے گویا یہ تصور کیا ہے کہ بانسری بجانے والا چرواہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حکم بھی دے سکتے تھے، منع بھی فرما سکتے تھے......

حالانکہ حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ وہ چرواہا بالکل آپ ﷺ کے پاس تھا بلکہ حدیث میں تو ابن حزمؒ کے تصور کے برخلاف یہ ہے کہ بانسری بجانے والا دور تھا اور نظروں سے اوجھل تھا، البتہ اس کی بانسری کی آواز آرہی تھی۔اسی لیے تو علامۃ ابن عبدالھادی نے شیخ ابن تیمیہؒ کے کلام کا خلاصہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

((وتقرير الراعي لايدل على اباحته لأنها قضية عين فلعله سمعه بلا روية أوبعيد امنه على رأس جبل أومكان لايمكن الوصول اليه أولعل الراعي لم يكن مكلفا فلم يتعين الانكار عليه))

''چرواہے کو نہ روکنا موسیقی کے جواز پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف بانسری کی آواز سنی ہو جبکہ بانسری بجانے والا آپ کی آنکھوں سے اوجھل ہو یا دور کہیں پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا ایسی جگہ پر ہو جہاں تک پہنچنا مشکل ہو یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چرواہا مکلّف ہی نہ ہو (یعنی غیر مسلم ہو یا چھوٹا بچہ ہو) لہذا آپ ﷺ نے اسے منع نہ کیا۔''

۳)......یقیناً گانے اور آلات موسیقی کی حرمت شراب کے حرمت سے زیادہ سخت نہیں اور یہ بات مشہور ومعروف ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے درمیان زندہ تھے جبکہ صحابہ کرام شراب کی حرمت سے پہلے اسے پیا کرتے تھے تو کیا پھر یہ کہنا درست ہے کہ:''نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس عمل پر ثابت رکھا اور ان کو منع نہیں کیا (لہذا شراب بھی حرام نہیں؟!)''اگر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے کہ اس حدیث سے موسیقی کا جواز نکلتا ہے تو پھر ہم یہ کہتے ہیں:''اس بات کا احتمال ہے کہ (شراب ہی کی طرح) یہ واقعہ بھی حرمت موسیقی سے پہلے کا ہو اور احتمال والے معاملے سے دلیل پکڑنا باطل ہوجاتا ہے۔''

۴)......اگر بالفرض اس حدیث سے موسیقی کا کوئی جواز نکلتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ اس چرواہے کی بانسری کے ساتھ خاص ہے (دیگر لوگ اس میں شامل نہیں ہوسکتے)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بانسری جو ایک سادہ سا ابتدائی آلۂ موسیقی ہے اور نفس کو بھڑکانے اور اسے اعتدال کی حد سے نکالنے میں زیادہ مؤثر کردار بھی ادا نہیں کرتا مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے اسے سننا گوارا نہیں کیا تو جب اس بانسری کی یہ صورتحال ہے تو پھر دوسرے جدید قسم کے آلات (مثلاً سارنگیاں، پیانو، باجے وغیرہ) کے متعلق آپ کی کیا رائے ہوگی جو کہ گردش ایام کے ساتھ عصر حاضر میں نہایت پرتاثیر بن چکے ہیں اور بے شمار گلوکار انہیں استعمال کرنے اور دوسرے لوگ انہیں سننے کے حوالے سے فتنے کا شکار ہو چکے ہیں!

گزشتہ بحث کے باوجود اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ابن حزم نے موسیقی کے جواز کے لیے بانسری والی جو حدیث پیش کی ہے وہ ایک خاص صورت ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اس خاص دلیل سے بھی اباحت موسیقی پر کوئی استدلال نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں تو نبی ﷺ کے چرواہے کی بانسری کی آواز کو مکروہ سمجھنے پر دلیل ملتی ہے اور یقیناً یہ شرعی کراہت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے عموم میں داخل ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[الاحزاب: ۲۱]

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی طرز زندگی) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے''

اسی وجہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع کی اور غیر اختیاری طور پر آنے والی میوزک (بانسری) کی آواز سے بچنے کے لیے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھا جیسا کہ ہم نے اس بات کی وضاحت کردی ہے لہذا جان بوجھ کر میوزک سننے کے متعلق تو آپ رضی اللہ عنہ کا موقف اس سے بھی سخت ہوگا اور اسی لیے ابن جوزیؒ نے (تلبیس ابلیس ص ۲۴۷ پر) کہا ہے:

''جب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس بانسری کی آواز کو بھی پسند نہیں کیا جو نفس کو بہت زیادہ بے چین نہیں کرتی تو پھر آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ موجودہ موسیقی اور آلات موسیقی کو آپ رضی اللہ عنہ کتنا زیادہ ناپسند کریں گے؟''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں کہ اب اس ماڈرن زمانے کے گلوکاروں کا کیا کیا جائے؟ کیا ان کی موسیقی کو غیر ضرر رساں قرار دیا جا سکتا ہے؟! [ہرگز نہیں ......مرتب]

اس فصل کے اختتام سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ قارئین کے سامنے ایک ایسی مفید روایت پیش کر دوں جس کو (آلات موسیقی) کے متعلق تقریباً ہر لکھنے والے نے ذکر کیا ہے اور وہ روایت خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے۔ اس روایت کو پڑھنے والا جان لے گا کہ سلف صالحین آلات موسیقی سے کتنی نفرت کرتے تھے اور ان آلات موسیقی کو پھیلانے والے کو اس بات کا مستحق سمجھتے تھے کہ اس کو تعزیری سزا دی جائے اور اس کی بدنامی کرائی جائے۔ (وہ روایت درج ذیل ہے)

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عمر بن ولید کو خط لکھا جس میں یہ درج تھا...... ''آلات موسیقی اور گانے بجانے کو رواج دے کر تو نے دین اسلام میں بدعت کا کام کیا۔ لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تیرے پاس اس بندے کو بھیجوں جو تیرے لمبے لمبے بالوں کو برے طریقے سے کاٹ ڈالے۔'' [سنن نسائی: کتاب قسم الفی : باب قسم الفي (ح ٤١٤٠) "الحلية "لأبی نعیم (ج٥ ص ٢٧٠، ٣٠٩) "سيرة عمر" لابن عبدالحكم (ص ١٥٤-١٥٧)]

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کوئی شخص اپنی اولاد کے معلم کو خط لکھ کر اس سے درخواست کرے کہ وہ (معلم) اس کے بچوں کی تربیت اس انداز سے کرے کہ بچے موسیقی اور آلات موسیقی سے نفرت کریں۔ چنانچہ ابو حفص عمر بن عبداللہ اُموی فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کے معلم کو خط لکھ کر درخواست کی کہ وہ ان کی تربیت اس انداز سے کرے کہ اس کی اولاد آلات موسیقی سے نفرت رکھے، لکھتے ہیں: ''سب سے پہلا ادب جو وہ تجھ سے حاصل کریں وہ ان کی ان آلات موسیقی سے نفرت

ہونی چاہیے جن کی ابتدا شیطانی ہے اور انتہا اللہ کی ناراضگی ہے۔ مجھے اہل علم سے یہ بات حاصل ہوئی ہے کہ: ''گانے بجانے کی محفلوں میں جانے اور گانے سننے سے دل میں اتنی تیزی سے نفاق پیدا ہوتا ہے جتنی تیزی سے پانی سے سبزہ اُگتا ہے۔'' ["ذم الملاهی" (ق ١/٦) "تلبیس ابلیس" (ص ٢٥٠)]

یاد رہے کہ یہ جملہ:

''أن الغناء ینبت النفاق /موسیقی نفاق پیدا کرتی ہے۔''

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس کی تخریج آگے آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

کچھ ضمنی بحث:

بعض لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ

''گذشتہ احادیث، تفصیلات اور علماء کے اقوال سے آلات موسیقی کی حرمت کا بھی ہمیں علم ہوگیا ہے اور اس بات کا بھی پتہ چل گیا ہے کہ شادی بیاہ اور عید کے موقع پر دف بجائی جاسکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دو جگہوں کے علاوہ کسی اور موقع پر بھی دف بجانا جائز ہے یا نہیں؟

میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ بعض علماء نے اس مسئلہ پر جس طرح اظہار خیال کیا ہے اس سے ان کے کلام سے ہر خوشی کے موقع پر مثلاً بچوں کے ختنوں کی دعوت پر اور مسافر کی واپسی کے موقع پر دف بجانے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ بہرحال اپنے علم کی حد تک میں نے کوئی ایسی روایت نہیں پائی جس سے اس کے مطلق ہونے کی دلیل پکڑی جاسکے۔ یہاں تک کہ موقوفاً بھی ایسی کوئی روایت مجھے نہیں ملی جبکہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ''مسئلة السماع'' (ص ١٣٣) میں ابوشعیب الحرانی عن خالد عن ابن سیرین کے طریق سے ایک اثر بیان کیا ہے کہ

''ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب دف کی آواز سنتے تو اس کے متعلق پوچھتے ؟اگر لوگ یہ جواب دیتے کہ کوئی شادی بیاہ ہے یا ختنے کی دعوت ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ خاموش ہو جاتے۔''

اس کے رجال ثقہ ہیں لیکن یہ منقطع ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اس حدیث کی نسبت ابو شعیب الحرانی کی طرف کر کے اس کی افادیت کو ختم کر دیا ہے کیونکہ ابو شعیب ثقہ ہونے کے باوجود کوئی مشہور مصنف نہیں جبکہ اسی حدیث کو ان لوگوں نے بھی روایت کیا ہے جو ابو شعیب سے کہیں زیادہ مشہور اور ثقہ ہیں مثلاً ابن ابی شیبہ (مصنف ج۴ص۱۹۲) عبدالرزاق (مصنف ج۱۱ص۵) اور عبدالرزاق سے امام بیہقی نے اپنی سنن (بیہقی ج۷ص۲۹۰) میں دو سندوں کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ایک سند ''عن أيوب عن ابن سيرين :أن عمر كان ......'' ہے اور دوسری یعنی ابن ابی شیبہ کے لفظ یہ ہیں ''عن ابن سيرين قال :نبئت ان عمر ......'' (یعنی ابن سیرین فرماتے ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ سے یہ خبر پہنچی ہے]

ان دونوں سندوں سے واضح ہے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ محمد بن سیرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا بلکہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بیس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

بعض لوگوں نے ''عبداللہ بن بریدہ عن ابیہ'' کی روایت سے بھی اس مسئلہ میں استدلال کیا ہے، اور وہ روایت درج ذیل ہے:

''عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ رنگ کی لونڈی آئی اور اس نے کہا: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لے آئے گا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجاؤں گی (اور گانا گاؤں گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو نے یہ نذر مانی ہے تو اسے پورا کرلو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے لوگ آئے اور وہ دف بجاتی رہی لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ اپنے دف کو اپنے پیچھے چھپانے لگی۔ (ایک

روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس نے اپنی سرین تلے دف کو چھپایا اور اس پر بیٹھ گئی، پہلے) وہ عورت بلند آواز میں گا رہی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تجھ سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے، میں یہاں بیٹھا تھا اور یہ عورت دف بجا رہی تھی، یہ بیٹھے ہوئے لوگ باہر سے آئے تو تب بھی یہ دف بجاتی رہی لیکن اے عمر رضی اللہ عنہ! جب تم داخل ہوئے تو اس نے دف کو چھپا لیا۔" [ترمذی: کتاب المناقب: باب قولہ ﷺ: ان الشیطان لیخاف منك یاعمر (ح ۳۶۹۰) امام ترمذی، ابن حبان اور ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے: السلسلة الصحیحة (ح ۱۶۰۹، ۲۲۶۱) حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۱۱ ص ۵۸۷، ۵۸۸) میں اس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے دادا نے اپنی کتاب اَلْمُنْتَقٰی میں بریدہ کی اس حدیث کا یہ باب باندھا ہے: باب ضرب النساء بالدف لقدوم الغائب ومافی معناہ یعنی "مسافر کی واپسی کے موقع پر اور اس جیسے دوسرے مواقع پر عورتوں کا دف بجانا۔"

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: اس حدیث پر مذکورہ باب باندھ کر جو مسئلہ نکالا گیا ہے وہ میرے نزدیک محل نظر ہے کیونکہ وہ ایک مخصوص واقعہ ہے جس میں عموم کی گنجائش نہیں۔ اور ظاہر ہے مسافر کی واپسی کو خوشی کے موقع پر قیاس کرنا درست نہیں، اسی لیے میں نے اپنی کتاب السلسلة الصحیحة [ج ٤ ص ۱٤۲] میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

"اس حدیث کی وجہ سے بعض لوگوں کو اشکال ہو گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی بیاہ اور عید کے موقع کے علاوہ دف بجانا نافرمانی کا کام ہے اور نافرمانی کے کام کی نہ تو نذر مانی جا سکتی ہے اور نہ ہی اسے پورا کرنا جائز ہے۔ جو بات مجھے معلوم ہو سکی ہے وہ یہ ہے کہ اس عورت نے جو نذر مانی تھی وہ خوشی کی تھی۔ اس خوشی کا سبب اگرچہ نبی اکرم ﷺ کا صحیح سلامت غالب ہو کر واپس آنا تھا لہٰذا اس خوشی کے اظہار کے لیے اس کی نذر سے چشم پوشی کر لی گئی (وگرنہ تو اس کام کی نذر ماننی بھی جائز نہیں) اور یہ دف کی نذر

والا معاملہ بھی صرف نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے لہذا اس کو دلیل بنا کر بقیہ خوشی کے مواقع پر دف بجانے کا جواز نہیں نکالا جا سکتا۔ ویسے بھی یہ روایت آلات موسیقی اور دف کی حرمت کے متعلق عمومی دلائل کے برعکس ہے البتہ بعض مواقع جو ہم نے پہلے ذکر کر دیئے ہیں وہ ان سے مستثنیٰ ہیں'' [یاد رہے کہ ہماری کتاب السلسلة الصحیحة کی پانچویں جلد (ص ۳۳۲-۳۳۳) میں بھی اس کے متعلق بحث موجود ہے]

اسی طرح امام خطابیؒ نے بھی ''معالم السنن '' (ج ۴ ص ۳۸۲) میں اس سبب کو بیان کیا ہے جس کو میں نے ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''دف بجانا ان نیکی کے کاموں میں سے نہیں جن نیکی کے کاموں کی نذر مانی جا سکتی ہے۔ یہ (دف بجانا) زیادہ سے زیادہ مباح ہے۔ البتہ جب نبی اکرم ﷺ کسی غزوہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو چونکہ وہ آپ ﷺ کے صحیح سلامت واپس آ جانے کی وجہ سے ایک خوشی کا موقع تھا اور اس میں کافروں کو تکلیف بھی تھی اور مشرکین کی ذلت بھی، لہذا ایسے موقع پر یہ مباح کام بھی نیکی کے کاموں میں سے ہو گیا۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: اس میں اس بات کی طرف زبردست اشارہ ہے کہ یہ مخصوص واقعہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اس میں عموم کی کوئی گنجائش نہیں جیسا کہ اس جیسی دیگر مثالوں میں فقہا بھی یہی بات کہتے ہیں۔ واللہ اعلم!



پانچواں باب:

میوزک (ساز) کے بغیر گانا گانے کی شرعی حیثیت

کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کا حکم تو پہچان لیا ہے کہ دف کے علاوہ ہر طرح کے آلات موسیقی حرام ہیں اور دف بھی صرف شادی بیاہ اور عید وغیرہ کے موقع پر بجائی جا سکتی ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آلات موسیقی کے بغیر گانا گانے کا کیا حکم ہے؟

میں (البانی ؒ) اس سوال کے جواب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بغیر آلے کے گانا گانے کو مطلق طور پر حرام کہنا ٹھیک نہیں جس طرح کہ اسے مطلقاً مباح کہنا درست نہیں کیونکہ اس کے متعلق کوئی دلیل نہیں البتہ بعض متقدم اور متاخر خواہش پرست صوفیاء نے اسے مطلقاً مباح کہا ہے۔ گانا عام طور پر اشعار پر مشتمل ہوتا ہے اور شعر مطلقاً حرام نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً)) ''بعض شعروں میں دانائی ہوتی ہے۔'' [بخاری: کتاب الأدب: باب مایجوز من الشعر......(ح٦١٤٥)السلسلة الصحيحة (٢٨٥١)]

بلکہ آپ ﷺ تو کبھی کبھی کسی چیز کی مثال بیان کرتے ہوئے شعر پڑھ لیا کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (یا طرفہ شاعر) کا یہ شعر آپ ﷺ پڑھتے:

((وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدُ)) [السلسلة الصحيحة (ح٢٠٥٧)مسنداحمد (ج٦ص ١٣٨،٣١)ترمذی: کتاب الادب: باب ماجاء فی انشاد الشعر(ح٢٨٤٨)]

''تیرے پاس وہ ایسی خبریں لائے گا جو ابھی تک نہیں آئیں''۔

اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ سے شعروں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ؐ نے فرمایا:

((هُوَ كَلَامٌ حَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ))[السلسلة الصحيحة (ح٤٤٧)]

''یہ ایسا کلام ہے جس میں اچھے اشعار اچھے ہیں اور برے اشعار برے ہیں۔''

اسی کے مثل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے:

((خُذْ بِالْحَسَنِ وَدَعِ الْقَبِيْحَ))[ایضا] ''اچھی بات لے لو اور بری بات چھوڑ دو۔''

واضح رہے کہ میں نے اپنی کتاب السلسلة الصحيحة میں کعب بن مالک کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں اور ان میں ایک ان کا قصیدہ بھی ہے جس میں چالیس بیت ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (بغیر کسی آلات موسیقی) قصداً شعر سننے کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ میوزک اور بے ہودگی سے خالی اشعار سنے اور پڑھے جا سکتے ہیں مثال کے طور پر چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب بخار ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھتے:

كُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر بندہ اپنے گھر صبح کرنے والا ہے حالانکہ اس کی موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب اتر جاتا تو وہ یہ شعر کہتے:

ألا ليت شعري هل أبيتن ليلةً بواد وحولي اذخر وجليلُ

وهل أرِدَنْ يوماً مياه مجنةٍ وهل يبدون لي شامة وطفيلُ

''کاش میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار سکتا اور میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل (گھاس) ہوتیں۔ کاش! ایک دن میں مجنہ کے پانی پر پہنچتا اور کاش! میں شامہ اور طفیل (پہاڑوں) کو دیکھ سکتا۔'' مزید وہ کہتے:

((اللهم اخز عتبة بن ربيعة وامية بن خلف كما أخرجونا من مكة))

اے میرے اللہ! عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف کو ذلیل و رسوا کر دے، انہوں نے ہمیں مکہ مکرمہ (ہمارے آبائی شہر) سے نکالا ہے۔''

[احمد (ج ٦ ص ٨٢، ٨٣) اس کی سند صحیح ہے، یہی روایت بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ بخاری: کتاب فضائل المدینہ (ح ١٨٨٩) السلسلة الصحيحة میں اس کی تخریج موجود ہے (ح ٢٥٨٤)]

۲)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (انس) اپنے بھائی براء بن انس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور براء رضی اللہ عنہ اپنی ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھ کر کچھ گنگنا رہے تھے، تو انس رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا جبکہ انہوں نے کہا: ''کیا تجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں اپنے بستر پر ہی موت کی آغوش میں چلا جاؤں گا حالانکہ میں نے سو کافر اس طرح قتل کیے ہیں کہ ان کے قتل میں میرے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں تھا'' [حاکم: (ج۳ص ۲۹۱) مصنف عبدالرزاق (ج ۱۱ ص ٦ ۔ح ۱۹۷٤۲) المعجم الکبیر للبطرانی (ج ۱۲ ص ۱۱۷۸) الحلیلة لأبی نعیم (ج ۱ ص ۳۵۰) امام حاکمؒ نے کہا کہ شیخین کی شرط پر یہ روایت صحیح ہے۔ امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے]

۳)......عبداللہ بن حارث بن نوفل نے کہا: میں نے اسامہ بن زید کو ایک مجلس میں (ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھ کر) بیٹھے دیکھا اور وہ اپنی آواز بلند کر رہا تھے عبداللہ کہتے ہیں: حسبتہ یتغنی النصب میرا خیال ہے کہ وہ راگ لگا کر گنگنا رہا تھا۔
[مصنف عبدالرزاق (ح ۱۹۷۳۹) بیہقی (ج ۱ ص ۲۲٤) اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے]

۴)......وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ٹیک کی حالت میں بیٹھے ہوئے کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ گنگنا لیا کرتے تھے۔ ایک آدمی نے تعجب سے پوچھا: کیا وہ بھی گنگناتے تھے؟ تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کون سا مہاجر ایسا ہے جسے میں نے ترنم کے ساتھ گنگناتے ہوئے نہ سنا ہو؟'' (یعنی بے شمار مہاجر صحابہؓ گنگنا لیا کرتے تھے اور اسے معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ (مترجم) [مصنف عبدالرزاق (ح ۱۹۷٤۱) البیہقی (ج ۱۰ ص ۲۳۰)]

۵)......سائب بن یزید نے کہا: ایک مرتبہ ہم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لیے جا رہے تھے، ہمارا ارادہ مکے کا تھا۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ راستے سے ہٹ گئے اور پھر انہوں نے رباح بن مغترف کو کہا: اے ابوحسان! (یہ رباح کی کنیت تھی) ہمیں کوئی گانا سناؤ۔'' ابوحسان اچھی راگ (ترنم) والے تھے، چنانچہ

انہوں نے گنگنانا شروع کردیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے انہوں نے دیکھا تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہم ایسا کھیل سفر کاٹنے کے لیے کرتے ہیں۔تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر تم شعروشاعری کو پسند کرتے ہوتو پھر ضرار بن خطاب کے شعروں سے شوق پورا کرو۔[ضرار قبیلہ بنومحارب بن فہر کا آدمی تھا][السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ١٠ص ٢٢٤) اس کی سند اچھی ہے۔امام بیہقی فرماتے ہیں: ''نصب''عرب دیہاتیوں کے راگوں کی ایک قسم ہے جوحدی خوانی کے مشابہہ ہے۔یہی بات ابوعبیدالہروی نے کہی ہے۔قاموس میں لکھا ہے کہ نصب العرب سے مراد عربوں کے راگوں کی ایک ایسی قسم ہے جوحدی خوانی سے بھی لطیف اورخوبصورت ہے]

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: ان احادیث اور آثار سلف میں بعض موقعوں پر بغیر آلۂ موسیقی کے گانا گانے کا جواز موجود ہے جیسے موت کی یاد میں، گھر والوں یا وطن کی یاد میں نفس کوسکون پہنچانے کے لیے، سفر کی تھکاوٹ اور مشقت اتارنے کے لیے، البتہ نہ تو اسے پیشہ بنایا جائے اور نہ ہی حد اعتدال سے تجاوز کیا جائے یعنی گانے میں اخلاقیات کے منافی کام مثلاً اچھلنا، کودنا، اور رپاؤں بجانا وغیرہ نہ کئے جائیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزادکردہ لونڈی ام علقمہ سے روایت ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجوں کا ختنہ کیا گیا جس سے انہیں درد ہوا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: اے ام المومنین! کیا ہم ایسے بندے کو نہ بلائیں جو ان کا دل بہلائے آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! ام علقمہ کہتی ہیں کہ میں نے ایک گانا گانے والے کو بلوایا۔وہ آ گیا (اور بچوں کا دل بہلانے لگا) جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گھر میں ان کے پاس سے گزریں تو وہ گانا گارہا تھا او زدیوانگی سے اپنے سر کو ہلا رہا تھا، وہ بندہ اشعار پر بڑا عبور رکھنے والا تھا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اف! یہ تو شیطان ہے اسے باہر نکالو چنانچہ لوگوں نے اسے باہر نکال دیا۔'' [السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ١٠ ص ٢٢٣۔٢٢٤) ''الأدب المفرد'' للبخاری (ح ١٢٤٧) اس کی سند حسن ہے۔حافظ ابن رجبؒ نے ''نزھة الأسماع'' (ص ٥٥) میں اسے صحیح کہا ہے]

امام بیہقیؒ نے ان احادیث اور آثار پر یہ باب باندھا ہے:

باب الرجل لاینسب نفسه الی الغناء ولایؤتی لذلک ولایأتی علیه وانما یعرف بأنه یطرب فی الحال فیترنم فیها

''اس آدمی کا بیان جو گانے بجانے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کرتا اور نہ اس کا شوقین ہے نہ مخالف البتہ اس کے بارے میں یہ معروف ہے کہ بسا اوقات وہ خوشی سے جھومنے اور سُر (راگ) لگانے لگتا ہے۔''

شیخ ابوالفراج ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں اس مسئلہ پر ایک سے زیادہ فصلوں میں بہترین کلام کیا ہے ابن الجوزیؒ نے جو کچھ کہا اس کا حاصل یہ ہے:

''لوگوں نے گانے (موسیقی) کے متعلق لمبا کلام کیا ہے بعض نے اسے حرام کہا ہے۔ بعض نے بغیر کسی کراہت کے اسے جائز کہہ دیا ہے۔ بعض نے اس کو جواز کے ساتھ ساتھ مکروہ خیال کیا ہے حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پہلے چیز کی ماہیت کو دیکھا جائے، پھر اس پر حرمت یا کراہت وغیرہ کا حکم لگایا جائے۔ کیونکہ ''الغناء'' کے لفظ کا اطلاق کئی چیزوں پر ہوتا ہے مثلاً:

۱)......حاجیوں کا راستے میں گانے گانا۔ جب عجمی لوگ حج کے لیے آتے تھے، تو وہ راستے میں ایسے اشعار گاتے آتے تھے جن میں وہ خانہ کعبہ، زمزم اور مقام ابراہیم وغیرہ کے اوصاف بیان کرتے۔ ایسے اشعار کو سننا جائز ہے۔ وہ اشعار کو اس طرح نہیں پڑھتے تھے کہ سننے والا اتنا خوش ہو کہ حد سے تجاوز کر جائے۔

۲)......مجاہدین بھی اس حکم میں آ جاتے ہیں، یہ جہاد پر برانگیختہ کرنے کے لیے اشعار کہتے۔ لہٰذا لڑائی کے وقت تفاخر اور مقابلہ کرنے والوں کو ابھارنے کے لیے اشعار کہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

۳)......اسی طرح مکہ کے راستے میں حدی خوانوں کے اشعار بھی اسی معنی میں ہیں جیسا کہ ایک حدی خوان کا قول ہے:

"بشر هادليلها وقالا غدا ترين الطلح والجبالا......"

یہ مصرع اونٹ اور آدمی کو خوشی سے متحرک کر دیتا ہے لیکن اس سے اتنی بھی خوشی نہیں ہوتی جو انسان کو حد اعتدال سے متجاوز کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک حدی خواہ تھا جسے اَنْجَشَہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا وہ اونٹوں کو چلانے والا تھا (یعنی حدی خوان تھا اور ایسی حدی گاتا تھا کہ جس سے اونٹ مست ہو جاتے اور خوب بھاگتے۔ ایک موقع پر اس سے) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَنْجَشَہ! شیشوں کو آہستہ لے کر چل۔" (یہاں شیشوں سے مراد اونٹوں پر موجود ہودجوں میں بیٹھی ہوئی عورتیں ہیں) [بخاری: کتاب الادب: باب مایجوز من الشعر والرجز والحداوما یکرہ منه (ح ٦١٤٩)]

۴)......اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف گئے ہم رات کے وقت چل رہے تھے تو قوم کے ایک آدمی نے عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کو کہا: کیا تو ہمیں گانا نہیں سنائے گا؟ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے چنانچہ وہ سواری سے اترے اور یہ اشعار گانے لگے:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
وَثَبِّتَ الْاَقْدَامَ اِذْ لَاقَيْنَا ....

"اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ ہم صدقہ دے سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے اور اے اللہ! جب دشمن سے ہمارا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔......"

اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: "یہ گانے والا (حدی خوان) کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: عامر بن اکوع۔ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "یَرْحَمُهُ اللّٰهُ" اللہ اس پر رحمت فرمائے" [حوالہ سابقہ (ح ٦١٤٨)]

امام شافعیؒ سے روایت کیا گیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"حدی سننے اور دیہاتیوں کے گیت سننے میں کوئی حرج نہیں۔" [ایضا]

امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب "الاعتصام" [ج ۱ ص ۳۶۸] میں بعض صوفیاء کا رد

کرتے ہوئے حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرمایا:
''یہ ٹھیک ہے لیکن عرب کے ہاں ایسے گیت نہیں تھے جن کا رواج موجودہ دور میں ہے بلکہ وہ تو صرف شعر پڑھتے تھے۔ موجودہ دور میں جو زیر و بم اور اتار چڑھاؤ ہے یہ اس وقت نہیں تھا بلکہ اس وقت لوگ زیادہ سے زیادہ آواز کو اس طرح نرم یا لمبا کرتے تھے جس طرح کہ موسیقی کی راگوں سے بالکل ناواقف عربوں کے لیے ممکن ہوسکتا تھا۔ لہذا اس آواز میں نہ تو لذت ہوتی تھی نہ ہی ایسا راگ جو بندے کو غافل بنادے۔ ان اشعار میں صرف خوشی اور تروتازگی ہوتی تھی جیسے عبداللہ بن رواحہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز میں حدی پڑھتے تھے اور جیسے انصار خندق کی کھدائی کرتے ہوئے کہتے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا   عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس وقت تک جہاد کرنے کا عہد کیا ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواباً یہ شعر پڑھتے:

اللهم لا خير الا خير الآخرة   فاغفر الانصار والمهاجرة

اے اللہ! تیرے سوا کسی کے ہاتھ میں خیر نہیں۔ اے اللہ! انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما'' [تلبيس ابليس (ص ٢٣٧ تا ٢٤١) بحواله: بخاري: كتاب الجهاد: باب حفر الخندق (ح ٢٨٣٥)]

پھر ابن جوزیؒ نے اس روایت کو ذکر کیا جس کو امام خلالؒ نے اپنی کتاب **الامر بالمعروف** (ص ۳۴) میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ''ہمارے پاس انصار کی ایک یتیم لونڈی تھی ہم نے اس کی ایک انصاری آدمی سے شادی کردی۔ میں ان میں سے تھی جو اسے اس کے خاوند کے گھر چھوڑنے گئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! انصار گانا پسند کرتے ہیں تم نے وہاں کیا کہا تھا۔ میں نے فرمایا: ہم نے برکت کی دعا کی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم

لوگوں نے یہ کیوں نہ کہا:

اَتَيْنَا كُمْ اَتَيْنَا كُمْ فَحَيُّوْنَا نُحَيِّيْكُمْ

''ہم تمہارے پاس آئے ہیں، ہم تمہارے پاس آئے ہیں...... ہم بھی سلامت رہیں تم بھی سلامت رہو......''

پھر ابن جوزیؒ نے (ص۲۴۰ پر) اپنی سند کے ساتھ ابوحامد الخلقانی سے روایت کیا ہے کہ ابوحامد نے کہا: میں نے احمد بن حنبلؒ سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! ان رقت آمیز قصیدوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جن میں جنت اور جہنم کا تذکرہ کیا گیا ہو؟ امام احمدؒ نے کہا: کوئی مثال پیش کرو۔ میں نے کہا: مثلاً یہ قصیدہ ہے:

اذا قال لی ربی اما استحییت تعصینی

وتخفی الذنب من خلقی وبالعصیان تاتینی

''جب میرا رب مجھ سے پوچھے گا: تجھے میری نافرمانی کرتے ہوئے شرم نہ آئی؟ تو میری مخلوق سے تو اپنے گناہ چھپاتا تھا جب کہ یہ بھول جاتا تھا کہ تو میری نافرمانی کر رہا ہے؟

امام احمدؒ نے کہا: دوبارہ پڑھ۔ میں نے دوبارہ پڑھے۔ آپؒ وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور آہ وزاری کے ساتھ یہی شعر پڑھنے لگے اور میں اندر سے آنے والی آواز کو سن رہا تھا کہ آپ یہی اشعار پڑھ رہے ہیں''۔[تلبیس ابلیس (ص ۲٤۰)]

لیکن وہ اشعار جنہیں گویے گاتے ہیں اور جن میں خوبصورت عورتوں، شراب اور اس کے علاوہ ان چیزوں کا تذکرہ ہوتا ہے جو نفس کو بے چین کر دیتی اور جذبات و خواہشات کو بھڑکا دیتی ہیں (تو ایسے شعر ممنوع ہیں) آج کل ایسے ہی شعر معروف ہو چکے ہیں...... گویوں نے ان اشعار کو ایسے راگ سے گاتے ہیں جو سننے والے کے جذبات کو بھڑکا دیتے ہیں اور اسے خواہشات کا تابع بنا دیتے ہیں۔ گویوں کے ہاں ایک اصطلاح ہے جسے بسیط کہتے ہیں، ان کے نزدیک اس سے مراد وہ موسیقی ہے جو

طبیعت کے ٹھہراؤ کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ پھر وہ ایسے اشعار گاتے ہیں جو دلوں میں اضطراب برپا کر دیتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ راگ اور سُر کی تال کی مناسبت سے بانسری بجاتے یا ڈھول پیٹتے یا دف اور گھنگھرو وغیرہ بجاتے ہیں (اور اس طرح انسان کو مسحور کر دیتے ہیں......مرتب)]

پھر ابن جوزیؒ نے (ص۲۴۴ پر) امام مالکؒ سے موسیقی کی حرمت کو بیان کیا ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ سے گانا بجانے کی حرمت کو ذکر کیا اور پھر فرمایا:

''امام طبریؒ فرماتے ہیں: موسیقی کی کراہت و حرمت پر تمام ممالک کے علماء کا اتفاق ہے البتہ ابراہیم بن سعد اور عبید اللہ العنبری اس اجماع سے علیحدہ ہو گئے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''من فارق الجماعة مات ميتة الجاهلية جو کوئی جماعت سے علیحدہ ہو گیا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ: ''شوافع میں سے بڑے بڑے علماء موسیقی (اور قوالی) کو ہمیشہ ناجائز کہتے رہے ہیں۔ متقدم شوافع کا اس میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے اور متاخر شوافع میں سے جن اکابر اہلِ علم نے اسے حرام قرار دیا ہے ان میں ابو طیب طبری معروف ہیں۔ انہوں نے حرمت موسیقی پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔''

ابن جوزیؒ مزید رقمطراز ہیں:

''شوافع میں سے کبار اور متدین اہل علم کا تو یہی موقف ہے کہ موسیقی حرام ہے البتہ بعض متاخر کم علم اور خواہش پرست شوافع نے اسے جائز کہہ دیا ہے جبکہ ہمارے حنبلی فقہا کا کہنا ہے کہ گانے بجانے اور ناچنے والے کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔'' [تلبیس ابلیس (ص۲٤٥)]

✿......✿......✿

چھٹا باب:

قرآن وحدیث میں گانے بجانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا یا جن سے منع کیا یا جنہیں مباح رکھا ہے ان میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جس کو بعض لوگ تو جان لیتے ہیں جبکہ بعض لوگوں پر یہ حکمت ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ فوراً اللہ کا حکم مانے اور اللہ کی فرمانبرداری میں تاخیر نہ کرے اور نہ ہی یہ عذر پیش کرے کہ جب تک اس پر کسی شرعی حکم کی حکمت واضح نہ ہوگی تب تک وہ اس کام کو نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایسا رویہ ایمان کے منافی ہے۔ ایمان کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو بغیر کسی حیل وحجت کے فوراً تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء:٦٥]

''قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلاف میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں، پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناراضی نہ پائیں بلکہ فرمانبرداری کے ساتھ (آپ کے فیصلے کو) قبول کر لیں۔''

اسی عقیدے کے مطابق ہمارے سلف صالحین نے اپنی زندگیاں بسر کیں جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عزتیں بخشیں اور انہوں نے شہروں، ملکوں اور لوگوں کے دلوں کو بھی فتح کر لیا اور اب بھی اس امت کی اصلاح اسی طریقے سے ممکن ہے جس طریقے سے اس امت کے سلف صالحین نے اصلاح کی اور اس اصلاحی کام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے آگے تھے۔ وہ دوسرے لوگوں کے لیے بہترین مثال تھے جیسا کہ

اس بات کی دلیل صلح حدیبیہ کے واقعہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وہ بہترین موقف ہے جیسے سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''اے لوگو! اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔ تحقیق ہم حدیبیہ کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اگر ہم لڑائی کا موقع دیکھتے تو ضرور لڑائی کرتے، یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان صلح کا موقع تھا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! عمر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنے دین اسلام کے باوجود پست رہیں اور اس حالت میں واپس چلے جائیں کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کردیا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ واپس آگئے ابھی ان کا جوش کم نہیں ہوا تھا چنانچہ وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پوچھا: اے ابو بکر! کیا ہم حق پر اور مشرکین باطل پر نہیں؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں! عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنے دین اسلام کے باوجود پست رہیں اور اس حالت میں واپس چلے جائیں کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کردیا ہو! تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن خطاب! بے شک وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت ضائع نہ کرے گا۔ سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ فتح نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور سورت پڑھ کر سنائی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ فتح کے متعلق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ کا دل باغ باغ ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔ [بخاری، مسلم، احمد۔ صحیح مسلم اور مسند احمد میں ایک دوسری

روایت کے یہ الفاظ ہیں "ایھا الناس اتھموا رأیکم /اے لوگو! اپنی رائے کو غلط قرار دو......یہی روایت سنن سعید بن منصور میں بھی ہے(ج۳ص۲۔ح۲۷۴۳)اور مصنف ابن ابی شیبہ (ج۱۵ص۲۹۹)میں بھی ہے]

حافظ ابن حجر اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: "گویا کہ صحابی نے یہ کہا ہے کہ جب تمہاری رائے سنت کے خلاف ہو تو اپنی رائے کو غلط سمجھو کیونکہ ہمارے ساتھ بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں احرام اتار دینے کا حکم دیا مگر ہم نے یہ پسند کیا کہ احرام باندھے رکھیں گے اور مشرکین سے اس وقت تک لڑائی لڑیں گے جب تک ہم مناسک حج پورے نہ کرلیں اور ہمارا دشمن ذلیل وخوار نہ ہوجائے۔مگر ہماری نگاہوں سے وہ حکمت پوشیدہ تھی جسے بعد میں آنحضرت ﷺ نے واضح فرمایا۔سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو بہترین مثال مجھے معلوم ہوئی ہے، وہ ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ، نبی اکرم ﷺ کی بات ماننے کے لئے اپنی جان تک کو نچھاور کر سکتے ہیں خواہ حضور کی بات صحابہ کی خواہش اور ذاتی مصلحت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔چنانچہ ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایسے کام سے منع فرمایا جو ہمارے لیے نفع بخش تھا لیکن اللہ اوراس کے رسول کی فرمانبرداری ہمارے لیے ہر کام سے زیادہ نفع مند ہے۔آپ ﷺ نے ہم کو اس کام سے منع فرمایا کہ ہم تہائی، چوتھائی یا مخصوص پیداوار پر زمین کو کرائے پر دیں"[اس کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ہماری کتاب: ارواء الغلیل ج۵ص۲۹۹ پر اس کی تخریج موجود ہے]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس اطاعت وفرمانبرداری نے مجھے ان کی وہ فرمانبرداری یاد کرادی جس سے مؤمن جنات نے بھی تعجب کیا۔یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب جنات نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔انہوں نے آپ ﷺ کی قرأت کو غور سے سنا۔اسی واقع کی جانب سورہ "جن" کے شروع میں کچھ یوں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا﴾[الجن : ۱، ۲]

''(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے غور سے (قرآن) سنا اور پھر کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لا چکے۔ (اب) ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے''۔

جنات نے پیغمبرؑ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے یوں نماز پڑھ رہے تھے کہ جب نبی اکرم ﷺ رکوع کرتے ہیں تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع کرتے ہیں اور جب نبی اکرم ﷺ سجدہ کرتے ہیں تو پھر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سجدہ کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((عَجِبُوا مِنْ طَوَاعِيَةِ أَصْحَابِهٖ لَهُ)) ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ کی اس طرح فرمانبرداری کرنا ان (جنات) کو تعجب میں مبتلا کیے بغیر نہ رہ سکا'' [مسند احمد (ج ۱ ص ۲۷۰) اس کی سند صحیح ہے]

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ ہر مسلمان ظاہری اور باطنی طور پر اطاعت رسول کا نمونہ بن جائے۔ ہر کام میں حضور ﷺ کی اطاعت کرے۔ چاہے وہ اس کی خواہش کے مطابق ہو یا مخالف۔ اطاعت رسول میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے احکامات کے سامنے غلط مثالیں اور حیلے بہانے پیش نہ کرے اور انسانی راگ اور موسیقی کو بلبل اور دیگر پرندوں کی آواز پر قیاس کرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ......

''جب بغیر سر کے گانا جائز ہے تو پھر سر کے ساتھ بھی گانا جائز ہوگا کیونکہ جب مختلف مباح چیزیں مل جائیں تو ان کا مجموعہ بھی مباح ہی ہوتا ہے''......

یہی بات امام غزالیؒ نے فرمائی ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پرندوں کی آواز پر قیاس کرتے ہوئے موسیقی کے مکمل سُر یا کم از کم کچھ سُر جائز ہیں حالانکہ اصول فقہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ نص کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اسی لیے اب

جوزیؒ، ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ جیسے علماءِ کرام نے امام غزالیؒ اور ان جیسے دیگر صوفیائے کرام کا زبردست رد کیا ہے۔

مذکورہ بالا قیاس نے مجھے اس سے بھی گھٹیا قسم کا ایک اور قیاس یاد کروا دیا ہے جس میں قیاس کرنے والے نے نشہ آور نبیذ کو بھی حلال کہہ دیا۔ ابن قیمؒ نے اس قیاس کا ذکر ان صوفیاء کا رد کرتے ہوئے کیا ہے جو صوفیاء سُر کے ساتھ قوالی کو حلال سمجھتے ہیں۔ ابن قیمؒ "مسالة السماع" ص ۲۷۰ پر رقمطراز ہیں کہ

"دوسری صورت: اگرچہ شعر اور سُر علیحدہ علیحدہ طور پر مباح ہیں۔ ان سے ان دونوں کا اکٹھے طور پر مباح ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اجتماعیت میں ایسا خاصہ ہے جو بعض اوقات حکم کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ مذکورہ استدلال ایسے ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے: "خبر واحد جب اکیلی یقینی علم کا فائدہ نہ دے تو یہ کسی دوسری کے ساتھ مل کر بھی اس کا فائدہ نہیں دیتی۔" اس کی ایک نظیر درج ذیل واقعہ میں بھی پائی جاتی ہے جسے ایاس بن معاویہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ

"ایک آدمی نے ایاس سے پوچھا: پانی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آیا یہ حلال ہے یا نہیں؟ ایاس نے کہا: حلال ہے۔ اس آدمی نے کہا: کھجور کے متعلق کیا خیال ہے؟ ایاس نے کہا: حلال ہے۔ سائل نے کہا: نبیذ بھی تو پانی اور کھجور سے بنتی ہے تو پھر اسے آپ کیوں حرام کہتے ہو؟ ایاس بن معاویہ نے اس آدمی کو جواباً کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک مٹھی بھر مٹی مار کر میں تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا: نہیں۔ ایاس نے کہا: کیا ایک مٹھی بھر بھوسہ مار کر میں تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا: نہیں۔ ایاس نے پوچھا: کیا ایک چلو بھر پانی پھینک کر میں تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا: نہیں۔ ایاس نے کہا اگر میں مٹی، بھوسہ اور پانی کو ملا کر گاڑا بناؤں اور اسے خشک کر کے تمہیں ماروں تو کیا میں تمہیں قتل کر سکوں گا؟ تو اس آدمی نے کہا: ہاں۔ ایاس نے کہا: یہی حال نبیذ کا ہے۔"

ایاس بن معاویہ کی بات کا مفہوم یہ ہے کہ مختلف چیزوں کے ملنے سے یہ نشہ آور

شراب بن جاتی ہے (جو کہ حرام ہے)۔اسی طرح موسیقی وقوالی کے حوالے سے ہم جو بحث کررہے ہیں وہاں بھی راگ ،سر، آواز کا اتار چڑھاؤ وغیرہ اشعار کے ساتھ مل کر ایک ایسا مجموعہ بن جاتا ہے جوانسانی نفوس کونشہ میں مبتلا کردیتا ہےاور انہیں غافل کرکے اللہ کے ذکراور نماز سے روک دیتا ہےاور ایسا بالعموم اس وقت ہوتا ہے جب یہ ساری چیزیں آواز کے ساتھ جمع ہوں اور ظاہر ہے اکیلی آواز اتنی تاثیر نہیں رکھتی۔اسی طرح جب گویے کی آواز اور راگ کے ساتھ ساز وغیرہ بھی بجایا جائے بالخصوص وہ ساز جو آج کل ایجاد ہوئے ہیں، تو اس کی تاثیر میں ایسا اضافہ ہوجاتا ہے جو خالی اشعار پڑھنے سے نہیں ہوتا۔لہذا راگ اور ساز کے ساتھ قوالی کرنے اور اشعار گانے کے جائز ہونے کا شبہ صرف اسے ہی ہوسکتا ہے جوعلم سے بھی تہی دامن ہواور اس میدان سے بھی ناواقف ہو۔

میں نے شریعت کی تابعداری کے حوالے سے جو کچھ پیچھے بیان کیا وہ یہی ہے کہ شریعت کی تابعداری بغیر کسی حیل وحجت کے واجب ہے چاہے شرعی احکام کی حکمت کا ہمیں علم ہو یا نہ ہواور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔اگرچہ بعض لوگوں نے عملی طور پر اس کی مخالفت کی ہے مثلاً سود کی حرمت کو تسلیم کرنے میں کسی کو شک نہیں لیکن عملاً بہت سارے مسلمان آج کل اسے حلال سمجھے بیٹھے ہیں۔موسیقی کی حرمت کے متعلق گزشتہ دلائل پر بنیاد رکھتے ہوئے عملی طور پر موسیقی اور میوزک سے بچنا واجب ہے لیکن اس کے باوجود یہاں یہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا شریعت میں کوئی ایسی دلیل موجود ہے جس میں حرمت موسیقی کی کوئی حکمت بھی بیان کی گئی ہو؟

اللہ کی توفیق سے میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ ہاں! اس کی حرمت کی حکمت موجود ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر سلف صالحین سے بہت زیادہ ایسے آثار وارد ہوئے ہیں جو حرمت موسیقی کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔وہ حکمت یہ ہے کہ موسیقی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے،اس کی فرمانبرداری سے اور شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے سے غافل کردیتی ہےاور اس کا اشارہ اس سے بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ہی ''لھو الحدیث

لغو باتیں" رکھا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾[لقمان : ٦]

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت کریمہ موسیقی اور اس جیسی دوسری چیزوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ میں اس کے تفسیر کے حوالے سے ان روایات کو یہاں ذکر کرتا ہوں جن کی سند صحیح ہے:

۱)......ان میں سب سے پہلی روایت وہ ہے جو: ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: نَزَلَتْ فِي الْغِنَاءِ وَأَشْبَاهِهِ "یہ آیت کریمہ موسیقی اور اس جیسی دیگر چیزوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔" [الأدب المفرد(ح١٢٦٥)مصنف ابن ابی شیبه(ج٦ص٣١٠)تفسیر ابن جریر(ج٢١ص٤٠)ذم الملاهی السنن البیهقی(ج١٠ص٢٢١، ٢٢٣)]

۲)......اس سلسلہ کی دوسری روایت یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مذکورہ آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ((هُوَ الْغِنَاءُ وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس سے مراد گانا بجانا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ یہ الفاظ کہے۔" [مستدرك حاكم (ج٢ص٤١١) شعب الایمان للبیهقی (ج٤ص٢٧٨۔ح٥٠٩٦)تلبیس ابلیس(ص ٢٤٦)مصنف ابن ابی شیبه(ح١١٧٥)تفسیر ابن جریر (ج٢١۔ح٤١٤٠)ذم الملاهی۔ امام حاکمؒ نے اپنی کتاب "مستدرک حاکم" میں کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے]

۳)......اس سلسلہ کی تیسری روایت یہ ہے:

شعیب بن یسار نے کہا: میں نے عکرمہ سے ''لہوالحدیث'' کے متعلق پوچھا؟ تو انہوں نے جواباً کہا: ''اس سے مراد موسیقی (گانا بجانا) ہے۔'' ["التاریخ الکبیر" للبخاری (ج۲ص۲۔ح۲۱۷) منصف ابن ابی شیبه(۱۱۷۵)تفسیر ابن جریر (ج۲۱۔ح۱٤٠٤)ذم الملاهي ایضا۔ان شاء الله اس کی سند حسن ہے۔شعیب کی متابعت اسامہ بن زید نے کی ہے]

۴)......اس سلسلہ کی چوتھی روایت یہ ہے کہ مفسر قرآن حضرت ''مجاهد'' سے بھی حضرت عکرمہ کی طرح کا ایک قول مروی ہے۔[دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبة (ح۱۱٦۷، ۱۱۷۹)تفسیر ابن جریر(ج٤ص۱)ذم الملاهی (ج٥ص۲)"الحلیة"لأبی نعیم (ج۳ص۲۸٦)]

۵)......ابن جریج کی سند سے تفسیر ابن جریر میں ایک اور روایت ہے۔ جریج کہتے ہیں کہ میں نے ''مجاہد'' کو یہ فرماتے ہوئے سنا: آیت کریمہ میں مذکور ''اَللَّهو'' سے مراد طبلہ ہے۔اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ یہ روایت صحیح ہے بشرطیکہ ابن جریج نے مجاہد سے سنا ہو۔

٦)......اسی طرح حسن بصریؒ سے بھی اس آیت کے متعلق یہ قول ہے مروی ہے کہ ''یہ آیت ومن الناس من یشتری ...... گانے اور آلات موسیقی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔'' امام سیوطی نے اپنی تفسیر "الدر المنثور" (ج٥ص۱٥۹) میں اس روایت کی نسبت ابن ابی حاتم کی طرف کی ہے اور اپنی عادت کے مطابق اس پر کچھ کلام نہیں کیا۔ مجھے اس کی سند نہیں ملی وگرنہ میں اس روایت پر غور وفکر کرتا۔

۷)......امام واحدی نے اپنی تفسیر "الوسیط" (ج۳ص٤٤۱) میں لکھتے ہیں:
''بہت سے مفسرین کی یہی رائے ہے کہ ''لھوالحدیث'' سے مراد موسیقی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس لہوالحدیث میں ہر طرح کا کھیل تماشہ، گانا بجانا، ڈھول ڈھمکا اور آلات موسیقی وغیرہ شامل ہیں۔ اگرچہ اس آیت میں لھوالحدیث سے پہلے اشتراً (خرید وفروخت) کا لفظ آیا ہے تاہم یہ لفظ کسی چیز کے تبادلے اور اختیار پر بھی بولا جاتا ہے۔''

کچھ ضمنی تفصیلات

سلف صالحین سے مروی وہ روایات جو حرمت موسیقی کی حکمت بیان کرتی ہیں

پہلی روایت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَلْغِنَآءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ))["ذم الملاهی"(ق ٤/٢)البیهقی (ج١٠ ص٢٢٣)"شعب الایمان" (ج٤ ص٢٧٨_ح٥٠٩٨، ٥٠٩٩)]

''موسیقی دل میں نفاق پیدا کرتی ہے۔''

میں (البانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: اس روایت کی سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں اگرچہ ظاہری طور پر یہ سند منقطع ہے کیونکہ اس سند کے ایک راوی ابراہیم النخعی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود کا زمانہ نہیں پایا۔ متاخرین میں سے جس نے بھی موسیقی کی مذمت والی احادیث کی تخریج کی ہے اس نے اس روایت کی یہی علت بیان کی ہے۔

اعمش رحمہ اللہ نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے کہا: مجھے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق سند بیان کرو۔ تو ابراہیم النخعی نے کہا: جب میں ''عن رجل عن ابن مسعود'' والی سند بیان کروں تو اس سے مراد وہ روایت ہے جو میں نے ان سے سنی ہے اور جب میں کہوں: قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' تو اس کا مطلب ہے کہ عبداللہ سے بیان کرنے والے کئی ایک ہیں۔''

میں (البانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: یہ بات معلوم ہے کہ ابراہیم ثقہ تابعی ہے اور جب یہ اپنے کئی شیوخ سے ایک روایت بیان کرے تو کم از کم وہ شیوخ اس جیسے تابعی تو ہوں گے اگرچہ وہ عمر میں اس سے بڑے نہ ہوں۔ لہذا ابراہیم جب ان سے روایت لیتا ہے

تو اس سے نفس مطمئن ہوجاتا ہے کیونکہ وہ تابعین کی ایک جماعت ہے جن سے یہ روایت لیتا ہے اور یہ بات بعید ہے کہ ان سب کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں وہم ہوگیا ہو۔ اسی طرح یہ بات تو بالاولیٰ بعید ہے کہ وہ سب ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھیں۔ ویسے بھی عام طور پر وہ سب تابعی ہیں اور خاص طور پر ابراہیم النخعی کے شیوخ ہیں جن سے ابراہیم روایت بیان کرتا ہے اور ابراہیم فن حدیث کا ماہر ہے جیسا کہ اعمش نے کہا ہے۔ لہٰذا یہ معقول بات نہیں کہ ابراہیم ان شیوخ کے صدق او رحفظ سے مطمئن ہوئے بغیر ان سے روایت لے لے۔ (اگرچہ وہ شیوخ مجہول ہیں لیکن) ہم تک اس جماعت کی جو تعداد پہنچی ہے (وہ اتنی ہے کہ) اس سے ان کی جہالت ختم ہوجاتی ہے۔ شیخ ابن تیمیہؒ کا گذشتہ کلام بھی اس پر دلالت کرتا ہے جس میں یہ تھا کہ جب ضعیف اور مرسل حدیث مختلف طرق سے آئے تو وہ قوی ہوجاتی ہے۔

ائمہ کی ایک جماعت نے ابراہیم نخعیؒ کی مرسل احادیث کو حجت تسلیم کیا ہے۔ امام بیہقی نے بالخصوص ان احادیث کو حجت تسلیم کیا ہے جن کو ابراہیم نخعیؒ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسلاً بیان کرتے ہیں جیسا کہ **مراسیل العلائی** (ص۱۶۸) میں یہ بات موجود ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب: "**غایة المرام**" (ص ٤٧١)

یہ روایت ایک دوسری سند سے بھی آئی ہے جس کو سعید بن کعب المرادی نے محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید سے مکمل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ وَالذِّکْرُ یُنْبِتُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ)) [ذم الملاهی (ق ٢/٤) البیهقی (ج ١٠ ص ٢٢٣)]

"گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے اور (اللہ کا) ذکر (دل میں) اس طرح ایمان پیدا کرتا ہے جیسے پانی ترکاری (سبزی) اگاتا ہے۔"

اس روایت کی سند؟

یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید نامی ایک ثقہ راوی ہے جس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے یہ روایت ابراہیم نخعیؒ سے لی ہوگی کیونکہ وہ اسی کے درجے (یعنی اسی طبقے) کا راوی ہے۔

اس سند کے ایک دوسرے راوی سعید بن کعب المرادی کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا (الثقات لابن حبان: ج۸ص۲۶۲)۔ سعید المرادی نے اس حدیث کا پہلا حصہ ''عن شیخ عن أبی وائل عن ابن مسعود'' کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے لیکن اس سند میں مذکور ''شیخ'' مجھول ہے اس کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اسی لئے میں نے اپنی کتاب السلسلة الضعیفة (ح ۲۴۳۰) میں اس کی تخریج کی ہے، السلسلة الصحیحة میں نہیں۔ ابن قیمؒ نے ''اغاثة اللهفان'' میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے: یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً صحیح ثابت ہے۔'' (ج۱ص۲۴۸)

لیکن یاد رہے کہ یہ روایت مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ ایسی بات اپنی عقل سے نہیں کہی جاسکتی۔ علامہ آلوسی نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی (ج۱۱ص۲۸) میں اس روایت کو حکماً مرفوع (یعنی حدیث نبوی) قرار دیا ہے۔

دوسری روایت:

دوسری روایت امام شعبیؒ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

((اِنَّ اَلْغِنَآءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ وَاِنَّ الذِّکْرُ یُنْبِتُ الْاِیْمَانَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ)) [قدر الصلاة۔ لابن نصر (ج۱ص۱۵۱،۱۵۲)]

''گانا بجانا دل میں اس تیزی سے نفاق پیدا کرتا ہے جس تیزی سے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے اور ذکر دل میں اس طرح ایمان کو بڑھاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو بڑھاتا ہے۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: اس روایت کی سند حسن ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں اور بخاری ومسلم کے راوی ہیں۔ صرف ایک راوی عبداللہ بن دکین جو ابو عمرو الکوفی البغدادی کے نام سے مشہور ہے، اس کے متعلق اختلاف ہے۔ امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب المغنی میں لکھا ہے: ''معاصر لشعبة وثقه جماعة وضعفه أبو زرعة'' ''عبداللہ بن دکین شعبة کا ہم عصر ہے اسے ایک جماعت نے ثقہ کہا ہے جبکہ ابوزرعة نے اسے ضعیف کہا ہے''۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''تقریب'' میں کہا: '' صدوق یخطیء'' یعنی ''عبداللہ بن دکین صدوق ہے لیکن کبھی کبھی خطا کر جاتا ہے۔''

امام شعبیؒ نے نبی اکرم ﷺ سے اس روایت کو مرفوعا بھی بیان کیا ہے لیکن اس کی سند میں ایک کذاب راوی ہے اس لیے میں نے اس مرفوع روایت کو اپنی کتاب السلسة الضعیفة (ح ۲۴۳۰) میں بیان کیا ہے۔

ایک فائدۃ اور علمی نکتہ:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس روایت کو پہلے بیان کیا گیا ہے اسے ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں:

''واضح رہے کہ گانے بجانے کے چند ایک خواص ہیں؛ دل میں نفاق داخل کرنے اور پانی کے کھیتی کو اگانے کی طرح نفاق پیدا کرنے میں ان خواص کا اثر ہے۔ اس کے خواص میں سے چند یہ ہیں:

گانا بجانا دل کو غافل کرتا ہے اور قرآن کو سمجھنے، اس پر غور کرنے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے روکتا ہے۔ قرآن اور غناء کبھی بھی ایک دل میں دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ قرآن خواہشات کی پیروی سے روکتا ہے، نفسانی خواہشات اور گمراہی کے اسباب کو دور کرنے کا حکم دیتا ہے، شیطانی قدموں کی پیروی سے روکتا ہے جبکہ گانا بجانا ان تمام اچھے کاموں کے برعکس برے کاموں کا حکم

یتا ہے، برائیوں کواچھا کر کے پیش کرتا ہے، گمراہانہ خواہشات کی طرف نفس کو برانگیختہ کرتا ہے، نفس کے امن کو تباہ و برباد کر کے اسے ہر برائی پر ابھارتا ہے اور اسے خوبصورت مرد و زن کی طرف مائل کرتا ہے۔ گانا بجانا اور شراب دودھ شریک ہیں اور دونوں نفس کو برائیوں کی طرف آمادہ کرنے میں ایک جیسے ہیں۔ شیطان نے ان کے میان اخوت کا ایسا بندھن باندھا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ گانا بجانا دل کے زوں کو ظاہر کرنے ولا اور شرافت و مروّت کو ختم کر دینے والا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ یالات کی دنیا کی طرف لے جاتا ہے، غلط خواہشات، احمقانہ پن، بے حیائی، کم عقلی ر بے وقوفی کو پیدا کرتا ہے۔ جب کسی آدمی کو دیکھو جو باوقار ہے، کشادہ ذہن کا مالک ہے اور اس پر ایمان کی تروتازگی، اسلام کا نکھار ہے اور قرآن کی مٹھاس کو وہ دوران تلاوت محسوس کرتا ہے، جب یہی بندہ موسیقی کو دل لگا کر سنتا ہے اور اس کی طرف راغب ہوجاتا ہے تو اس کی عقل خراب ہوجاتی ہے، حیا کا مادہ کم ہوجاتا ہے، اس کی شرافت و مروّت ختم ہوجاتی ہے، اس کا نکھار پن اور وقار اس سے علیحدہ ہوجاتا ہے اور شیطان اس سے خوش ہوجاتا ہے۔ اس کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی شکایت کرتا ہے اور اس کا قرآن اس پر بوجھل ہوجاتا ہے اور کہتا ہے: "اے میرے رب! تو مجھے اور اپنے دشمن کی قرآن خوانی کو ایک سینے میں اکٹھا نہ کر۔" وہ بندہ ان باتوں کو اچھا سمجھنے لگ جاتا ہے جنہیں وہ موسیقی سے پہلے برا سمجھتا تھا، اپنے ان رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے جنہیں وہ مخفی رکھتا تھا، کم گوئی اور شرف وقار کی بجائے وہ کثرت کلام، دروغ گوئی اور کمینگی پر اتر آتا ہے، انگلیوں کو چٹخاتا ہے، کبھی سر کو جھکاتا ہے، کبھی کندھوں کو جنبش دیتا ہے، کبھی پاؤں زمین پر مارتا ہے، کبھی اپنے سر کو پیٹتا ہے، کبھی پاگلوں کی طرح بے تحاشا اچھلتا کودتا ہے، کبھی اس طرح گھومنے لگتا ہے جس طرح کوئی گدھا چکی (دولاب) کے گرد گھومتا ہے، عورتوں کی طرح تالیاں بجاتا ہے، بیل کی طرح آواز نکالتا ہے، کبھی غمزدہ کی طرح آ

وزاری کرتا ہے، کبھی احمقوں کی طرح چیختا چلاتا ہے...... کسی غور و تدبر کرنے والے نے خوب کہا: ''سماع (گانا بجانا اور قوالی) کسی قوم میں منافقت، کسی میں بغض و عداوت، کسی میں جھوٹ، کسی میں برے کام اور کسی قوم میں تاریکی اور جہالت پیدا کر دیتا ہے۔''
یہاں تک کہ اس کہنے والے نے کہا: ''موسیقی دل کو خراب کر دیتی ہے اور جب دل خراب ہو جائے تو اس میں منافقت پیدا ہو جاتی ہے۔''
خلاصہ کلام یہ کہ جب اہل موسیقی اور اہل ذکر واہل قرآن کی حالت کا مشاہدہ کرنے والا غور و فکر کرتا ہے تو اس کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذہانت واضح ہو جاتی ہے اور وہ اس بات کو بھی جان لیتا ہے کہ کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل کی امراض اور ان کے علاج کو پہچانتے تھے۔'' [اغاثة اللهفان (ج ۱ ص ۲٤۸، ۲٤۹)]

میں (البانی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: سابقہ روایات سے موسیقی کی حرمت کی حکمت واضح ہو گئی ہے کہ یہ اللہ کی نافرمانبرداری اور اس کے ذکر سے غافل کر دیتی ہے۔ تجربہ بھی یہی کہتا ہے، لہذا گانے بجانے کے رسیا اور شوقین لوگ سب اپنی اپنی جگہ بقدر گناہ اس مذمت کے مستحق ہیں جو قرآن میں اس طرح بیان ہوئی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [لقمان: ٦]

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں لفظ لِيُضِلَّ میں ''ل'' عاقبت (یعنی کسی چیز کا انجام کار بیان کرنے) کے لیے ہے یا تعلیل (علت اور سبب) کے لیے؟ اس میں دونوں طرح کی آراء موجود ہیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہاں ''ل'' عاقبت کے لیے ہے اور یہی

رائے امام واحدی نے اپنی تفسیر الواحدی میں اور ابن جوزیؒ نے اپنی تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر (ج٦ص٣١٧) میں اور ابن قیمؒ نے اغاثة اللهفان (ج١ص٢٤٠) وغیرہ میں اختیار کی ہے۔ اور اس لحاظ سے آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے: لیصیر امره الی الضلال ''یعنی جو شخص گانے بجانے کا رسیا ہو جائے وہ بالآخر گمراہی میں جا پڑتا ہے۔''

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جو شخص گانے بجانے کا دلدادہ ہو جائے اور میوزک اس کے رگ و ریشے میں سرایت کر جائے وہ شخص علم و عمل ہر اعتبار سے راہ ہدایت سے ہٹتا چلا جائے گا۔ اگر اس کے سامنے ایک طرف خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن پیش کی جائے اور دوسری طرف میوزک کا نغمہ پیش کیا جائے تو وہ بدبخت تلاوت قرآن کی بجائے میوزک کو ترجیح دے گا اور عین ممکن ہے وہ میوزک کے مقابلے میں قاری قرآن کو خاموش ہو جانے کا کہے! جس مسلمان کے دل میں حیا کی کچھ بھی رمق موجود ہے وہ اس حقیقت سے ضرور اتفاق کرے گا لیکن جس کا دل ہی مردہ ہو چکا ہو اور اس کا فتنہ بڑھ چکا ہو تو اس نے گویا خود ہی اپنے آپ پر نصیحت کا دروازہ بند کر لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور جس کو خراب کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو آپ اس کے لیے خدائی ہدایت میں سے کسی چیز کے مختار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے دلوں کو پاک کرنے کا نہیں۔ ان کے لیے دنیا میں بڑی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑی سخت سزا ہے۔'' [المائدة:٤١]

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: سلف صالحین سے مروی روایات (اقوال) اور ان پر حافظ ابن قیمؒ کے عمدہ اور مفید حاشیے سے آپ کے لیے ابن حزمؒ کی غلطی واضح ہو چکی ہو

گی۔ابن حزمؒ سلف صالحین کی ان روایات کو نقل کرنے کے بعد ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان روایات سے کوئی دلیل نہیں لی جاسکتی کیونکہ:

ا۔اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کی بات حجت نہیں۔

۲۔یہ اقوال بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اقوال کے مخالف ہیں۔

۳۔ابن حزم نے تیسرا اعتراض یہ کیا کہ مذکورہ آیت (یعنی لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ......) کا سیاق وسباق یہ بتاتا ہے کہ یہ کافروں کے بارے میں ہے مسلمانوں کے بارے میں نہیں!

میں (البانیؒ) اس پر جواباً عرض کرتا ہوں کہ

۱)......جہاں تک ابن حزمؒ کے پہلے اعتراض کا تعلق ہے [یعنی یہ کہ ''اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کی بات حجت نہیں''] تو یہ ایسی بات ہے جو ہے تو بالکل درست لیکن یہاں اسے غلط مفہوم میں پیش کیا گیا ہے کیونکہ ابن حزم کو یہ وہم ہوا ہے کہ شاید صحابہ وتابعین کے مذکورہ بالا اقوال اس آیت کی اس تفسیر کے خلاف ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے فرمائی ہے حالانکہ قطعی طور پر ایسی کوئی بات نہیں۔دراصل ابن حزمؒ کے اپنے ذہن میں اس آیت کی جو تفسیر بیٹھ گئی ہے یہ آثار صحابہ اس کے خلاف ہیں۔عقل مند قاری جب دونوں طرفہ دلائل کو سامنے رکھے گا یعنی آثار سلف کو ایک طرف اور ابن حزم کی بات کو ایک طرف، تو وہ جان لے گا کہ ابن حزم ہی غلطی پر ہے۔

۲)......دوسرا اعتراض ایسے ہی ہے جیسے اُس چکی کی آواز جس میں آٹا نہ ہو کیونکہ یہ آثار سلف کسی دوسرے صحابی یا تابعی کی بات کے مخالف نہیں ہیں اور اگر بالفرض ایسی کوئی بات ہوتی تو ابن حزم اس کو ضرور ذکر کرتے کیوں کہ اپنے مخالف کی دلیل کا رد کرنے میں ابن حزمؒ کا یہی طریقہ معروف ومشہور ہے لیکن یہاں ابن حزم

کا ایسی کوئی مخالف روایت ذکر نہ کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ابن حزم کا دعوی کمزور اور بے دلیل ہے۔

۳)......تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ابن قیمؒ کا جو اقتباس ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے اس کا آخری حصہ بھی ابن حزمؒ کے اس اعتراض کا ازالہ کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں کیا قارئین اس بات کو نہیں جانتے کہ دور حاضر میں اکثر مسلمان اپنی مجلسوں اور محفلوں میں دنیاوی گفتگو، سگریٹ نوشی، فضول کھیل اور جوابازی وغیرہ کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ یہ فرمان الٰہی بھی سنتے ہیں:

﴿یَاَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمَنُوا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِنۡ عَمَلِ الشَّیۡطَانِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾[المائدہ: ۹۰]

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان وغیرہ اور قسمت کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو''

مسلمان اس آیت کو اور اس جیسی دیگر آیات کو سنتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ان بے ہودگیوں اور ممنوعہ کاموں میں پوری طرح مشغول ہیں حالانکہ اس آیت میں ان کاموں کو شیطانی کام کہا گیا [اور ظاہر ہے شیطانی کام تو کافر کرتا ہے اس لحاظ سے یہ آیت بھی گویا کفار کے بارے میں ہے تو پھر] اے ابن حزم! کیا یہ سب مسلمان کافر ہیں؟!

نہیں! بلکہ ان مسلمانوں کے طرز عمل اور ان کی لغویات نے مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر سلف صالحین کا یہ قول یاد کروا دیا ہے۔'' کفر دون کفر '' [یعنی ''بڑے سے چھوٹا کفر''۔ اس لیے کہ کفر دو طرح کا ہوتا ہے ایک بڑا جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور ایک چھوٹا جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور موسیقی اور اس نوع کے دیگر کام چھوٹے کفر میں شامل ہیں......مرتب]

ہر کفر مذہب سے خارج نہیں کرتا۔ لہذا ایسے مسلمانوں کے لیے اس آیت کی رو

سے اسی قدر مذمت ہے جس قدر وہ لغویات میں مشغول ہوتے ہیں۔اسی معنی کی طرف علامہ مفسر ابن عطیہ اندلسی نے بھی اپنی تفسیر میں اشارہ کیا ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ ابن حزم ہی کا رد کر رہے ہوں، چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

''(اگرچہ یہ آیت کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے پھر بھی) امت محمد یہ کے لیے اس آیت کا معنی باقی ہے لیکن یاد رہے کہ امت محمد یہؐ کے افراد گانے بجانے کو اس لیے اختیار نہیں کرتے کہ وہ کفر کرتے ہوئے اللہ کی راہ سے غافل کریں، یا آیات قرآنیہ کا مزاح اُڑائیں۔اس لیے اس آیت میں بیان ہونے والی وعیدان مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ امت محمد یہ کے لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ (ان فضول کاموں میں مشغول ہوکر) عبادت کو چھوڑ دیں گے اور ان ناپسندیدہ کاموں میں اپنا وقت گزاریں گے اور اس طرح سے وہ بھی اللہ کے نافرمان بن جائیں گے اور ان کے نفس کامل پاکیزہ نہیں رہیں گے......'' [المحررالوجیز۔از،علامہ مفسر ابن عطیہ اندلسی (ج۳ص۱۹)]

مزید نکات اور ملاحظات:

میں (البانیؒ) چاہتا ہوں کہ ابن حزم (اللہ ان سے درگزر فرمائے) کی طرف سے پیدا ہونے والے بگاڑ سے قارئین کو مکمل طور پر متنبہ کردوں تاکہ انہیں میوزک اور گانے بجانے کی حرمت میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔اس لیے میں یہاں کچھ مزید نکات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں:

ابن حزمؒ نے اوپر جو تین اعتراضات کیے ہیں ان میں سے پہلے اعتراض سے یہ بات لازم آتی ہے کہ گزشتہ آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کے جو قول ہیں ابن حزمؒ ان کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔اگر بات یہ نہ ہوتی تو وہ ان اقوال کو فوراً ضعیف کہہ دیتے اور یہ نہ کہتے کہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے علاوہ کسی کی بات حجت نہیں'' جبکہ ابن حزمؒ نے آلات موسیقی کے متعلق اپنے اسی رسالہ میں جس میں

گانے بجانے کی تائید اوراس کی حرمت کی مکمل مخالفت کی گئی ہے،اس میں واضح طور پر مذکورہ آیت کی تفسیر میں موجود آثارِ صحابہ کوضعیف کہہ دیا ہے۔چنانچہ موصوفؒ اس میں فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی سے اس کی حرمت کا ثبوت نہیں ملتا البتہ یہ بعض مفسرین کے اقوال ہے جنہیں بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا۔''(ص ۹۷)

ابن حزم کا یہ اعتراض خود ان کے اپنے اس بیان کے خلاف ہے جس میں انہوں نے ان اقوالِ صحابہ وتابعین کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔صحابہ کرام سے میوزک اور گانے بجانے کی حرمت کے اقوال منقول ہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔لہذا ان متقدم سلف صالحین کے آثار کو متاخرین کے اقوال پر فوقیت حاصل ہے۔خاص طور پر اس لیے بھی کہ متقدمین تعداد کے لحاظ سے بھی متاخرین سے زیادہ ہیں اور پھر ان متاخرین میں سے بھی اکثر مفسرین کے اقوال متقدمین (یعنی آثارِ سلف) ہی کے اقوال کے موافق ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔امام قرطبیؒ نے بھی ایسے ہی کہا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''اس آیت میں جوسب سے بلند تر اور قوی تر قول ہے وہ یہ ہے کہ اس آیت میں لھو الحدیث سے مراد گانا بجانا ہے اور اس تفسیر پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ یہ قسم بھی اٹھائی تھی: "باللہ الذی لاالہ الاھو (ثلاث مرات) انه الغناء" "اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں (تین مرتبہ یہ کہا پھر فرمایا) کہ اس سے مراد میوزک اور گانا بجانا ہے۔'' [تفسیر قرطبی (ج ١٤ ص ٥٢)]

علامہ آلوسیؒ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ انہوں نے کہا: ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول مرفوع (حدیثِ نبویؐ) کے حکم میں ہے۔'' اور واقعی اس میں کوئی شک نہیں!

اے میرے مسلمان بھائی! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ قاعدہ سدِ ذرائع بھی حرمتِ

موسیقی کی حکمت کوواضح کرتا ہے۔[قاعدہ سدذرائع کیا ہے اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے......مرتب]

میں نے امام ابن قیمؒ کی کتاب مسئلة السماع میں اس قاعدے پرنہایت عمدہ کلام ملاحظہ کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ قارئین بھی اس سے مستفید ہوں کیونکہ یہ کلام بڑاواضح، مفیداور مستند ہے۔لہذا آئندہ سطور میں اسے پیش کیا جاتا ہے:

ابن قیمؒ نے فرمایا: صاحب عرفان وہ بندہ ہے جو اسباب کے اغراض ومقاصداورنتائج وغیرہ پربھی نظر رکھے اور جو بندہ ان سدذرائع میں شرعی مقاصد کو جان لے جوسدذرائع حرام کی طرف لے جانے والے ہیں تو وہ قوالی اور موسیقی کی یقینی حرمت کا قائل ہوجائے گا کیونکہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا، اس کی آواز کوسننا اور اس کے ساتھ گوشہ تنہائی اختیار کرنا سدذرائع کے طور پرحرام ہے۔یادرہنا چاہیے کہ ازروئے شریعت محرمات کی دوقسمیں ہیں:

ا۔وہ قسم جو جو بذات خود فاسد ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

۲۔دوسری قسم وہ جوکسی فاسد کام کا ذریعہ بننے کی وجہ سے حرام ہو۔[اسے ہی سدذرائع کہا جاتا ہے......مرتب]

اگرکوئی شخص اس قاعدہ سدذرائع کونظرانداز کرتے ہوئے محرمات کی اس دوسری قسم پرنظرڈالے گا تو اس کے لیے ان کی حرمت کو سمجھنا مشکل ہوجائے گا یہاں تک کہ وہ بے دھڑک یہ کہہ دے گا کہ

''جس خوبصورت نسوانی شکل کواللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اسے دیکھنے میں آخر کیا خرابی ہے اسے دیکھنے سے تو خالق کے وجود پر دلالت ہوتی ہے!''(لہذا اس میں تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے!)

اسی طرح وہ بلاجھجک کہے گا کہ......''کسی آلے کے ساتھ پیدا ہونے والی راگ (ساز،میوزک کی ٹون) اورکسی اچھی آواز کے ساتھ عمدہ کلام سننے میں کیا خرابی

ہے؟ کیا یہ ایسے ہی نہیں ہے جیسے پرندوں کی موسیقانہ آواز کو سننا، حسین پھولوں کو دیکھنا، قدرتی مناظر اورخوبصورت مقامات کی سیر کرنا، حسین درختوں اورخوبصورت جھیلوں کانظارہ کرنا (جب یہ سب کچھ جائز ہے تو پھر موسیقی، راگ اورساز وغیرہ میں آخر کیا قباحت ہے؟!)

ایسے شبہات پیدا کرنے والے کو یہ کہا جائے گا کہ ان آلات موسیقی اور تصویروں کی طرف دیکھنے کی حرمت دراصل شارع کی بلیغانہ حکمت، کامل ومکمل شریعت اورامت کی خیرخواہی پرمبنی ہے۔ لہذا جو چیز کسی خرابی پر مشتمل ہو یا اس خرابی کا ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہو وہ حرام ہے۔ اگر اسلامی شریعت میں ایک چیز کو حرام قرار دیا جاتا مگر اس کی طرف لے جانے والے ذرائع اور وسائل کو جائز رکھا جاتا تو یہ بہت بڑا تناقض ہوتا جب کہ شارع حکیم ایسے ہر تناقض سے پاک ہے اور اگر کوئی عقلمند ایک حرام اور فاسد چیز کو تو حرام اورفاسد سمجھے مگر اس کی طرف لے جانے والے راستے اور ذرائع کو جائز سمجھے تو یقیناً لوگ اسے بے وقوف سمجھیں گے اور کہیں گے کہ اس کی بات میں تضاد ہے۔ لہذا وہ شخص جو دین وشریعت کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات بھی رکھتا ہو کیا وہ ایسے تضادات اورتناقضات کا ارتکاب کرسکتا ہے؟!

ایسے شخص سے یہ کہنا چاہیے کہ رضائے الٰہی کی خاطر نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنے میں کون سی خرابی تھی کہ اللہ نے اس سے منع فرمادیا؟ قبروں کی طرف نماز پڑھنے کی حرمت اور قبرستان میں نماز پڑھنے سے روکنے میں کون سی قباحت تھی؟ رمضان سے پہلے ایک دن یا دو دن کا روزہ رکھنے میں آخر کیا نقصان تھا؟ مشرکین کے سامنے ان کے باطل معبودوں کو برا بھلا کہنے میں کیا قباحت تھی؟ اس طرح کے اور بے شمار ممنوعہ کام ہیں جنہیں بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام کاموں کو اس لیے ممنوع قرار دیا گیا کہ یہ سب ایسے ذرائع ہیں جو ان حرام اور غلط چیزوں کی طرف لے جانے والے ہیں جن سے اللہ نفرت کرتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی بلیغانہ حکمت اور کمال رحمت وشفقت

کے پیش نظر اور اپنے بندوں کو برائیوں اور ان برائیوں تک لے جانے والے تمام اسباب وذرائع سے محفوظ رکھنے کیلیے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

عقلمند بندہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ موسیقی کی خرابیاں اگر نظر بازی کی خرابیوں سے زیادہ نہیں تو ان سے کم بھی نہیں ہیں بلکہ اس کی خرابیاں تو شراب کی خرابیوں سے بھی زیادہ ہے کیونکہ شراب کا نشہ تو جلد ہی زائل ہو جاتا ہے جبکہ موسیقی کا نشہ بہت زیادہ مہلکات (اور محرمات) میں مبتلا کر دیتا ہے۔''[مسالة السماع(ص١٦٧، ١٦٨)]

میں (البانیؒ) کہتا ہوں کہ ابن قیمؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں جو کچھ فرمایا سچ فرمایا ہے۔ یقیناً موسیقی کے عادی لوگوں میں موسیقی کا واضح اثر ہوتا ہے جیسا کہ اس بات کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے اور میرے لیے یہ کافی ہے کہ میں قارئین کے لیے ایک ایسی مثال بیان کروں جو میرے ساتھ پیش آئی تاکہ ذہنوں میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''لھو الحدیث'' کا صحیح معنیٰ راسخ ہو جائے۔ میں جمعہ کے دن مسجد میں خطبہ سن رہا تھا میرے ساتھ ایک بیس سالہ نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ زمین پر اپنی انگلیوں کو ایسے بجا رہا تھا گویا کوئی گیت سن رہا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ انگلیوں کو رقص بھی کروا رہا تھا اور موسیقی کے نشے میں اسے دائیں بائیں کا کچھ ہوش نہ تھا۔ میں نے یہ صورتحال دیکھی تو اسے رک جانے اور خطبہ کو غور سے سننے کا اشارہ کیا۔

دیگر واقعات کی طرح یہ ایک چھوٹا سا واقعہ بھی اس بات پر واضح دلالت کر رہا ہے کہ موسیقی بھی شراب کی طرح اللہ کے ذکر اور قرآن سے روک دیتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[المائدہ:٤ ٠ ٢]

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔ امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔''

ساتواں باب:

صوفیاء کا رقص وسماع (یعنی قوالی) اور علمائے سلف

گزشتہ صفحات میں ہم ۔نے موسیقی کی دو حرام قسموں کی (یعنی آلۂ موسیقی کے ساتھ اوراس کے بغیر) قرآن وسنت ،سلف صالحین کے آثار اور ائمہ کے اقوال سے وضاحت کی ہے۔اب ہم اللہ کی توفیق سے صوفیائے کرام کے سماع (یعنی قوالی) کے متعلق بات کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت جائز نہیں اسی طرح ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم اللہ کی عبادت یا اس کا قرب غیر شرعی طریقے سے حاصل کریں۔اگر ایک مومن شخص اس بات کو مدنظر رکھے تو وہ اللہ کا محبوب اور اللہ کے رسول ﷺ کا پیروکار ہوگا اور جس بندے سے اللہ محبت کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اس کا حامی وناصر بن جاتا ہے۔

میں نے امام عزبن عبدالسلامؒ کی کتاب **بدایة السؤل فی تفضیل الرسول** کے مقدمے میں ''اللہ اوراس کے رسول کی محبت کی مٹھاس کب حاصل ہوتی ہے؟'' کے متعلق دو معروف حدیثیں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

اے مسلمان بھائی! جان لے کہ کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت کے اس اعلیٰ درجہ کو اللہ کی عبادت اور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر حاصل کرسکے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾[النساء۔ ۸۰]

''جس نے اس رسول کی اطاعت کی،اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔''

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾[آل عمران ۔ ۳۱]

''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْاَنَّ مُوْسٰیٓ کَانَ حَیًّامَاوَسِعَہٗ اِلَّااِتِّبَاعِیْ))[سندہ حسن]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر حضرت موسیٰ آج زندہ ہوں تو انہیں بھی لازماً میری اطاعت اختیار کرنا ہوگی۔''

میں کہتا ہوں: جب موسیٰ کلیم اللہ جیسا اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے تو کیا کوئی اور شخص اس کام کی جسارت کر سکتا ہے؟! نہیں! ہرگز نہیں! یہ نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرنے کی واضح دلیل ہے اور کلمۂ توحید کے لوازمات میں سے ہے۔ اسی لیے گذشتہ آیت مبارکہ میں رب ذوالجلال نے صرف نبی کریم ﷺ کی محبت کو خالص اللہ کی محبت پر دلیل بنایا ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ جس بندے سے اللہ محبت کرنے لگے اللہ ہر کام میں اس کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں آیا ہے......

جب اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عنایت اس کے صرف محبوب بندے کے ساتھ ہے تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ بھی اس طریقے کو اختیار کرے جو اسے اللہ کے ہاں محبوب بنا دے۔ اور یاد رہے کہ وہ طریقہ صرف اور صرف اتباع رسول ہے۔ صرف اس طریقے کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص عنایت حاصل ہو سکتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان ''اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ [حدیث صحیح] دین نصیحت ہے۔'' سے بات شروع کرتے ہوئے میں اپنے اوپر یہ بات لازمی سمجھتا ہوں کہ میں اپنے ان مسلمان بھائیوں کو نصیحت کروں جو قوالی اور موسیقی وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔

ا۔ بلاشک وشبہ مسلمانوں کے علماء کرام میں سے کوئی بھی عالم جو قرآن وسنت کو اور اُن سلف صالحین کے منہج کو حقیقی معنوں میں سمجھنے والا ہے جن کی اتباع کرنے اور مخالفت سے بچنے کا ہمیں درج ذیل آیت میں اس طرح حکم دیا گیا ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِمَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَسَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾[النساء۔۱۱۵]

''جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ،ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جو لوٹ کر آنے کی بہت بُری جگہ ہے۔''

میں (البانیؒ) کہتا ہوں: ان علماءِ کرام میں سے کسی پر بھی یہ بات مخفی نہیں کہ جس صوفیانہ رقص وسماع (قوالی) کا یہاں تذکرہ ہو رہا ہے وہ بدعت ہے اور اسلامی تاریخ کے اُن بہترین زمانوں (یعنی خیر القرون) میں اس کا بالکل کوئی وجود نہ تھا جن کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بھلائی کی گواہی دی گئی ہے۔

۲۔ یہ بات علماء کے ہاں مسلم ہے کہ اللہ کا قرب صرف شرعی طریقے سے جائز ہے جیسا کہ اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کی چند مثالیں بیان کی ہیں جو ہر باشعور انصاف پسند کے لیے ہماری مذکورہ بات کی تاکید کرتی ہیں۔ شیخؒ نے فرمایا:

''دین کی دو بنیادی چیزیں بڑی واضح ہیں: ایک یہ کہ دین صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ حرام وہی چیز ہے جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا یہ عیب بیان فرمایا کہ انہوں نے اس چیز کو بھی حرام قرار دے دیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں ٹھہرایا تھا اور انہوں نے ایسی چیزوں کو دین بنا لیا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین کی حیثیت سے مقرر نہیں فرمایا تھا۔ اگر کسی عالم شخص سے اس بندے کے متعلق سوال کیا جائے جو کسی بھی علاقے میں موجود دو پہاڑوں کے درمیان بھاگتا ہے کہ کیا ایسا کرنا اس بندے کے لیے جائز ہے؟ تو وہ عالم جواباً کہے گا: ہاں۔ اور اگر اس عالم سے یہ کہا جائے کہ وہ بندہ یہ کام صفا و مروہ کی سعی کی طرح عبادت سمجھ کر کرتا ہے (تو پھر یہ جائز ہے؟) تو وہ عالم کہے گا کہ اس بندے کا یہ کام حرام

اور منکر ہے۔اس بندے سے کہا جائے گا کہ توبہ کر۔اگر وہ اللہ کے حضور توبہ کر لے تو ٹھیک، وگرنہ اسے (مرتد ہوجانے کی بنیاد پر) قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی عالم سے سر ننگا رکھنے، تہبند اور چادر اوڑھنے کے متعلق پوچھا جائے، تو وہ کہے گا کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اگر اس سے کہا جائے کہ ایک شخص حج وعمرہ کی نیت سے اپنے گھر ہی میں اس طرح کرتا ہے جس طرح احرام باندھنے کی صورت میں مکہ مکرمہ میں کیا جاتا ہے۔تو جواباً وہ عالم کہے گا کہ ایسا کرنا حرام ہے، منکر ہے۔

اگر اس سے اس بندے کے متعلق سوال کیا جائے جو دھوپ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔تو وہ کہے گا: یہ جائز ہے اور جب کہا جائے: وہ یہ کام عبادت سمجھ کر کرتا ہے (تو پھر کیا حکم ہے؟) تو وہ کہے گا: ایسا کرنا غلط اور منکر ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''مَنْ هٰذَا؟ یہ کون ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: یہ ابواسرائیل ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا۔نہ بیٹھے گا نہ سائے میں آئے گا اور نہ (کسی سے) بات چیت کرے گا۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے حکم دو یہ بات چیت بھی کرے اور بیٹھ جائے اور سائے میں آجائے اور روزہ مکمل کرے۔''

اگر وہ شخص یہ کام آرام حاصل کرنے اور کسی جائز مقصد کے لیے کرتا تو آپ ﷺ اسے اس کام سے منع نہ فرماتے لیکن اس نے وہ کام چونکہ عبادت سمجھ کر کیا، اس لیے آپ ﷺ نے اسے منع فرما دیا۔اسی طرح اگر کوئی بندہ اپنے گھر میں پچھواڑے سے داخل ہو تو یہ حرام نہیں۔لیکن وہ یہ کام عبادت سمجھ کر کرے جیسا کہ لوگ جاہلیت میں کرتے تھے تو پھر وہ گنہگار ہے اور ایک بدعت کا ارتکاب کر رہا ہے اور بدعت ابلیس شیطان کو اللہ کی عام نافرمانی سے زیادہ پسند ہے کیونکہ نافرمانی کرنے والا جانتا ہے کہ وہ نافرمان ہے لہٰذا وہ توبہ کر لیتا ہے جبکہ بدعتی کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جو کام وہ کر رہا ہے وہ نیکی اور فرمانبرداری والا کام ہے لہٰذا وہ توبہ نہیں کرتا۔اسی طرح جو بندہ کھیل تماشے اور تفریح

طبع کے لیے موسیقی سنتا ہے وہ اسے نیک عمل نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے لیکن جو بندہ اس لیے موسیقی میں مشغول ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے تو وہ اس کام کو دین کا حصہ سمجھنے لگتا ہے اور (جب اسے اس کام سے روکا جاتا ہے تو وہ ایسے محسوس کرتا ہے جیسے اسے اس کے دین سے روکا جارہا ہے) اور جب وہ اس کام سے رکتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ سے اس کا رابطہ ختم ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے ملنے والے حصے سے محروم ہو گیا ہے۔

علماءِ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسے لوگ گمراہ ہیں۔ ائمہ کرام میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا: ''اس کا اس کام کو دین اور قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کرنا جائز ہے'' بلکہ جو کوئی بھی اسے قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے وہ گمراہ ہے اور مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرنے والا ہے''۔[مجموع الفتاوی از ابن تیمیہؒ (ج ۱۱ ص ۶۳۱،۶۳۳)]

۳۔علماء کے ہاں یہ بات ثابت ہے کہ اللہ کا قرب صرف اسی طریقے سے حاصل کیا جاسکتا ہے جو شرعاً ثابت ہے۔شرعی طریقے کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار نہیں کیا جاسکتا حتی کہ اگر [تقرب الی اللہ کے لیے عبادات سے متعلقہ] کوئی چیز بنیادی طور پر شریعت میں ثابت ہے تو اسے جب اور جیسے اپنی مرضی سے اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر عیدین کی نماز کے لیے اذان نہیں کہی جاسکتی [کیونکہ شرعاً نمازِ عیدین کے لیے اذان ثابت نہیں حالانکہ اذان بذات خود ایک شرعی حکم بھی ہے] اسی طرح چھینک آنے کے موقع پر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا بھی ثابت نہیں [جبکہ درود بذات خود ایک شرعی حکم ہے لیکن چھینک کے وقت درود نہیں بلکہ ایسے موقع پر الحمد للہ کہنا چاہیے کیونکہ یہ دعا سنت سے ثابت ہے۔] اس طرح کی اور بہت سے مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔نمازِ عیدین کے لیے اذان اور چھینک کے موقع پر درود وغیرہ ان بدعات سے ہے جن کا نام امام شاطبیؒ نے 'بدعات اضافیہ' رکھا ہے اور ان کو اپنی کتاب ''الاعتصام''

میں اللہ کے رسول ﷺ کے درج ذیل فرمان کے تحت شامل کیا ہے:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ))

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں (لے جانے والی) ہے۔''

معلوم ہوا کہ خلاف شرع طریقوں سے اللہ کا تقرب حاصل کرنا حرام بلکہ بڑا سخت حرام اور ناجائز ہے کیونکہ اس طرح کرنے سے اللہ کی شریعت کی مخالفت لازم آتی ہے اور جو بندہ شریعت کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ان الفاظ میں ڈرایا ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾[الانفال:١٣]

''اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے سو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔''

اسی طرح خلاف شرع طریقوں کو اختیار کرنے سے ان کفار کی مشابہت لازم آتی ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾[الاعراف:٥١]

''جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور جن کو دنیاوی زندگی نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا......''

اسی طرح رقص وموسیقی میں ان مشرکین کی مشابہت بھی ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً﴾[الانفال:٣٥]

''اوران کی نماز کعبہ کے پاس صرف یہ تھی؛ سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔''

یہی وجہ ہے کہ علماء نے ہمیشہ رقص وموسیقی اور گانے بجانے کی سخت مذمت کی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''میں نے عراق میں ایک ایسا کام دیکھا جسے ''تغبیر'' کہا جاتا ہے، زنادقہ (بے دین لوگوں) نے اسے ایجاد کیا ہے اور اس کے ذریعے وہ لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں۔''

امام احمدؒ سے اس (تغبیر) کے متعلق سوال کیا گیا؟ تو آپؒ نے فرمایا: بدعة / یہ ایک بدعت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے ناپسند کیا اور اسے سننے سے منع فرمایا۔ نیز امام احمدؒ نے کہا: ''جب تو ان (ناچ گانے والوں) میں سے کسی انسان کو اپنے راستے میں دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کرلے۔''

واضح رہے کہ تغبیر سے مراد: ''ایسے اشعار ہیں جو دنیا سے بے رغبت کردیں۔ گلوکاران اشعار کو (اپنے مخصوص انداز میں) گاتا ہے جبکہ حاضرین میں سے کوئی شخص چھڑی لے کر (اس کی آواز کے اتار چڑھاؤ کے مطابق) اسے چمڑے پر مارتا ہے یا اپنی ران پر مارتا ہے۔'' ابن قیمؒ وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے۔ [یعنی جس طرح ہمارے ہاں ہوتا ہے کہ گلوکار گانا گاتا ہے اور اس کے معاون اس کی آواز کے ساتھ ساتھ بانسری یا ڈھول بجاتے ہیں...... مرتب]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور رقص وسماع (قوالی):

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

''امام شافعیؒ کا یہ کہنا کہ یہ چیز زندیقوں نے ایجاد کی ہے، بالکل درست ہے۔ یہ قول ایک ایسے امام کا ہے جو اسلام کے اصولوں سے پوری طرح باخبر تھا۔ دراصل اس رقص وسماع (قوالی) کا آغاز انہی لوگوں نے کیا تھا جو زندیق اور ملحد (بے دین) سمجھے جاتے تھے مثلاً ابن راوندی، فارابی اور ابن سینا وغیرہ۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے اس سلسلہ میں ابن راوندی کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ''سماع کے معاملے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض اسے مباح سمجھتے ہیں، بعض مکروہ خیال کرتے ہیں لیکن میں اسے واجب سمجھتا ہوں، اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتا ہوں۔'' گویا اس شخص نے موسیقی وقوالی وغیرہ کو واجب کہہ کر اجماع امت سے انحراف کیا۔ ابونصر فارابی موسیقی کے فن میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ فن موسیقی سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ فارابی نے اپنے علیحدہ سُر ایجاد کر رکھے تھے۔ ابن حمدان کے ساتھ فارابی کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ اس نے جب

اپنی موسیقی شروع کی تو ابن حمدان اوراس کے ساتھیوں کوایسا مخبوط کیا کہ وہ رونے لگے پھر(اس نے سُر یں بدلیں تو وہ) ہنسنے لگے پھر (اس نے سُر یں بدلیں تو وہ) سب سو گئے اور فارابی انہیں سلا کر چلا گیا۔''

شیخ الاسلام ایک اور جگہ رقمطراز ہیں:

''یقیناً دین اسلام میں یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے صالحین، نیک اور عبادت گزار لوگوں کواس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی کہ وہ تالیوں کی آواز اور طبلے کی تھاپ پر گانا سنیں۔ نیز کسی دوسرے عام وخاص کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ ظاہر یا باطن میں آپ ﷺ کی پیروی سے روگردانی کرے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب وحکمت کی پیروی ترک کرے۔'' [مجموع الفتاوىٰ (ج ۱۱ ص ۵٦۵)]

شیخ ؒ مزید فرماتے ہیں: ''جوکوئی بھی دین کے حقائق ،دلوں کے احوال ومعارف، طبیعتوں کے ذوق وغیرہ کا معمولی سا علم بھی رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ موسیقی کے ساتھ گیت سننا اگرایک لحاظ سے نفس کے لیے باعث تفریح ہے تو کئی لحاظ سے یہ اس تفریح سے زیادہ نقصان دہ اورخراب کن بھی ہے۔ موسیقی روح پر ویسے ہی اثر انداز ہوتی ہے جیسے شراب جسم پراثر انداز ہوتی ہے بلکہ موسیقی کا نشہ انگور کی شراب کے نشہ سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے (یاد رہے کہ انگور کی شراب کا نشہ بقیہ شرابوں سے زیادہ ہوتا ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ موسیقی کے رسیا لوگ اتنے مدہوش ہوتے ہیں کہ جتنا شرابی بھی مدہوش نہیں ہوتے اوران کوایسی لذت حاصل ہوتی ہے جو شرابیوں کو بھی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ موسیقی شراب سے بڑھ کرلوگوں کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔ یہ شراب سے زیادہ عداوت اورنفرت پیدا کردیتی ہے یہاں تک کہ موسیقی کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کوقتل بھی کردیتے ہیں اور یہ قتل بسا اوقات ہاتھ سے واقع نہیں ہوتا بلکہ شیطانی احول کے ذریعے ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں شیطان ان پر نازل ہوتے ہیں، ان میں حلول کر کے ان کی زبان سے ایسے ہی بولنے لگتے ہیں جیسے کسی پاگل کی زبان سے 'جن' باتیں کرتا ہے،

کبھی وہ ترکی، فارسی وغیرہ زبانوں میں باتیں کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ عرب کے باشندے ہوتے ہیں اور مذکورہ زبانوں سے ناآشنا ہوتے ہیں اور کبھی وہ شیطان ان کی زبانوں سے عربی میں باتیں کرتے ہیں مگر ایسی باتیں جن کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ اہل مکاشفہ ان امور کا تجربہ ومشاہدہ رکھتے ہیں۔

یہ لوگ شریعت کی مخالفت کرنے کے باوجود آگ میں داخل ہوجاتے ہیں (اور جلتے نہیں) اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کے اندر حلول کر جاتے ہیں اور ان کے اجسام سے تکلیف کا احساس زائل کر دیتے ہیں۔ جس طرح مرگی کے مریض کسی تکلیف کو محسوس نہیں کرتے کیونکہ وہ احساس سے محروم ہوجاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی گرمی اور سختی محسوس نہیں کرتے۔ شیطان ان میں حلول کر کے کبھی انہیں آگ میں داخل کر دیتے ہیں اور کبھی ہوا میں اڑائے پھرتے ہیں۔ ایسی حالت میں ان لوگوں پر مرگی کے مریضوں کی سی ایک بیخودی سی طاری ہوجاتی ہے۔ ہندوستان اور مغربی دنیا میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے جنہیں ''مصلی'' کہا جاتا ہے۔ جب شیطان ان میں کسی میں حلول کر جاتا ہے تو وہ اس شیطانی طاقت سے کبھی آگ میں داخل ہوجاتا ہے، کبھی ہوا میں اڑنے لگتا ہے، کبھی نیزے کی نوک پر کھڑا ہوجاتا ہے اور کبھی ایسے ایسے عجیب وغریب کام کرتا ہے جو یہ مصلی لوگ (شیطانی طاقت کے بغیر) ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ بات درست ہے کہ جنات بہت سے لوگوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں، نظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں، ہوا میں اڑاتے پھرتے ہیں۔ ہمیں ایسے معاملات کا بہت زیادہ تجربہ ہو چکا ہے مگر یہاں اس کی تفصیلات سے بات لمبی ہوجائے گی۔

یہ نام نہاد کم عقل صوفی بھی جب رقص وسماع (قوالی) کے وجد میں آجاتے ہیں تو کبھی ہوا میں پرواز کرنے لگتے ہیں اور کبھی نیزے کی نوک پر کھڑے ہوجاتے ہیں، کبھی آگ میں داخل ہوجاتے ہیں، کبھی آگ پر گرم کیے گئے لوہے کو اپنے جسم پر رکھتے ہیں۔ غرضیکہ اس طرح کے بہت سے عجیب وغریب کام کرنے لگ جاتے ہیں لیکن اس طرح کے احوال نہ

تو نماز کی حالت میں ان پر طاری ہوتے ہیں اور نہ قرآن کی تلاوت کے وقت۔ کیونکہ یہ عبادت کے کام شرعی، اسلامی، نبوی اور محمدی ہیں جو کہ شیاطین کو دور بھگا دیتے ہیں جبکہ دیگر کام جو یہ لوگ انجام دیتے ہیں وہ بدعتی، شرکیہ، کفریہ اور شیطانی ہیں اور یہی غلط کام شیاطین کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ))[ابو داؤد: كتاب الوتر: باب فى ثواب قراءة القرآن (ح١٤٥٢)]

''جب کوئی قوم اللہ کے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتی ہے اور ایک دوسرے کو قرآن پڑھاتی ہے تو ان لوگوں پر (اللہ کی طرف سے) رحمت اور سکینت نازل ہوتی ہے اور فرشتے ان کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر ان (فرشتوں) میں کرتے ہیں جو اللہ کے پاس ہیں۔''

ایک اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے جب سورۃ کہف کی تلاوت فرمائی تو اسے سننے کے لیے فرشتے اتر آئے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے قندیل میں چراغ ہوں۔ [یہ تو تھی قرآن کی فضیلت اور برکت جبکہ] سیٹیاں اور تالیاں بیہودگی اور بے حیائی کی طرف دعوت دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور نماز سے اسی طرح روکتی ہیں جیسے شراب روکتی ہے۔ اسی لئے سلف صالحین نے اس کا نام تغبیر رکھا ہے کیونکہ تغبیر کا مطلب ہے: ''لکڑی کے ساتھ کسی چمڑے پر ضرب لگانا'' اس طرح کر کے گلوکار کی آواز کو مختلف سروں پر بدلا جاتا ہے اور کبھی کبھی گلوکار کی آواز کے ساتھ تالی کی آواز یاران اور چمڑے پر چھڑی مارنے کی آواز بھی شامل ہو جاتی ہے یا کبھی کبھی عیسائیوں کے ناقوس کی طرح ہاتھ کو دف یا طبلے پر مارنے کی آواز یا یہودیوں کے بگل کی طرح سیٹیاں بجانے کی آواز کو بھی زیر استعمال لایا جاتا ہے...... جو بندہ بھی ان حرام کاموں کو دین اور قربت الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کرے گا اس کی گمراہی اور جہالت میں کوئی شک نہیں۔'' [مجموع الفتاویٰ (ج۱۱ ص۵۷۳تا۵۷۶)]

قاضی ابوطیبؒ اور رقص وسماع (قوالی):

ان علماء کرام میں سے ایک قاضی ابوطیب طبریؒ بھی ہیں جنہوں نے صوفیاء کے سماع اور قوالی پر سخت تنقید کی ہے اوراسے حرام قرار دیا ہے۔قاضی ابوطیبؒ فرماتے ہیں:

''صوفیاء کے اس گروہ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے موسیقی کو باعث نیکی اور کارثواب (یعنی دین) سمجھ لیا ہے میں نے مساجد میں، مجموں میں، تمام پاکیزہ جگہوں اور معزز مجمع گاہوں میں اس کا اعلان ہوتا دیکھا ہے۔'' [مرتب کہتا ہے شاید وہ اعلان اس طرح ہوتا ہوگا:'' فلاں جگہ پر آج شام محفل موسیقی کا انعقاد ہوگا،سب احباب اس کارِخیر میں شرکت فرما کا ثوابِ دارین حاصل کریں''!(استغفراللہ ومعاذاللہ)]

امام طرطوشیؒ اور رقص وموسیقی:

رقص وموسیقی اورقوالی کوحرام قرار دینے والے علماءِ کرام میں امام طرطوشیؒ بھی شامل ہیں۔ان سے ایسے لوگوں کے متعلق سوال کیا گیا جو......''ایک جگہ جمع ہوکر تھوڑی سی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں پھران میں شعر گو شعر پڑھتے ہیں اور پھر یہ لوگ رقص شروع کردیتے ہیں،اس میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور دف اور بانسری وغیرہ بھی بجاتے ہیں......'' کیا ان کی محفل میں شرکت کرنا جائز ہے یانہیں؟ توامام طرطوشیؒ نے جواب دیا:

ان صوفیاء قسم کے لوگوں کا یہ طریقہ سراسر باطل،اور لاعلمی وجہالت اور گمراہی پرمبنی ہے جبکہ اسلام اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کا نام ہے اور''رقص وتواجد'' کو سب سے پہلے سامری (جادوگر) کے ماننے والوں نے شروع کیا۔[محبت یا خوشی اورغم یا تکلیف کومخصوص انداز سے بیان کرنے کو وجد یا تواجد کہتے ہیں،ہمارے ہاں اسے 'حال پڑنا' کہا جاتا ہے اوراس حال پڑنے کے بعد جو حالت ہوتی ہے وہ بھی دیکھنے والی ہوتی ہے!......مرتب]

جب سامری (جادوگر) نے اپنے ہم عصر لوگوں کے لے ایک بچھڑا بنایا جس کا جسم بھی تھا اور آواز بھی تھی تو وہ لوگ اس کے اردگرد رقص کرنے لگے۔ لہذا رقص کفار اور بچھڑے کے عبادت گزاروں کا دین ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس ایسی (باوقار اور پرسکون) ہوتی تھی جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (جو حرکت کرنے سے اڑ جائیں گے)۔ حاکم وقت اور اس کے نامزد حکومتی ذمہ دراوں کو چاہیے کہ ان صوفیاء کو مساجد اور دوسری جگہوں میں مجلسیں کرنے سے روکیں۔ یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ جو بندہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ ایسی مجلسوں میں جائے اور باطل و گمراہانہ کاموں پر ان کی مدد کرے۔ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور دیگر ائمہ کرام کا بھی یہی فتویٰ ہے۔"

امام قرطبیؒ اور رقص و موسیقی:

رقص و موسیقی اور قوالی کو حرام قرار دینے والے علماءِ کرام میں امام قرطبیؒ بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اس گانے بجانے کا جو ساکن کو متحرک کر دیتا ہے، دل میں بے چینی کی لہر دوڑا دیتا ہے اور جس میں عورتوں، شراب اور دیگر حرام کاموں کے اوصاف بیان کیئے جاتے ہیں اور جس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا:

"اس بارے میں صوفیاء نے جو چیزیں ایجاد کر رکھی ہیں ان کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ نفسانی خواہشات نے ایسے بہت سے بندوں پر غلبہ حاصل کرلیا ہے جو نیکیوں میں مشہور تھے (اور موسیقی کے رسیا ہو جانے کے بعد وہ بدعات میں مبتلا ہو گئے) یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے لوگ پاگلوں اور بچوں جیسی حرکتیں شروع کر دیتے ہیں اور مخصوص انداز میں بھنگڑا ڈالنے لگ جاتے ہیں۔ بعض نے تو یہاں تک ستم کیا کہ ان بدعات کو قرب الٰہی اور نیک اعمال میں اضافے کا ذریعہ سمجھ لیا اور وقت کے ساتھ ساتھ

یہ سلسلہ بڑھتا جارہا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ کام زنادقہ (بے دین لوگوں) کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ المستعان"

امام ابن صلاحؒ اور رقص وموسیقی:

رقص وموسیقی اور قوالی کو حرام قرار دینے والے علماءِ کرام میں امام حافظ ابن صلاحؒ بھی شامل ہیں۔ حافظ ابن صلاحؒ سے جب ان لوگوں کے متعلق سوال کیا گیا جو تالیوں اور رقص کے ساتھ دف اور بانسری کی موسیقی کو حلال سمجھتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کام قربت الٰہی کا ذریعہ ہے اور ایک افضل عبادت ہے، تو حافظ ابن صلاحؒ نے (مذکورہ بالا علماء کے فتاوی کے مثل اس کی حرمت ہی کا) فتوی دیا۔ آپؒ نے جو جواب دیا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

"ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام عائد کیا ہے۔ وہ اپنی حرکت کی وجہ سے مشہور ہوگئے ہیں کہ یہ سینوں میں کفر رکھتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کی ہے اور جو کوئی مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق آتا ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾[النساء۔ ۱۱۵]

"جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد بھی رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جو انجام کے لحاظ سے بہت بُری جگہ ہے۔"

امام شاطبیؒ اور رقص وموسیقی:

رقص وموسیقی اور قوالی کو حرام قرار دینے والے علماءِ کرام میں امام شاطبیؒ بھی شامل ہیں۔ ان سے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا گیا جو صوفیاء کہلاتے ہیں اور اکٹھے

ہوکر ایک ہی آواز میں اللہ کا باآوازِ بلند ذکر کرتے ہیں، پھر گانا گاتے اور رقص کرتے ہیں۔امام شاطبیؒ نے جواباً کہا:

''یہ سب کام نئی نئی ایجادات ہیں جو کہ نبی اکرم ﷺ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کے طریقے کے خلاف ہیں۔''

پھر امام شاطبیؒ نے فرمایا کہ''جب ان کا یہ جواب (فتوی) مختلف شہروں کی طرف پہنچا تو ایسے نئے نئے کام کرنے والوں پر قیامت ٹوٹ پڑی،انہیں اپنے اڈے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوا،اوران کے یہ نئے نئے کام جو روزی کا ذریعہ بنے ہوئے تھے ان کے ختم ہوجانے سے انہیں اپنی روزی بھی جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔انہوں نے بعض ابن الوقت مولویوں کے فتاویٰ کا سہارا لیا اور انہیں اپنی بدعات کو بچانے کے لیے غنیمت سمجھا۔''

پھر امام شاطبیؒ نے ان کی تردید کی اور وضاحت کی کہ ابن الوقت مولویوں نے موسیقی اور رقص وقوالی کے جواز کے لیے جو دلائل پیش کیے ہیں،اگر غور کیا جائے تو وہ دلائل خود ان کے خلاف حجت ہیں۔

یہ کلام کافی طویل ہے اور تقریباً تیس صفحات پر محیط ہے جو کوئی تفصیل سے اسے پڑھنا چاہتا ہے وہ امام شاطبی کی کتاب الاعتصام (ص۳۵۸ تا۳۸۸) کی طرف رجوع کرے۔اس بحث کے آغاز میں امام شاطبیؒ نے ان قواعد اور مآخذ کا ذکر بھی کیا ہے جن سے بدعتی اور گمراہ لوگ دلیل پکڑتے ہیں۔آپ نے ان قواعد کے بطلان اور ان مآخذ کے شریعت کے برعکس ہونے پر کافی وشافی کلام کیا ہے جو یقیناً لائق مطالعہ ہے۔

علامہ ابن قیمؒ اور رقص وموسیقی وقوالی:

رقص وموسیقی اور قوالی کو حرام قرار دینے والے علماءِ کرام میں سے ایک محقق وادیب علامہ ابن قیم الجوزیہ بھی ہیں۔موسیقی،آلات موسیقی اور صوفیانہ سماع کی حرمت کے متعلق آپ نے اپنی عالمانہ کتاب''الکلام فی مسألۃ السماع''میں کلام

کیا ہے ۔آپ نے بڑے جامع انداز سے قرآن وسنت ،اور سلف صالحین کے آثار وروایات سے استدلال کیا ہے،علماء کرام کے مختلف اقوال بیان کر کے ان میں سے راجح کا ذکر بھی کیا ہے ۔اللہ کی محرمات کو حلال قرار دینے والوں کا تردید بھی کی ہے۔اس بحث میں ابن قیمؒ نے اہل موسیقی اور اہل قرآن کے مابین مناظرہ کی ایک مجلس کا ذکر کئی فصلوں میں بڑے عمدہ انداز سے کیا ہے اور قوالی وموسیقی کو جائز قرار دینے والے بدعتیوں کا زبردست رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ابن قیمؒ کو جزائے خیر دے۔انہوں نے قوالی اور رقص وموسیقی کی حرمت پر جو کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

”قوالی کی موجودہ صورت سخت قبیح اور حرام ہے ۔مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اسے جائز قرار نہیں دیا۔اس کو صرف وہی بندہ جائز سمجھتا ہے جس نے حیا اور دین کی چادر کو اپنے آپ سے اتار دیا ہو اور وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کے دین اور اس کے بندوں کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتا ہو۔قوالی ان جیسی برائیوں ہی پر مشتمل ہے۔اس کی قباحت لوگوں کی فطرت میں رچ بس گئی ہے یہاں تک کہ غیر مسلم بھی ان کاموں کی وجہ سے مسلمانوں کو ان کے دین پر عار دلاتے ہیں۔حالانکہ سچے مسلمان اور دین اسلام قوالی اور موسیقی وغیرہ سے بری ہیں ۔اس موسیقی نے عقل، دین ،عزت اور نئی نسل میں کئی خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔ کتنے ہی دینی احکام اس نے خراب کر دیے ہیں، کتنی ہی سنتوں کو اس نے مردہ کیا اور کتنے ہی گناہ اور بدعات کو ایجاد کیا ہے۔

اگر اس قوالی اور موسیقی میں صرف یہی خرابیاں ہوتیں (جو آگے آ رہی ہیں......مرتب) تو یہ بھی کچھ کم نہ تھیں مثلاً موسیقی کی موجودگی میں اہل قرآن کے دلوں پر تلاوتِ قرآن کا سماع بوجھل ہو جاتا ہے۔اسی طرح جب ان کے سماع کی محافل میں تلاوتِ قرآن کی جائے تو ان کو تلاوت گراں محسوس ہوتی ہے۔قرآن کی آیات سے یہ اس طرح گونگے بہرے بن کر گزر جاتے ہیں کہ انہیں اس میں کوئی لذت اور حلاوت محسوس نہیں ہوتی بلکہ تلاوت

قرآن کے وقت اکثر حاضرین کی اس کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ نہ یہ قرآن کے معانی پر غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی تلاوت قرآن کے وقت یہ اپنی آوازوں کو پست کرتے ہیں۔ تلاوت قرآن سے تو انہیں نہ لذت آتی ہے نہ وجد طاری ہوتا ہے اور نہ 'حال' پڑتا ہے جب کہ موسیقی اور قوالی سنتے ہی یہ وجد میں آجاتے ہیں اور جس طرح مکھی گھومتی ہے اس طرح یہ رقص شروع کردیتے ہیں...... حاصل یہ کہ دین واخلاق اور جسم وروح ہر اعتبار سے موسیقی اور قوالی کے مفاسد اَن گنت ہیں۔[الکلام فی مسألة السماع (ص۱۰۶تا۱۰۸)]

علامہ آلوسیؒ اور رقص وموسیقی:

موسیقی اور قوالی کو حرام قرار دینے والوں میں مفسر ومحقق علامہ آلوسیؒ بھی ہیں۔ آپؒ لھو الحدیث والی آیت مبارکہ کی لمبی چوڑی تفصیل بیان کرنے، اس کے متعلق سلف صالحین کے آثار، اور مفسرین کے اقوال بیان کرنے، موسیقی کی حرمت پر اس آیت سے استدلال اور اس کی حرمت کے متعلق فقہاء امت کے مذاہب بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''میں (آلوسیؒ) کہتا ہوں: گانے بجانے اور قوالی کی وبا سارے شہروں اور ملکوں میں پھیل گئی ہے۔ یہاں تک کہ اب مساجد وغیرہ میں بھی اس سے چھٹکارا نہیں۔ بلکہ گلوکار اور قوال تو مخصوص اوقات میں مساجد کے مناروں پر شراب کے اوصاف پر مشتمل اشعار گاتے ہیں اور مختلف قسم کے سر لگاتے ہیں اور تمام ممنوعہ کام کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اوقاف کے مال سے ان کے لیے وظائف مقرر ہیں۔ انہیں بڑے بڑے اَولیاءُ اللّٰه کہا جاتا ہے اور دین سے لاپرائی اختیار کرنے کے باوجود انہیں بڑے بڑے عَلّامہ فَھّامَہ کہا جاتا ہے۔ اس سے بھی برا کام وہ ہے جسے سرکش صوفیاء کرتے ہیں۔ اللہ انہیں غارت کرے، ان پر جب ان کی شرکیہ قوالیوں کی وجہ سے اعتراض کیا جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم [قوالی میں لفظ] شراب کہہ کر اس سے 'محبت الٰہیہ' مراد لیتے ہیں۔ سکر (نشہ

آور چیزوں کا نام لے کران) سے محبت الٰہیہ کا غلبہ مراد لیتے ہیں اور لیلٰی، میة ، سعدی وغیرہ کہہ کر ہم محبوب اعظم یعنی اللہ تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ یہ سب ان کی سوءِ ادبی اور گستاخی ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[الاعراف۔۱۸۰]

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں۔سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج ر [illegible] کے کیئے کی سزا ضرور ملے گی۔''[روح المعانی(ج ۱۱ ص ۷۲،۷۳)]

پھر علامہ آلوسیؒ اپنے دور کی کسی فاضل وعالم شخصیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''حرام سماع میں سے ہمارے زمانے کے صوفیاء کا سماع (قوالی) بھی ہے اگر چہ یہ رقص کے بغیر ہی کیوں نہ ہو۔قوالی کی خرابیاں برے اشعار کہنے سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔اس کے باوجود قوّالوں (گلوکاروں) کا یہ عقیدہ ہے کہ قوالی قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ان کا خیال ہے کہ جو قوالی میں زیادہ رغبت رکھتا ہے وہ اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے۔[نَعُوذُ بِاللّٰہ مِن ذٰلک] اللہ ان کو غارت کرے یہ کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔''[روح المعانی(ج ۱۱ ص ۷۵)]

عزبن عبدالسلامؒ اور رقص وموسیقی:

علامہ آلوسیؒ نے اس سے پہلے عزبن عبدالسلامؒ کے حوالے سے بھی صوفیاء کے رقص وسماع اور ان کے تالیاں بجانے پر سخت تردید نقل کی ہے پھر ان صوفیاء کے وجد اور اس وجد پر علماء کے اقوال بھی بیان کیئے ہیں۔عزبن عبدالسلامؒ نے رقص وسماع وغیرہ جیسے کاموں کے جواز کی نفی کی ہے کیونکہ یہ کام نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں موجود نہیں تھے۔پھر انہوں نے آلات موسیقی (معازف) کی حرمت کے متعلق

احادیث ذکر کی ہیں ان احادیث میں ایک صحیح بخاری کی حدیث ہے، پھرانہوں نے جس مجلس میں موسیقی کا دخل ہو اس میں بیٹھنے کا حکم اوراس کے متعلق علماء کرام کے اقوال ذکر کیے ہیں پھر فرمایا:

''اگر کوئی مجبوراً کسی ایسی مجلس میں پہنچ جائے تو تب بھی اس کا قطعی طور پر یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ موسیقی اور قوالی قربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے جیسا کہ صوفیاء خیال کرتے ہیں۔اگر صوفیاء کی بات درست ہوتی تو انبیائے کرام؊ کبھی اس کام کو نہ چھوڑتے بلکہ ایسے تقرب والے کام کو خود بھی کرتے اوراپنے پیرروکاروں کو بھی اسے کرنے کا حکم دیتے جبکہ کسی بھی نبی سے یہ ثابت نہیں اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اوردوسری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾[المائدة]

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔''

اگر موسیقی اور میوزک دین اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اس کی وضاحت فرما دیتے کیونکہ آپ ﷺ نے ہر معاملے کی وضاحت فرمادی ہے۔جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا تَرَكْتُ شَيْئاً يُقَرِّبُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ عَنِ النَّارِ اِلَّاأَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَمَاتَرَكْتُ شَيْئاً يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ عَنِ الْجَنَّةِ اِلَّانَهَيْتُكُمْ عَنْهُ))

''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں جنت کے قریب کر سکتی اور جہنم سے دور کر سکتی تھی مگر میں نے تمہیں اس کے کرنے کا حکم دے دیا ہے۔اور میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں جہنم کے قریب کر سکتی اور جنت سے دور کر سکتی تھی مگر میں نے تمہیں اس کے کرنے سے روک دیا ہے۔''

[ایضا(ص۷۹)]

اچھی نیت سے موسیقی سننا؟!

کتاب وسنت سے موسیقی کی حرمت واضح کرنے کے بعد مشہور ومعروف علماءِ کرام میں سے جن علماء کے فتاوی تک میری رسائی ہوسکی ان کا نقطہ نظر میں نے آپ کے سامنے پیش کردیا ہے کہ وہ سب موسیقی اورقوالی کو گمراہ کن بدعت قرار دیتے ہیں۔ یہاں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قارئین کو وہ قصہ بیان کروں جو مجھے موسیقی کے موضوع پر بعض مقلد قسم کے طلبہ سے بحث کرتے ہوئے پیش آیا۔ یہ تقریباً نصف صدی پہلے کی بات ہے کہ میں اپنی دوکان پر گھڑیوں کی مرمت کررہا تھا کہ ایک کم عقل طالب علم (اپنی گھڑی مرمت کروانے کے لیے میرے پاس) آیا۔ اس نے ملک شام کا نقش ونگاروالا مشہور اغبانی عمامہ سر پر باندھ رکھا تھا۔ اچانک میری نظر ایک بڑے سے آلے پر پڑی جو اس نے اپنی بغل میں دبایا ہوا تھا۔ میں نے سمجھا شاید یہ ''فونوگراف'' (ایک آلۂ موسیقی) ہے۔ جب میں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے میرے اس خیال کی تصدیق کردی۔ میں نے اسے کہا: کیا تم گلوکار ہو؟

اس نے کہا: میں گلوگار تو نہیں، البتہ میں موسیقی کا شوقین ضرور ہوں۔

میں نے کہا:

کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک موسیقی بالاتفاق حرام ہے؟

اس نے کہا: میں اچھی نیت سے یہ کام کرتا ہوں۔

میں نے پوچھا: وہ کس طرح؟

اس نے کہا:

''میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہوں اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہوں، اوراس کے ساتھ ام کلثوم (مصر کی مشہور مغنیہ) کا گانا سنتا ہوں اوراس گلوکارہ کی حسین آواز سے مجھے جنت کی حوروں کی آواز یاد آجاتی ہے [جنہیں حاصل کرنے کے لیے

میں زیادہ نیکیاں کرتا ہوں]

میں نے اس کی اس بات کا بڑے سخت الفاظ میں رد کیا۔لیکن وہ الفاظ میں یہاں ذکر نہیں کروں گا جو میں نے اسے کہے تھے۔بہر حال کچھ ہفتوں کے بعد وہ اپنی گھڑی (جو مجھے مرمت کے لیے دے گیا تھا) لینے کے لیے واپس آیا تو اس کے ساتھ اس سے صحت مند ایک اور طالب علم بھی تھا جو جمیعت رابطہ علما کا معروف کارکن تھا۔اس نے اپنے ساتھی کی حمایت میں اس کی 'حسنِ نیت' کے حوالے سے اسی موضوع پر گفتگو کی۔ میں نے اسے جواب دیا کہ

اچھی نیت کسی حرام چیز کو حلال نہیں کر سکتی، چہ جائیکہ اسے تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھ لیا جائے۔پھر میں نے کہا: مجھے یہ بتاؤ اگر کوئی مسلمان اس دعوے سے شراب پیتا ہے کہ یہ جنت کی شراب یاد کرا دیتی ہے (جس کے حصول کے لیے میں پھر اور زیادہ نیک کام کرتا ہوں) تو ایسے بندے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اسی طرح یہی علت زنا کے متعلق بھی بیان کی جا سکتی ہے (بلکہ اس طرح تو ہر حرام کام جائز ہو جائے گا) لہٰذا تم اللہ سے ڈر جاؤ اور لوگوں پر اللہ کی محرمات کو حلال کرنے کا دروازہ نہ کھولو اور نہ ہی ان محرمات کو حیلے، بہانے سے اللہ کے تقرب کا ثابت کرنے کی کوشش کرو۔چنانچہ وہ آدمی چلا گیا۔

اللہ ہمیں قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!



آٹھواں باب:

موسیقی کو جائز سمجھنے والا غامدی گروہ اور ان کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ

جاوید احمد غامدی اور ان کا 'حلقۂ اشراق'، دین و شریعت کے حوالے سے جمہور امت کے متوازی جو افکار و نظریات پھیلا رہا ہے، اس سے اہل علم کا ایک حلقہ تو بخوبی آگاہ، متنبہ اور متفکر ہے جبکہ کئی لوگ ان کے افکار و نظریات کے حوالے سے ابھی تذبذب کا شکار ہیں۔ اور بہت سے لوگ تو اس گروہ سے ابھی تک واقف ہی نہیں۔

اس وقت میرے پیش نظر غامدی مکتبِ فکر کا نمائندہ اور نقیب اردو ماہنامہ 'اشراق' (مارچ 2004ء) کا شمارہ ہے جسے 'اسلام اور موسیقی' کے عنوان سے خصوصی اشاعت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مضمون نگار منظور الحسن کے بقول یہ مضمون ان کے استاد جاوید احمد غامدی کے افادات پر مبنی ہے اور انھی کی رہنمائی میں تحریر کیا گیا ہے۔

اس شمارے میں ان حضرات نے ثقافت و تمدن کے حوالے سے اپنے نظریات کو کافی کھل کر بیان کر دیا ہے۔ عورت کے لیے حجاب کے تو یہ پہلے ہی قائل نہ تھے اور علم و ادب کے نام پر مخلوط مجالس کا اہتمام بھی یہ معیوب نہیں سمجھتے، لیکن اب تو انھوں نے موسیقی، میوزک، رقص و سرود بلکہ غیر محرم مرد و زن کے رقص و موسیقی سے 'لطف اندوز' ہونے اور ان کے 'فن' کا مظاہرہ دیکھنے کو بھی 'جائز' قرار دے دیا ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ ان تمام چیزوں کو محض جائز ہی قرار نہیں دیا بلکہ اپنے تئیں یہ ثابت کرنے کی بھی ناروا جسارت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ غیر محرم عورتوں کے گانے

بجانے اور رقص وموسیقی سے لطف اندوز ہوا کرتے اور اپنی ازواج کو بھی ان کے ناچ گانے کا فن دکھا کران کا دل بہلایا کرتے تھے......! استغفر اللّٰہ!!

مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں ان کے اپنے ہی قلم سے نکلے ہوئے چند گستاخانہ جملوں کو بطور مثال من وعن یہاں نقل کر دیا جائے۔ مضمون نگار لکھتے ہیں:

۱- ''آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عورتوں نے دف بجا کر گیت گائے اور آپ نے انھیں پسند فرمایا، ماہر فن مغنیہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا گانا سنانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا گانا سنوایا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے شانے پر سر رکھ کر بہت دیر تک گانا سنتی اور رقص دیکھتی رہیں۔'' [ماہنامہ اشراق، مارچ 2004،ص 19]

۲- ''نبی ﷺ نے نہ صرف موسیقی کو پسند فرمایا بلکہ بعض موقعوں پر اس کی ترغیب بھی دی۔'' [ایضاً]

۳- ''اس موقع پر عام عورتوں اور بچوں اور مغنیات نے دف بجا کر استقبالیہ نغمے بھی گائے، جنھیں نبی ﷺ نے پسند فرمایا۔'' [ص،۲۶]

۴- ''نبی ﷺ شادی کی کسی تقریب میں گئے تو باندیاں گیت گا رہی تھیں۔ آپؐ کی آمد کے باوجود گانے کا سلسلہ جاری رہا، گانے والیاں گانے میں دف استعمال کر رہی تھیں۔ نبی ﷺ توجہ سے گانا سن رہے تھے۔'' [ص،۳۰]

۵- ''ماہر فن مغنی اور مغنیات اور رقاص اور رقاصائیں عرب میں موجود تھیں اور نبی ﷺ ان کے فن سے لطف اندوز ہونے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔'' [ص،۳۳]

۶- ''حبشہ کے غلام اور لونڈیاں رقص وموسیقی کے فنون میں مہارت رکھتے تھے......حبشی مردوں اور عورتوں نے نبی ﷺ کی موجودگی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا اور آپؐ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔'' [ص،۳۵]

۷- ''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی موجودگی میں حبشہ کے ان فنکاروں کا رقص دیکھا۔'' [ص،۳۶]



یہ تو تھے رقص وموسیقی جیسے ''شیطانی فنون'' کے حوالے سے وہ چند دلخراش جملے جو اس مکتبِ فکر کے نقطۂ نظر کی بخوبی وضاحت کرتے ہیں لیکن اس پر طرہ یہ کہ ان لوگوں (اہل اشراق) نے بڑی بے شرمی سے ان شیطانی فنون کو جائز قرار دینے کے لیے یہ بات کہی ہے کہ

''حدیث کی کتابوں میں ایسی متعدد روایتیں موجود ہیں جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔'' [ایضاً ص،۲]

آخر وہ کون سی روایات ہیں جو رقص وموسیقی اور ان کی مخلوط مجالس کو 'جائز' قرار دیتی ہیں......؟ محدثین کے نزدیک ان کی استنادی حیثیت کیا ہے......؟ ان روایات کا سیاق وسباق کیا ہے......؟ دیگر صحیح احادیث اور شریعت کے عمومی مزاج کے تناظر میں ان کا معنی ومفہوم کیا ہے......؟ علمائے سلف نے آج تک ان کا کیا معنی ومفہوم مراد لیا ہے......؟ ان ساری باتوں کی تفصیل ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے اور یہ بھی واضح کریں گے کہ ان 'غامدی حضرات' نے کس طرح آنحضرت ﷺ کو معاذ اللہ غیر محرم عورتوں کے رقص وموسیقی کو پسند کرنے والا نبی ثابت کر دکھانے پر 'تحقیق' فرمائی اور امت مسلمہ کے لیے رقص وموسیقی کی مخلوط مجالس کا 'جواز' فراہم کرنے پر 'زورِ قلم' صرف کیا ہے......!!

ہم اپنی بحث کو درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کریں گے:

- گانے (موسیقی) کی شرعی حیثیت
- اجنبی عورت (مغنیہ/گلوکارہ) سے گانا سننا
- اجنبی عورت (رقاصہ) کا رقص دیکھنا
- لونڈی اور مغنیہ سے حضور ﷺ کا گانا سننا
- دف کے علاوہ آلاتِ موسیقی کا استعمال
- حرمت ساز اور قرآنِ مجید

رقص و موسیقی سے متعلقہ مذکورہ بالا پہلوؤں کے حوالے سے ہم پہلے قرآن و سنت کی تعلیمات کا حاصل پیش کریں گے اور بعد میں غامدی حضرات کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے ان کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔ان شاءاللہ!

گانے (موسیقی) کی شرعی حیثیت

'گانے' کو 'موسیقی' بھی کہا جاتا ہے جو کہ یونانی زبان کا لفظ ہے لیکن گانے اور موسیقی میں ایک فرق ہے۔گانا تو مجرد گیت، یا 'اشعار' کو کہتے ہیں جب کہ موسیقی کے لفظ میں ان معانی کے علاوہ دو مفہوم اور بھی شامل ہیں:

(i) ایسا گانا جس کے ساتھ میوزک شامل ہو۔

(ii) یا ایسا میوزک جو گانے کے بغیر ہو۔

ہمارے ہاں لفظ موسیقی سے یہی دو مفہوم مراد لیے جاتے ہیں۔ مجرد گانے اور میوزک کے ساتھ گانے کے چونکہ الگ الگ احکام ہیں اس لیے ہم 'موسیقی' کی جگہ 'گانے' اور 'میوزک' کی جگہ 'آلاتِ موسیقی' کا استعمال کریں گے۔آلاتِ موسیقی کی مفصل بحث تو آگے آئے گی یہاں ہم پہلے 'گانے' کی شرعی حیثیت واضح کیے دیتے ہیں۔

گانے کی مختلف اقسام ہیں مثلاً گیت، اشعار، نظم وغیرہ پھر ان میں سے ہر ایک کی آگے کئی قسمیں ہیں مثلاً: حمدیہ گیت، نعتیہ گیت، قومی و ملی گیت، رمزیہ گیت، لوک گیت، عشقیہ گیت، فحش گیت، حدی خوانی، حمد، نعت، غزل، مرثیہ اور ہجو وغیرہ۔

گیت سنگیت کی مذکورہ بالا اقسام و اصناف میں سے کسی قسم یا صنف میں اگر کفر و شرک، فحش و عشق، فتنہ و فساد، لعن وطعن اور اسی طرح کی کسی اور اخلاقی برائی پر مبنی کلمات نہ ہوں تو انھیں گانے میں کوئی حرج نہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اسے آلاتِ میوزک (موسیقی) کے بغیر گایا جائے اور ان کے گانے میں کسی اور فتنے کا اندیشہ بھی نہ ہو۔ان شرائط اور حدود و قیود پر مبنی گانوں کے حوالے سے غامدیوں کو بھی تقریباً اتفاق ہے البتہ

غامدی حضرات کے نزدیک میوزک (آلات موسیقی، ساز وغیرہ) کے ساتھ گانا سننے میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ غیر محرم گلوکاراؤں (مغنیات) کا گانا سننے کو بھی یہ حضرات صاف طور پر جائز قرار دیتے ہیں۔ اس لیے آئندہ سطور میں ان دونوں پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

اجنبی عورت (یا فنکارہ اور گلوکارہ) سے گانا سننا

قرآنِ مجید میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حوالے سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ [الاحزاب:۳۲]

''نرم لہجے میں (یعنی لوچ دار انداز سے) گفتگو نہ کرو۔''

اس کا یہ معنی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لیے تو لوچ دار گفتگو کرنا منع اور دیگر عورتوں کے لیے جائز ہے بلکہ اس حکم میں تمام مسلمان عورتیں شامل ہیں، کیونکہ قرآن مجید قیامت تک کے لیے آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اور حضور کی بیویوں سے ایک حکم کے آغاز کرنے کی حکمت یہ تھی کہ اس حکم قرآنی کی اہمیت واضح ہو اور اس پر سب سے پہلے نبی کی گھر والیاں عمل پیرا ہو کر دوسری عورتوں کے لیے اطاعت رسول کا نمونہ پیش کریں۔ اس قرآنی ضابطے کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ جب عورت کے لیے مرد کے سامنے لوچ دار آواز سے گفتگو بھی جائز نہیں تو پھر انھیں گیت سنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے جب کہ گیت اور نغمے وغیرہ اس وقت تک گائے ہی نہیں جا سکتے جب تک کہ ان میں لے، سُر اور لوچ دار انداز اختیار نہ کیا جائے۔

اسی طرح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی عورتوں حتیٰ کہ باندیوں کے گانے بجانے کے پیشہ و مشغلہ کو آنحضرت ﷺ نے ناپسند قرار دیتے ہوئے اسے بالتدریج ختم فرما دیا۔ آپؐ کے متعدد فرامین سے اس کا اثبات ہوتا ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے:

لَا تَبِیْعُوا الْقَیْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ [السلسلة الصحیحه:ح ۲۹۲۲]

''مغنیہ لونڈیوں کی خرید وفروخت نہ کرو۔ اور نہ ہی انھیں یہ (ناچ گانے کا فن) سکھاؤ۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس ممانعت کو بخوبی سمجھتے اور مدنظر رکھتے تھے جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے واضح ہوگا، مگر غامدیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اجنبی عورتوں کے گانے سننا 'جائز' ہے۔ خواہ وہ آزاد عورت ہو یا باندی، پیشہ ور مغنیہ ہو یا عام گانے والی۔ اس سلسلہ میں انھوں نے احادیث میں معنوی تحریف سے کام لیا ہے اور وہ احادیث جن میں 'بچیوں' کے گیت گانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں سننے کا تذکرہ ہے، انھیں معنوی اعتبار سے توڑ مروڑ کر بطورِ دلیل پیش کیا ہے پھر اس معنوی تحریف کو 'مستند' ثابت کرنے کے لیے ذخیرۂ احادیث میں سے کچھ جعلی اور جھوٹی روایات بھی 'دریافت' کرلی ہیں جو انھیں نہ گزشتہ 'قرآنی حکم کے خلاف' محسوس ہوئیں، نہ 'عقلِ عام کے خلاف' اور نہ ہی اسلام کے مجموعی مزاج کے منافی!

غامدیوں نے جس انداز سے اپنے دلائل کا گمراہانہ جال بُنا ہے، اس کے تار و پود بکھیرنے اور حقیقت حال واضح کرنے کے لیے ہم اس مسئلہ کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کرکے بحث کریں گے:

۱) عید پر موسیقی اور اجنبی عورتوں کے گانے

۲) جشن کے موقع پر پیشہ ور مغنیات کے گانے

۳) خوشی، شادی کے موقع پر پیشہ ور مغنیات کے گانے

۱)......عید کے موقع پر پیشہ ور مغنیات کے گانے سننا

غامدیوں نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عید جیسے مبارک موقع پر پیشہ ور مغنیات کے گانے سنے [معاذ اللہ]، بطور دلیل یہ

روایت پیش کی ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمُ عِيْدٍ" [بخاری:ح۹۰۸]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر دو (مغنیہ) لونڈیاں جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ آپ بستر پر دراز ہو گئے اور اپنا رخ دوسری جانب کر لیا۔ (اسی اثنا میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے۔ (گانے والیوں کو دیکھ کر) انھوں نے مجھے سرزنش کی اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شیطانی ساز (کیوں)؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے اور فرمایا: انھیں (گانا بجانا) کرنے دو۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسرے کام میں مشغول ہو گئے تو میں نے ان (گانے والیوں کو چلے جانے کا) اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔ یہ عید کا دن تھا۔" [اشراق:ص،۱۹-۲۰]

اس حدیث کے تحت مضمون نگار لکھتے ہیں کہ

"یہ گیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گائے جا رہے تھے...... گانے والیاں ماہر فن مغنیات تھیں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والیوں کو گانا گانے سے نہیں روکا۔ بخاری کی اس روایت سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے موقع پر موسیقی کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے۔" [ایضا:ص،۲۱]

گویا 'غامدی حضرات' یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ عید کے موقع پر ماہر فن مغنیات کا گانا پیش کرنا اور سامعین کا ان سے لطف اندوز ہونا جائز ہی نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی 'سنت' بھی ہے۔ معاذ اللہ! پھر انھوں نے اپنے اس استدلال کو مزید 'قوی' بنانے کے لیے اس حدیث پر یہ حاشیہ بھی لگایا ہے:

''روایت میں جاریتان (دولونڈیاں) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اس سے بعض لوگوں نے 'بچیاں' مراد لیا ہے۔اس میں شبہ نہیں کہ جاریة کا لفظ ''بچی'' کے معنی میں بھی آتا ہے مگر یہاں لازم ہے کہ اس سے ''لونڈیاں'' ہی مراد لیا جائے اور لونڈیاں بھی وہ جو ماہر فن مغنیات کی حیثیت سے معروف تھیں۔روایت کے اسلوب بیان کے علاوہ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دوسرے طریق میں جاریتان کے بجائے قینتان کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔قینة کا معلوم ومعروف معنی ''پیشہ ور مغنیہ'' ہے۔روایت یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاذَفَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَاِنَّ عِيْدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ. [بخاری (ص ٣٨٠٦)]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز اُن کے پاس آئے۔نبی ﷺ بھی وہاں موجود تھے۔اس وقت دو مغنیہ لونڈیاں وہ گیت گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث میں پڑھے تھے۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ کہا: یہ شیطانی ساز (کیوں)؟ نبی ﷺ نے سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انھیں گانے دو۔ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید کا دن ہے۔'' [ص،۲۰-۲۱]

ہمارا تبصرہ و تجزیہ:

(۱)...... مذکورہ روایات کے حوالے سے سب سے پہلے تو میں غامدی حضرات سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کی وہ 'عقل' جس میں نہایت درجہ صحیح روایت بھی اگر فٹ نہ بیٹھے تو آپ فوراً اسے خلافِ عقل، خلافِ قرآن یا خلافِ مسلمات قرار دے کر رد کر دیتے ہیں، اس 'عقلِ سلیم' نے آخر اس طرح کی روایات کو کیسے قبول کر لیا جن سے آپ ہی کے ترجموں کی روشنی میں یہ 'ثابت' ہو رہا ہے کہ معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ماہرِ فن مغنیات کے گانے سننے کو جائز سمجھتے تھے۔آخر ایسی روایات جو آپ کے ترجموں

کی روشنی میں حضور ﷺ کی سیرت وکردار میں سیاہ دھبہ لگا رہی ہیں، قرآنِ مجید کے احکام (فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ اور یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وغیرہ) کے خلاف جا رہی ہیں، اور ایک عام مسلمان کی عقل بھی جنھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں...... آخر وہ آپ کے نزدیک حجت، دلیل اور لائق استدلال کیسے بن گئی ہیں؟!

(۲)...... دوسرا یہ کہ بخاری کی حدیث میں جاریۃ کا لفظ آیا ہے جس کا معنی بچی بھی ہوتا ہے اور لونڈی بھی۔ غامدیوں نے اس سے بچیاں مراد لینے کی بجائے باندیاں (لونڈیاں) مراد لیا ہے جو کہ غلط ہے پھر انھوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اسے اور آگے بڑھا کر اس سے ماہر فن مغنیات مراد لیا ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کی کہ ''ایک روایت میں جاریتان کی جگہ قینتان کے الفاظ نقل ہوئے ہیں اور قینۃ کا معلوم ومعروف معنی ''پیشہ ور مغنیہ'' ہے۔'' حالانکہ اگر اس روایت کی کسی ایک طریق میں قینتان کے الفاظ نقل ہو گئے ہیں تو بیسیوں دیگر طرق میں جاریتان من جواری الانصار کے الفاظ ہی نقل ہوئے ہیں جس کا معنی صرف اور صرف یہ ہے کہ ''انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں۔''

ذیل میں چند ایک ایسے مراجع کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جہاں قینتان کی بجائے صرف جاریتان یا جاریتان من جواری الانصار کے الفاظ موجود ہیں:

1- بخاری: كتاب العيدين: بَابُ سُنَّةُ الْعِيدَيْنِ لِاَهْلِ الْإِسْلَام (ح ٩٥٢)

2- بخاری: كتاب الجهاد: باب الارق: (ح ٢٩٠٦)

3- بخاری: كتاب المناقب: باب قصة الحبش (ح ٣٥٢٩)

4- مسلم: كتاب صلاة العيدين: باب الرخصة فی اللعب (٨٩٢-٢٠٦١)

5- مسلم: كتاب صلاة العيدين: باب الرخصة فی اللعب (ح ٢٠٦٣)

6- مسلم: كتاب صلاة العيدين: باب الرخصة فی اللعب (ح ٢٠٦٤)

7- ابن ماجه: كتاب النكاح: باب الغناء والدف (ح١٨٩٨)

8- مسند احمد: ص، ٢٢، ج،٦ رقم الحديث(٢٣٩٣١)

مذکورہ آٹھ مقامات پر جاریتان کے الفاظ ہیں اوران کے مقابلہ میں صرف ایک جگہ قینتان کے الفاظ ہیں جنہیں جاریتان کے مقابلہ میں یا تو مرجوح یا شاذ کہا جائے گا یا پھران کا وہ معنی مراد لیا جائے گا جو جاریتان کے منافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس سے پیشہ ور گلوکارہ کسی صورت بھی مراد نہیں لیا جا سکتا۔

(۳)...... پھر بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی یہ واضح کر دیا کہ یہ گانے والیاں ماہر فن مغنیات ہرگز نہیں تھیں مثلاً صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ موجود ہیں:

((وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ .... وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ))

''میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں (بچیاں) تھیں جو گا رہی تھیں......وہ مغنیات نہیں تھیں۔'' [بخاری: ح٩٥٢]

اسی طرح صحیح مسلم (ح٨٩٢) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ منقول ہیں:

((وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ...... وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ))

اسی طرح سنن ابن ماجہ (ح١٨٩٨) میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ

((وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ...... وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ))

اب قارئین خود ہی فیصلہ فرما لیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات تسلیم کی جائے کہ یہ مغنیات نہیں تھیں، یا غامدیوں کی وہ بات کہ یہ ماہر فن معنیات تھیں......؟!

(٤)...... یہ دراصل وہی بچیاں تھیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں بنی ہوئی تھیں اور خود سیدہ عائشہؓ کی عمر بھی کم تھی چنانچہ آپؓ ان سہیلیوں کے ساتھ مل کر بچوں کی طرح کھیلتیں، ان سے گیت اور نغمے سنتیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو یہ

بچیاں باہر نکل جاتیں۔ ہماری اس بات کی تائید درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ فَرُبَمَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ عِنْدِي الْجَوَارِيُ فَإِذَا دَخَلَ خَرَجْنَ وَإِذَا خَرَجَ دَخَلْنَ)) [ابو داؤد: كتاب الآداب: باب في اللعب بالبنات (ح٤٩٢٣) صحيح ابن ماجه (ح١٩٨٢)]

''میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے ہاں تشریف لاتے تو وہ لڑکیاں بھی میرے پاس ہی بیٹھی ہوتیں، چنانچہ جب آپ ﷺ آتے تو وہ لڑکیاں چلی جاتیں اور جب آپ باہر نکل جاتے تو وہ لڑکیاں پھر (گھر میں) آ جاتیں۔''

مذکورہ بالا قرائن اور اس واقعہ سے متعلقہ تمام روایات کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ یہ انصار کی بچیاں ہی تھیں جو اپنے آباؤ اجداد کی شان پر مبنی گیت گا رہی تھیں لیکن اس کے باوجود اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ بچیاں نہیں بلکہ لونڈیاں تھیں تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہی جواز نکل سکتا ہے کہ عید وغیرہ کے موقع پر باندیاں اس نوعیت کے گیت گا سکتی ہیں۔ لیکن اس سے جو استدلال غامدی حضرات کرنا چاہتے ہیں وہ تو پھر بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ۔

1) یہ عام لونڈیاں تھیں، پیشہ ور مغنیات ہرگز نہیں تھیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی اس کی وضاحت فرما دی۔

2) عام لونڈیوں کا گیت سننا سنانا بھی غامدیوں کے نزدیک جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کے نزدیک ''کسی کو لونڈی اور غلام بنا کر رکھنے کا حق ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکا ہے۔'' (دیکھیے ماہنامہ، اشراق، جون 2001ء ص، 24)

3) لونڈیوں پر دیگر عورتوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ لونڈیوں کے احکام الگ اور

آزاد عورتوں کے الگ ہیں۔ خواہ کوئی آزاد عورت کتنے ہی نچلے طبقہ کی کیوں نہ ہو اسے لونڈی پر بہر حال قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

۲)......جشن کے موقع پر ''ماہرفن مغنیات'' کے گانے سننا

اس ضمن میں غامدیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے موقع پر بچیوں کے گیت گانے کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ یہاں بھی بچیوں کے ذکر کا قصہ پاک ہو جائے اور ان کی جگہ پیشہ ور مغنیات یہ گیت گاتی اور دف بجاتی دکھائی دیں تا کہ جشن و تفریح کے مواقع پر پیشہ ور مغنیات کے فنِ رقص و موسیقی کی 'اباحت' ثابت کی جاسکے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے درج ذیل روایتیں پیش کی ہیں:

۱۔عَنِ ابْنِ عَائِشَةَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْمَدِيْنَةَ جَعَلَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ يَقُلْنَ:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

۱۔ ''ابن عائشہ سے روایت ہے: جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عورتوں اور بچوں نے یہ گیت گایا:
آج ہمارے گھر میں وداع کے ٹیلوں سے چاند طلوع ہوا ہے۔ ہم پر شکر اس وقت تک واجب ہے، جب تک اللہ کو پکارنے والے اسے پکاریں۔ اے نبی، آپ ہمارے پاس ایسا دین لائے ہیں جو لائق اطاعت ہے۔'' [السيرة الحلبية: (ج۲ ص۲۳۵)]

۲۔عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِبَعْضِ الْمَدِيْنَةِ فَاِذَا هُوَ بِجَوَارٍ يَضْرِبْنَ بِدُفِّهِنَّ وَ يَتَغَنَّيْنَ وَ يَقُلْنَ:

نَحْنُ جَوَارٌ مِنْ بَنِي النَّجَارِ يَاحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ لَاُحِبُّكُنَّ [ابن ماجه (رقم ۱۸۹۹)]

۲۔ ''انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (شہر میں داخل ہونے کے بعد جب)

نبی ﷺ مدینہ کی ایک گلی سے گزرے تو کچھ باندیاں دف بجا کر یہ گیت گا رہی تھیں:
ہم نبی نجار کی باندیاں ہیں۔ خوشا نصیب کہ آج محمد ﷺ ہمارے ہمسائے بنے ہیں۔ (یہ سن کر) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ میں تم لوگوں سے محبت رکھتا ہوں۔'' (ماہنامہ 'اشراق'۔ ص۲۴، ۲۵)

اس پر غامدی مکتب فکر نے یہ حاشیہ چڑھایا ہے کہ
''یہاں 'جوار' کا ترجمہ ''بچیاں کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ دوسرے طریق میں اس کے بجائے 'قینات' (مغنیات) آیا ہے:

۳-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ عَلٰی حَیٍّ مِّنْ بَنِی النَّجَارِ فَاِذَا جَوَارِیُ یَضْرِبْنَ بِالدُّفِ وَ یَقُلْنَ نَحْنُ قَیْنَاتٌ مِّنْ بَنِی النَّجَارِ فَحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ فَقَالَ النَّبِیُّ اَللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّ قَلْبِیْ یُحِبُّکُمْ. (المعجم الصغیر، رقم ۷۸)

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ بنی نجار کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لونڈیاں دف بجا رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ہم بنی نجار کی گانے والیاں ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج محمد ہمارے ہمسائے بنے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ میرے دل میں تمھارے لیے محبت ہے۔'' [ماہنامہ اشراق۔ ص:۲۵]

آخر میں اہل اشراق نے خلاصہ یہ پیش کیا کہ

''مدینے میں جشن برپا تھا۔ ہر چھوٹا بڑا آپ ﷺ کی خوشی میں مسرور تھا۔ اس موقع پر عام عورتوں اور بچوں اور مغنیات نے دف بجا کر استقبالیہ نغمے بھی گائے جنھیں نبی ﷺ نے پسند فرمایا اور گانے والی باندیوں سے شفقت و محبت کا اظہار فرمایا۔'' [اشراق۔ ص۲۶]

ہمارا تبصرہ:

غامدی حضرات نے رقص وموسیقی کو جائز ثابت کرنے کے لیے مذکورہ

بالا اقتباسات میں معنوی تحریف کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ جب کہ ان میں سے پہلی اور تیسری روایت ضعیف ہے جبکہ درمیانی روایت کا معنی صرف اور صرف 'بچیاں' ہے نہ کہ مغنیات! اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

عورتوں کے گیت گانے والی روایت:

غامدیوں نے پہلی روایت جو ابن عائشہ (راوی) سے مروی ہے السیرۃ الحلبیۃ کے حوالے سے نقل کی ہے، اس میں عورتوں کے گیت گانے کا ذکر تو ہے مگر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ "السیرۃ الحلبیۃ" نامی کتاب میں اس کی کوئی سند ہی مذکور نہیں۔ البتہ اسے امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ (ج۲ ص۵۰۶، ۵۰۷) میں اپنی سند سے روایت کیا ہے اور اسی سند سے ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ (ج۳ ص۲۱۱) میں روایت کیا ہے مگر یہ روایت سخت ضعیف ہے جیسا کہ شیخ ناصر الدین البانیؒ اس روایت کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

"وَهٰذَا اِسْنَادٌ ضَعِيْفٌ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ لٰكِنَّهُ مُعْضَلٌ سَقَطَ مِنْ اَسْنَادِهِ ثَلَاثَةُ رُوَاةٍ اَوْ اَكْثَرُ فَاِنَّ ابْنَ عَائِشَةَ هٰذَا مِنْ شُيُوْخِ اَحْمَدَ وَقَدْ اَرْسَلَهُ وَبِذٰلِكَ اَعَلَّهُ الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ فِيْ "تَخْرِيْجِ الْاَحْيَاءِ" (ج۲ ص۲۴۴)...... اَوْرَدَ الْغَزَالِيُّ هٰذِهِ الْقِصَّةَ بِزِيَادَةِ "بِالدُّفِّ وَالْاِلْحَانِ" وَلَا اَصْلَ لَهَا كَمَا اَشَارَ لِذٰلِكَ الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ بِقَوْلِ: "وَلَيْسَ فِيْهِ ذِكْرٌ لِلدُّفِّ وَالْاِلْحَانِ" [سلسلة الاحاديث الضعيفة (ج۲ ص۶۳)]

"اس روایت کے (جو راوی موجود ہیں وہ) راوی ثقہ ہیں لیکن یہ 'معضل' (منقطع کی قسم) ہے، کیونکہ اس کی سند کے درمیان سے تین یا اس سے بھی زیادہ راوی ساقط ہیں۔ اس روایت میں ابن عائشہ نامی راوی امام احمد کے اساتذہ میں سے ہے اور اس نے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے۔ حافظ عراقی نے "تخریج الاحیاء" میں اسی علت کی وجہ سے

اس کو معلول [ضعیف] قرار دیا ہے۔ امام غزالیؒ نے یہی واقعہ ''دف اور گیت'' کے اضافہ کے ساتھ بیان کیا ہے مگر اس کی بھی کوئی اصلیت نہیں جیسا کہ حافظ عراقی نے یہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ''اس روایت میں دف اور گیت کا ذکر نہیں ہے۔''

لونڈیوں کے گیت گانے والی روایت

لونڈیوں کے گیت گانے کے حوالے سے غامدیوں نے المعجم الصغیر کے حوالے سے جو روایت (نمبر۳) پیش کی ہے یہ سخت ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کی سند کے کئی ایک راوی ضعیف ہیں مثلاً اس کا ایک راوی مصعب بن سعید ہے، اس کے بارے میں امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ

''یہ ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے منکر (ضعیف) احادیث روایت کرتا ہے اور ان کے الفاظ میں تبدیلیاں کر دیتا ہے۔'' [الکامل، لابن عدیؒ (ج٦ ص٢٣٦٦)]

اس راوی پر اسی طرح کا تبصرہ حافظ ذہبیؒ نے بھی اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' (ج٤ ص١١٩) میں کیا ہے اور اسے اپنی دوسری کتاب ''المغنی فی الضعفآء'' (ج٢ ص٣٠٢) میں بھی ضعیف ہی کہا ہے۔

اسی طرح ابن جوزیؒ نے بھی اسے ضعیف شمار کیا ہے۔ دیکھیے ابن جوزی کی کتاب: الضعفاء والمتروکین (ج٣ ص١٢٣) اسی طرح اس روایت کے ایک اور راوی عوف الاعرابی پر بھی قدری اور رافضی ہونے کی تہمت ہے، دیکھیے امام ذھبیؒ کی کتاب: المغنی فی الضُعَفآء للذھبی (ج٢ ص٨٠) اسی طرح اس کا ایک راوی سعید بن یونس بھی مجہول ہے۔

ممکن ہے غامدی حضرات اس روایت کے ضعف سے جان چھڑاتے ہوئے یہ کہہ دیں کہ ہم نے تو 'جوار' بمعنی لونڈی ثابت کرنے کے لیے اس روایت کو لغوی استشہاد کے لیے پیش کیا ہے۔ لیکن عرض ہے کہ یہ لغوی استشہادی نہیں بلکہ ایک دینی مسئلہ کے استنباط کا سوال ہے کہ یہ گیت بچیوں نے گائے یا عورتوں اور مغنیات نے؟ اس کے

فیصلہ کے لیے ایسی کمزور روایات سے استشہاد بہر طور نہیں کیا جاسکتا۔

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے متعلقہ دیگر صحیح روایات کو بھی اکٹھا کر کے جائزہ لیا جائے تب بھی یہی بات سمجھ آتی ہے کہ یہاں گیت گانے والی بچیاں تھیں، لونڈیاں یا پیشہ ور مغنیات نہیں تھیں۔ مثلاً مسلم کی روایت میں ہے کہ

''جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ پہنچے تو مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے، بچے اور غلام راستوں میں نکل گئے اور یا محمد! یا رسول اللہ! کے نعرے لگانے لگے۔'' [مسلم(ح۲۰۰۹)]

اور بخاری کی رواست میں ہے کہ ''لونڈیاں بھی یہ کہنا شروع ہوگئیں کہ اللہ کے رسول ﷺ آگئے ہیں۔'' جب کہ بعض روایات میں ہے کہ مرد اپنا اسلحہ لے کر باہر نکل آئے۔

[دیکھیے:صحیح بخاری (ح۳۹۲۵) دوسری روایت کے لیے دیکھیے::بخاری(ح۳۹۳۲)]

ان روایات میں مردوں، عورتوں، بچوں اور لونڈیوں کے بارے میں تو واضح ہو گیا کہ اس موقع پر انھوں نے کیا کچھ کیا، باقی رہ جاتی ہیں بچیاں تو ان کا ذکر ابن ماجہ کی روایت میں آگیا ہے کہ گیت وہ گا رہی تھیں۔ لیکن اگر بالفرض یہاں جوار سے لونڈیاں ہی مراد لے لیا جائے تو پھر بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیشہ ور 'مغنیات' اور فنکار و گلوکار عورتوں کے گانے جائز ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس کے جواز کی حد لونڈیوں تک ہی محدود ہو سکتی ہے اور غیر لونڈیوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

بچیوں کے گیت گانے والی روایات

وہ روایت جس میں بچیوں کے گیت گانے کا ذکر ہے یہ صحیح ہے[دیکھیے: صحیح ابن ماجہ، از محدث البانیؒ(ح۱۵٤۱)] مگر اس میں جو 'جوار' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں ان سے غامدیوں نے 'بچیاں' مراد لینے کی بجائے 'باندیاں' اور ماہر فن ''مغنیات'' مراد لیا ہے لیکن اس معنی کی تائید کے لیے جو روایات نقل کی ہیں وہ ضعیف ہیں۔ اس لیے ان کی مراد پوری نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہاں 'جوار' سے بچیاں ہی

مراد لیا جائے گا۔اس روایت کے آخری الفاظ "اِنِّیْ لَاُحِبُّکُنَّ" (میں تم سے محبت کرتا ہوں) یہ بتا رہے ہیں کہ آپ نے بچیوں کے لیے یہ الفاظ کہے ہیں کیونکہ ماہر فن مغنیات یا جوان لونڈیوں کے لیے محبت کے الفاظ کی نسبت آپ ﷺ کی شان کے منافی اور عقل عام کے خلاف ہے۔لہٰذا قرآن وسنت کو محض عقل کی بنیاد پر پرکھنے والوں کو یہاں بھی عقل کا استعمال کر لینا چاہیے تھا!!

شادی رخوشی کے موقع پر 'مغنیات' کا گانا بجانا:

شادی بیاہ پر موسیقی کے عنوان کے تحت غامدیوں نے درج ذیل دو روایتیں نقل کی ہیں:

۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ اَنْکَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قِرَابَةٍ لَّهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ يُّغَنِّيْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَّقُوْلُ:

اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ [ابن ماجه، رقم(۱۹۰۰)]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار میں سے اپنی ایک عزیزہ کا نکاح کیا۔اس موقع پر نبی ﷺ بھی وہاں تشریف لائے۔آپ نے (لوگوں سے) دریافت کیا: کیا تم نے لڑکی کو رخصت کر دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس کے ساتھ کوئی گانے والا بھی بھیجا ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جی نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: انصار گانا پسند کرتے ہیں۔یہ بہتر ہوتا کہ تم اس کے ساتھ کسی گانے والے کو بھیجتے جو یہ گیت گاتا:

"ہم تمھارے پاس آئے ہیں، ہم تمھارے پاس آئے ہیں۔ہم بھی سلامت رہیں تم بھی سلامت رہو"۔

۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيْ حِجْرِيْ جَارِيَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَزَوَّجْتُهَا قَالَتْ

فَدَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ عُرْسِهَا فَلَمْ یَسْمَعْ غِنَاءً وَلَا لُعْبًا فَقَالَ یَا عَائِشَةُ هَلْ غَنَّیْتُمْ عَلَیْهَا اَوْ لَا تُغَنُّوْنَ عَلَیْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْحَیَّ مِنَ الْاَنْصَارِ یُحِبُّوْنَ الْغِنَاءَ.[ابن حبان(ح ۵۸۷۵)]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے زیر کفالت ایک انصاری لڑکی رہتی تھی۔ میں نے اس کی شادی کردی۔ شادی کے روز نبی ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے کوئی گیت سنا اور نہ کوئی کھیل دیکھا۔ (یہ صورتِ حال دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! کیا تم لوگوں نے اسے گانا سنایا ہے یا نہیں؟ پھر فرمایا: یہ انصار کا قبیلہ ہے جو گانا پسند کرتے ہیں۔'' [اشراق: ص، ۲۲-۲۳]

مذکورہ دونوں روایتوں میں شادی بیاہ کے موقع پر گیت گانے کا مطلق طور پر ذکر ہے اور یہ وضاحت یا اشارہ ان روایات میں ہرگز نہیں ہے کہ اجنبی عورتوں یا ماہرفن مغنیات کو بھی اگر مخلوط محفل میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لیے مدعو کیا جائے تو جائز ہے، تاہم آگے چل کر ''آلاتِ موسیقی'' کے زیر عنوان ایک روایت کے ضمن میں 'غامدیوں' نے کچھ یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے اور وہ روایت درج ذیل ہے:

عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ ﷺ غَدَاةَ بُنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِی کَمَجْلِسِکَ مِنِّیْ وَجُوَیْرِیَاتٌ یَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَیَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِهِنَّ یَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰی قَالَتْ جَارِیَةٌ وَ فِیْنَا نَبِیٌّ ﷺ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَقُوْلِیْ هٰکَذَا وَقُوْلِیْ مَا کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ.[بخاری، رقم ۳۷۷۹]

''ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں: جب میری رخصتی ہوئی تو نبی ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھے جس طرح تم میرے سامنے بیٹھے ہو۔ اس وقت ہماری (گانے والی) باندیاں دف پر بدر میں قتل ہونے والے اپنے آباء کا نوحہ (اشعار کی صورت میں) گا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک باندی نے (گاتے ہوئے) کہا: اس وقت ہمارے درمیان وہ نبی موجود ہیں جنھیں آنے والے دنوں کی باتیں بھی

معلوم ہیں۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: یہ (مصرع) نہ کہو، وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی۔"

اس کے بعد غامدی لکھتے ہیں کہ "اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

- نبی ﷺ شادی کی کسی تقریب میں گئے تو باندیاں گیت گا رہی تھیں۔
- آپ ﷺ کی آمد کے باوجود گانے کا سلسلہ جاری رہا۔
- گانے والیاں گانے میں دف کا استعمال کر رہی تھیں۔
- نبی ﷺ توجہ سے گانا سن رہے تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں بعض اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔
- چند اشعار سے منع کر کے نبی ﷺ نے گیت جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔"

[ماہنامہ'اشراق': ص،۲۹-۳۰]

اس روایت کے ترجمہ میں بھی اسی تحریف معنوی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے ہر جگہ نمایاں ہے حالانکہ اس روایت میں بھی 'جویریات' سے مراد بچیاں ہیں نا کہ باندیاں اور مغنیات! اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی روایت کے ایک طریق (سند) میں یہ الفاظ بھی نقل ہوئے ہیں:

((فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ))[صحيح بخاری(ح٥١٤٧)]

"پھر ہماری کچھ بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے جو آباء جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے، ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔"

اب اس روایت اور گزشتہ سطور میں غامدیوں کی طرف سے پیش کردہ بخاری کی روایت کو سامنے رکھیں تو ان کی دھوکہ دہی اور تحریف معنوی واضح ہو جائے گی۔ دونوں روایتیں حضرت ربیع ہی سے مروی ہیں اور انھی الفاظ کے ساتھ یہ روایت ترمذی (ح۱۰۹۰) ابوداؤد (ح۴۹۲۲) مسند احمد (ج٦ص۳۵۹) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ان سب میں 'جویریات' کا لفظ ہے جس کا معنی غامدیوں نے گانے والی باندیاں

(یعنی مغنیات) کیا ہے حالانکہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر یہ ترجمہ صریح طور پر غلط ہے:

۱- جویریات، جویریة کی جمع ہے اور جویریة، جاریة کی تصغیر ہے۔ جاریة کا ترجمہ بچی اور باندی دونوں طرح کیا جاتا ہے اور جب اس کی تصغیر کی جائے تو پھر اس سے مراد ''چھوٹی چھوٹی بچیاں'' ہوگا کیونکہ جاریة بمعنی چھوٹی لڑکی کا معنی بھی بچی ہے اور جاریة بمعنی باندی کی تصغیر جویریۃ سے مراد بھی چھوٹی باندی یعنی بچی اور لڑکی ہی ہوسکتا ہے۔

۲- بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ یہ بچیاں میرے (یعنی حضرت ربیع کے) آباء کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں اور دوسری روایت میں بھی ہے کہ یہ اپنے آباء کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔ اب ظاہر ہے کہ جن کا مرثیہ پڑھا جا رہا تھا وہ حضرت ربیع کے بھی رشتہ دار تھے اور ان بچیوں (جویریات) کے بھی۔ اور یہ رشتہ داری کا تعلق تبھی سمجھ آتا ہے جب جویریات سے مراد انصار کی لڑکیاں ر بچیاں لیا جائے۔ لیکن اگر اس سے باندیاں مراد لیا جائے تو پھر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ان باندیوں کے بارے میں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ''وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ کہ وہ جنگ بدر میں مقتول ہونے والے اپنے آباء کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔'' کیا یہ وہ باندیاں تھیں جن کے آباء جنگ بدر میں مقتول ہوئے؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

۱) جنگ بدر میں کفار کی عورتیں کب لونڈیاں بنائی گئیں؟ [جواب مطلوب ہے!]

۲) اگر یہ لونڈیاں اپنے آباء کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں تو مسلمانوں نے ان کے مرثیہ کو کیسے برداشت کرلیا؟ کیونکہ 'مرثیہ' میں مرنے والوں کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں اور اگر یہ لونڈیاں ابوجہل وغیرہ جیسے کفار کے فضائل و محاسن بیان کر رہی تھیں تو مسلمان کیسے برداشت کر سکتے تھے؟

۳- غامدیوں نے اس روایت کے الفاظ یندبن (ندبة) کا ترجمہ 'نوحہ' سے کیا ہے جو صریح طور پر غلط ہے کیونکہ نوحہ کا مطلب رونا پیٹنا اور بے صبری کا اظہار کرنا ہے۔ اس لحاظ سے ندبہ اور نوحہ ایک دوسرے سے مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان بچیوں کے جو اشعار احادیث میں نقل ہوئے ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعریفی نوعیت کے اشعار کہہ رہی تھیں۔

۴- اس روایت کے یہ الفاظ کہ وَ فِينَـا نَبِـيٌّ ''اور ہم (مسلمانوں میں) ایک نبی ہیں۔'' بھی یہی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ باندیاں نہیں بلکہ مسلمان بچیاں تھیں۔ لیکن ان الفاظ کے ترجمہ میں بھی غامدیوں نے تحریف کی اور ''اس وقت'' کے الفاظ اپنے مذموم مقصد کی تکمیل کے لیے بڑھا دیے ہیں۔

۵- شارحین حدیث نے بھی یہاں بچیاں ہی مراد لیا ہے مثلاً دیکھیے: 'تحفة الاحوذی' شرح سنن ترمذی از عبد الرحمن مبارکپوریؒ [ج ٤ ص ٢١٧]

اگر بالفرض اس سے لونڈیاں مراد لے بھی لیا جائے تو تب بھی اس سے 'مغنیات' کا مفہوم بہرصورت نہیں نکلتا!

لونڈی اور مغنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گانا سننے والی روایت کی حقیقت:

غامدیوں نے اپنے مضمون کے مختلف مقامات پر تین روایات ایسی پیش کی ہیں جن سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے باندیوں اور مغنیات کے گانے سنے ہیں۔ ان تینوں روایات کی حقیقت کیا ہے؟ ان سے کیا مفہوم مترشح ہوتا ہے؟ اور ان سے غامدی حضرات کیا مسائل مستنبط کر رہے ہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ''عید الفطر کے دن حسان بن ثابتؓ کی ایک لونڈی ہمارے پاس آئی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے پاس دف تھا اور وہ گیت گا رہی تھی۔ سیدہ ام سلمہؓ نے اسے ڈانٹا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: اُم سلمیٰ اسے چھوڑ دو،

بے شک ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے۔'' [المعجم الکبیر (۵۵۸) بحوالہ اشراق:ص،۲۲]

امام ہیثمیؒ نے [مجمع الزوائد (ج۲ ص۲۰۶) پر] اس روایت کے ایک روای 'وزاع' کو متروک (یعنی سخت ضعیف) قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

۲- ''عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی غزوہ سے لوٹے تو ایک سیاہ فام لونڈی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے کہا: یا رسول ﷺ: میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ آپ ﷺ کو سلامتی کے ساتھ واپس لایا تو میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ آپ نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجا لو۔ اس نے دف بجانا شروع کیا۔ (اسی دوران میں) ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ (انھیں دیکھ کر) اس نے دف کو اپنے نیچے چھپا لیا۔ (یہ دیکھ کر) نبی ﷺ نے فرمایا: عمر! تم سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔'' [ماھنامہ 'اشراق': ص،۳۴ بحوالہ ،السنن الکبری، (رقم ۱۹۸۸۸)]

ان دونوں روایتوں میں لونڈی کے گیت کا ذکر ہے اور غامدیوں نے بھی ان روایات کے ترجمے میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اپنی لونڈی کے علاوہ کسی اور کی لونڈی سے گیت سنا جا سکتا ہے یا نہیں؟ لونڈی کے چہرے کے پردے میں چونکہ اہل علم کا اختلاف ہے اس لیے اس کا گیت سننے میں بھی اختلافِ رائے یقینی ہے۔ بعض اہل علم لونڈی کا گیت سننا بھی جائز قرار نہیں دیتے اور مذکورہ بالا روایت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ آنحضرت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اگر بر سبیل تنزل ہم اس توجیہ کو نظر انداز کر دیں اور مذکورہ روایت کے ظاہری الفاظ کر رعایت کریں تو پھر بھی اس سے زیادہ سے زیادہ یہی مسئلہ نکلتا ہے کہ صرف

لونڈی کا گیت سنا جا سکتا ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور وہ گیت بھی قبیح و شنیع کلام پر مشتمل نہ ہو۔ لیکن غامدی حضرات اس روایت کی آڑ میں جو کچھ جائز ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ تو پھر بھی جائز نہیں ہو پاتا۔ اس لیے کہ لونڈیوں پر آزاد عورتوں کو ہرگز قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان دونوں کے احکام میں نمایاں فرق ہے جب کہ غامدی حضرات لونڈیوں پر آزاد عورتوں کو قیاس کر کے ان کے لیے بھی رقص و موسیقی کا جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ غامدیوں کے نزدیک لونڈی غلام کا مسئلہ تو قیامت تک کے لیے منسوخ ہو چکا ہے، رہ جاتی ہیں آوارہ مزاج بدکار، پیشہ ور اور بے حیا عورتیں، تو ان کے لیے یہ حضرات قرآن وسنت میں توڑ مروڑ کر کے دلائل فراہم کر رہے ہیں تا کہ ان کا دھندہ بھی دینی وشرعی دلائل کی بنیاد پر چلتا رہے اور ان سے لطف اندوز ہونے والوں کے لیے بھی کوئی رکاوٹ نہ رہے!

اگر غامدی حضرات پر ہماری یہ بات گراں گزرے تو پھر ان غامدیوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ جب آپ لونڈی اور غلام کے احکام کو منسوخ قرار دے چکے ہیں تو پھر ان سے متعلقہ روایات کو بار بار دہرانے سے آخر آپ کون سے مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں؟

۳) غامدیوں نے تیسری روایت جو پیش کی ہے وہ بھی لونڈیوں سے متعلق ہے جو درج ذیل ہے:

''سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے (سیدہ عائشہؓ سے) فرمایا: عائشہ! کیا تم اس عورت کو جانتی ہو؟ سیدہ نے کہا: جی نہیں، اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ فلاں قبیلے کی گانے والی ہے۔ کیا تم اس کا گانا پسند کرو گی؟ چنانچہ اس نے سیدہ کو گانا سنایا۔'' [اشراق: ص، ۳۲ بحوالہ: سنن البیهقی الکبری، رقم ۷۹۶۰]

اس روایت کے حاشیہ پر غامدیوں نے لکھا ہے کہ

''محدثین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔''

اس روایت میں غامدیوں نے بڑے دھوکے دیے ہیں تا کہ کسی نہ کسی طریقے سے ماہرفن مغنیات اور غیرمحرم عورتوں کو گیت سنگیت کے لیے اپنی محافل میں بلا کر لطف اندوز ہونے کا کوئی 'جواز' فراہم ہو سکے۔

غامدیوں نے اس روایت کا مرجع امام بیہقی کی السنن الکبری بیان کیا ہے مگر وہاں یہ روایت موجود نہیں۔ پھر اس پر انھوں نے یہ حاشیہ بھی چڑھایا ہے کہ محدثین نے اسے صحیح کہا ہے۔ لیکن وہ کون سے محدثین ہیں جنھوں نے اسے صحیح کہا، اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا اور میرے بار بار اصرار اور براہِ راست مطالبے کے باوجود ابھی تک ان کی طرف سے مذکورہ بالا دونوں باتوں کا کوئی جواب نہیں آیا!

پھر آگے چل کر اس روایت کی نسبت بیہقی کی بجائے طبرانی کی طرف کر دی گئی ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ

''درج بالا المعجم الکبیر کی روایت میں قینة سے مراد ماہرفن مغنیہ ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں مغنیہ ہی کے لیے خاص ہے۔ لسان العرب میں ہے: والقینة: الامة المغنیة، ''قینہ یعنی مغنیہ لونڈی۔'' [اشراق: ص، ۳۵]

اس عبارت میں اس انداز سے جھوٹ بولا گیا ہے کہ خود جھوٹ بھی شرما جائے مگر جھوٹ بولنے والوں کو اس سے کوئی شرم نہیں آئی۔ کہا گیا ہے کہ قینة عربی زبان میں مغنیہ ہی کے لیے خاص ہے پھر اس کی جو دلیل پیش کی وہ خود ان کے اپنے ہی خلاف جا رہی ہے۔ کیونکہ لسان العرب کی جو عبارت یہاں دی گئی ہے اس میں تو اس کا معنی 'مغنیہ لونڈی' بیان ہوا ہے اور غامدی حضرات اس میں سے لونڈی کا لفظ حذف کرتے ہوئے اس کا ترجمہ صرف مغنیہ کر رہے ہیں تا کہ یہ ثابت کر سکیں کہ آج کے دور کی ماہرفن مغنیات سے گانا سننا بھی سنت کی رو سے 'جائز' ہے!

لفظ قینة کی تشریح، ازروئے لغت:

لفظ قیــــنة سے غامدیوں نے سب سے زیادہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کی تھوڑی سی لغوی بحث پیش دی جائے تاکہ مذکورہ بالا روایت میں اس کا جو اصل مفہوم ہے وہ واضح ہو سکے:

عربی میں لوہے یا پیتل کے ٹکڑے کو القونة کہا جاتا ہے۔ اور لوہے کو ہموار کرنے کے عمل پر قان یقین قین کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اسی لیے لوہار کو عربی میں حداد کے علاوہ قیناً بھی کہتے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ کُنتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ "میں دور جاہلیت میں لوہار تھا۔" لوہا کوٹنے کا کام دورِ جاہلیت میں چونکہ غلاموں سے لیا جاتا تھا اس لیے قین سے مراد غلام لیا جانے لگا، اور غلام کی مؤنث چونکہ لونڈی ہے اس لیے قین کا مؤنث قینة بن گیا جس کا اصل ترجمہ 'لونڈی' ہی ہے۔ پھر چونکہ اس دور میں گانے بجانے کا کام انتہائی رذیل سمجھا جاتا تھا اس لیے آزاد عورتیں یہ کام نہیں کرتی تھیں، بلکہ لونڈیاں ہی یہ کام کرتی تھیں اور ان کے مالک بھی ان کے اس پیشہ سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ چنانچہ قیــــنة بول کر لونڈی ہی مراد لیا جاتا تھا خواہ وہ گانے بجانے کی مہارت رکھتی ہو یا نہ، پھر اگر کوئی آزاد عورت بھی گانے بجانے کا پیشہ اختیار کر لیتی تو اسے بھی مجازی طور پر قینة کہہ دیا جاتا، کیونکہ اس دور میں اغلب طور پر یہ کام لونڈیاں ہی کرتی تھیں اور انھی کے لیے قینة اور قینات کے الفاظ خاص تھے۔ حتیٰ کہ اگر وہ گانا بجانے کا کام نہ بھی کرتی ہوں تو تب بھی انھیں قینة کہہ دیا جاتا۔

مذکورہ بالا یہ ساری تفصیل لسان العرب اور دیگر مستند لغات میں موجود ہے۔ بلکہ بعض علمائے لغت نے یہ بھی کہا ہے کہ

"کل عبد ھو عند العرب قین و الامة قینة و بعض الناس یظن القینة المغنیة خاصة ولیس کذلک" [الصحاح للجوھری (ج٦ ص٢١٨٦)]

''اہل عرب ہر غلام کے لیے قین اور لونڈی کے لیے قینة کا لفظ بولتے ہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قینة، مغنیہ عورت کے لیے خاص ہے، ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔''

امام جوہری نے اس قول کی نسبت ابوعمرو بغوی کی طرف کی ہے اور اس کی تائید کے لیے کلام عرب سے استشہاد بھی کیا ہے۔ یہی بات دیگر علمائے لغت نے بھی کی ہے اور ان احادیث سے بھی اس کی تقویت ہوتی ہے جن میں ہے: لَا تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ ''قینات کی خرید وفروخت نہ کرو۔'' اب اس سے گانے والی باندیاں ہی مراد لیا جاسکتا ہے آزاد گلوکارائیں اور پیشہ ور مغنیات مراد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ آزاد مغنیہ عورتوں کی تو خرید وفروخت کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ ساری تفصیل اس لیے بیان کی گئی ہے تا کہ یہ واضح کیا جاسکے کہ قینة کا لفظ جو مذکورہ بالا حدیث (نمبر۳) میں بیان ہوا ہے اس سے مراد گانے والی لونڈی ہے نہ کہ آزاد مغنیہ اور پیشہ ور گلوکارہ! اس لیے پہلی دو احادیث کی طرح یہاں بھی زیادہ سے زیادہ لونڈیوں سے گیت سننے کی اباحت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اجنبی عورتوں سے گانا سننے کا جواز بھی۔ مگر غامدیوں نے چونکہ باندیوں کا مسئلہ ہی سرے سے ختم کر دیا ہے اس لیے وہ اس سے اجنبی عورتوں کے گانے بجانے کا جواز نکالنا چاہتے ہیں جو کسی طرح بھی نہیں نکلتا!

اگر اس سے بالفرض غیر باندی اور اجنبی مغنیہ عورت مراد لے لیا جائے تو بھی ستر و حجاب کے احکام آجانے کے بعد اس جواز کو منسوخ ہی تصور کیا جائے گا۔

۞......۞......۞

کیا ماہرفن 'رقاصہ' کا رقص دیکھنا (معاذ اللہ) سنت ہے!

قرآن مجید تو ایک عام مسلمان کو بھی یہ حکم دیتا ہے کہ ﴿یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ ''اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔'' [النور:۳۰]

اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم سب سے بڑھ کر اس حکم الٰہی پر عمل کرنے والے تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بارے میں کوئی مسلمان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ غیر محرم عورتوں بلکہ ماہرفن رقاصاؤں کے رقص دیکھتے اور 'لطف اندوز' ہوا کرتے تھے...... [معاذ اللہ]

مگر یہ تو غامدیوں کا 'کمال' ہے کہ انھوں نے اپنے گستاخ قلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی منظر کشی کی ہے۔

قارئین کرام! آپ یہ تو ملاحظہ کر چکے ہیں کہ بچیوں کے گیت گانے کو پیشہ ور مغنیات کے گانے بجانے سے تبدیل کر دکھانے پر 'غامدیوں' نے کس تحریف سے کام لیا۔ اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ انھوں نے پیشہ ور رقاصوں اور رقاصاؤں کے 'رقص و سرود' کو سنت سے 'ثابت' کر دکھانے کے لیے کس 'مہارت' سے کام لیا ہے۔ اس سلسلہ میں غامدیوں نے اپنی 'زوردار' دلیل یہ پیش کی ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَ صَوْتَ صِبْيَانَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا حَبْشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَ الصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالِىْ فَانْظُرِىْ فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيِىْ عَلَى مَنْكِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ اِلَى رَاْسِهِ فَقَالَ لِىْ اَمَا شَبِعْتِ اَمَا شَبِعْتِ؟ قَالَتْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَا، لِاَنْظُرَ مَنْزِلَتِىْ عِنْدَهُ اِذْ طَلَعَ عُمَرُ قَالَ فَارْفَضَ النَّاسُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّىْ لَاَنْظُرُ اِلَى شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ))

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے درمیان) تشریف فرما تھے۔ یک بہ یک ہم نے بچوں کا شور سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے۔ پھر (ہم نے دیکھا کہ) ایک حبشی عورت ناچ رہی تھی۔ بچے اس کے اردگرد موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ، آ کر دیکھو (سیدہ کہتی ہیں کہ) میں آئی اور اپنی ٹھوڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے پر رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے اور سر کے مابین خلا میں سے اسے دیکھنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار پوچھا: کیا ابھی جی نہیں بھرا؟ میں یہ دیکھنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری خاطر کس قدر مقصود ہے، ہر بار کہتی رہی کہ ابھی نہیں۔ اسی اثنا میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ (انھیں دیکھتے ہی) لوگ منتشر ہوگئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر کے آنے پر شیاطین جن و انس بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔'' [ترمذی رقم ۳۶۹۱۔ بحوالہ 'اشراق': ص، ۳۳، ۳۴]

پھر اس روایت سے غامدیوں نے نتیجے کی شکل میں یہ 'جوہر خالص' پیش کیا ہے کہ ''ماہرفن مغنی اور مغنیات اور رقاص اور رقاصائیں عرب میں موجود تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے فن سے لطف اندوز ہونے کو معیوب نہیں سمجھتے تھے۔'' [ص، ۳۴]

۱- سب سے پہلے تو ہم غامدیوں سے یہ پوچھنا چاہیں گے کہ...... آپ کی ''عقلِ افلاطون'' نے آخر یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری امت کو 'غضِ بصر' کی تلقین کرتے رہے، خود ماہرفن مغنیات اور رقاصاؤں کے رقص و موسیقی سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ [معاذ اللہ]

بلکہ خود ہی نہیں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس 'لطف اندوزی' میں شریک کیا کرتے تھے! کیا یہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت و کردار کے منافی نہیں جس کی عکاسی قرآنِ مجید نے کی اور گواہی خود خالق کائنات نے دی ہے۔ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بعثت و رسالت سے پہلے ان فضولیات سے پاک تھی، اس کی ردائے ابیض پر بعثت و رسالت کے بعد اجنبی عورتوں کے ناچ گانے دیکھنے کے سیاہ دھبے آخر کیسے لگ گئے؟

۲- حقیقت یہ ہے کہ دیگر فریبوں کی طرح یہاں بھی غامدیوں نے فریب کیا ہے اور اگر اس کے پیچھے مکروفریب کی ڈور نہیں تو پھر یہ ان کی علمِ حدیث سے نری جہالت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس روایت میں حَبَشِيَّةٌ سے عورت مراد نہیں بلکہ حبشی لوگ مراد ہیں اور اصل لفظ حَبَشَةُ ہے جو ناسخِ مخطوطہ کی غلطی سے حَبَشِيَّة بن گیا اور غامدیوں نے اپنے فہم حدیث کے ضابطے کہ ''اس روایت پر بار بار غور کیا جائے گا جس کی کوئی بات عقل وفطرت کے مسلّمات کے خلاف محسوس ہو۔'' (ص،۳۷) کو نظر انداز کرتے ہوئے روایت پر کوئی غور نہیں کیا اور نہ اپنے دوسرے ضابطے کے مطابق قرآنِ مجید کی روشنی میں اسے سمجھنے کی کوئی کوشش کی اور نہ ہی دیگر روایات کو جمع کر کے اس کا مفہوم متعین کرنے کی سعی کی...... بلکہ اگر کچھ کیا تو وہ یہی کہ اپنی اباحیت پسندانہ سوچ کو اس کے ظاہری الفاظ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے 'سنت' سے 'ثابت' کردکھانے پر زورِ قلم صرف کیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ اس کی زد میں کائنات کا سب سے افضل نبی و رسول ﷺ آ رہا ہے اور اس سے رسالت مآب ﷺ کی گستاخی لازم آ رہی ہے......!

رہا ہمارا یہ دعوی کہ اس روایت کے اصل الفاظ میں حَبَشِيَّةٌ عورت کی بجائے حَبَشَةُ (حبشی مردوں کی جماعت) ہے، تو اس کے چند دلائل پیش خدمت ہیں:

1- یہ روایت ترمذی (ح۳۲۹۱) میں ہے اور ترمذی کے عام نسخوں میں حَبَشِيَّةٌ (ایک حبشی عورت) کے الفاظ نقل ہوئے ہیں جب کہ معروف محدث شیخ ناصرالدین البانیؒ نے اپنی صحیح ترمذی میں حَبَشِيَّةٌ کی بجائے حَبَشَةٌ کے الفاظ نقل کیے ہیں جس کا معنی ہے ''حبشی مردوں کی جماعت''۔ اور اس کے حاشیہ میں بھی یہ بحث کی ہے کہ یہ لفظ اصل میں حَبَشَةٌ ہے یعنی حبشی مردوں کی جماعت (نہ کہ حبشية عورت) اور فرماتے ہیں کہ ''مشکٰوۃ وغیرہ میں یہ حَبَشِيَّةٌ لکھا گیا ہے حالانکہ درست حَبَشَةُ ہے اور یہ درستی ہم

نے ایک مخطوطے سے کی ہے۔'' [صحیح ترمذی، ازالبانی بذیل حدیث مذکور]

2- یہی روایت امام بخاریؒ کے استاذ 'امام الحمیدیؒ' نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حبشی مردوں کے کھیل کا واقعہ ہے، حبشی عورت کے رقص کا نہیں۔ اب وہ روایت ملاحظہ فرمائیے:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ حَبَشٌ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابٍ لَهُمْ فَكُنْتُ اَنْظُرُ مِنْ بَيْنِ اُذُنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ عَاتِقِهٖ حَتّٰى كُنْتُ اَنَا الَّذِيْ صَدَرْتُ...... فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا الشَّيْطَانُ آخِذٌ بِثَوْبِهٖ، يَقُوْلُ: اُنْظُرْ فَلَمَّا جَاءَ عُمَرُ تَفَرَّقَتِ الشَّيَاطِيْنُ. قَالَتْ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِلْعَبُوْا يَا بَنِيْ اَرْفِدَةَ! تَعْلَمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى اِنَّ فِيْ دِيْنِنَا فُسْحَةً قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمْ اَحفَظْ مِنْ قَوْلِهِمْ غَيْرَ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ: اَبُوْالْقَاسِمِ طَيِّبٌ، اَبُوْالْقَاسِمِ طَيِّبٌ)) [مسند الحمیدی (رقم الحدیث:٢٥٤)]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبشی مرد اپنے آلاتِ حرب کے ساتھ کھیل رہے تھے اور میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں اور کندھے کے درمیان سے انھیں دیکھنے لگی۔ حتیٰ کہ میں خود ہی (جی بھر جانے کے بعد) پیچھے ہٹ گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: ان میں سے ہر ایک کو شیطان نے اس کے کپڑے سے پکڑ رکھا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر شیطان بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنوارفدہ! (یہ حبشی مردوں کو خطاب ہے) کھیلو! تاکہ یہود و نصاریٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دین میں کشادگی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حبشی مردوں کی صرف یہی بات مجھے یاد ہو سکی کہ وہ کہہ رہے تھے: ابوالقاسم اچھا بندہ ہے۔ ابوالقاسم اچھا انسان ہے۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ حبشی مردوں کا کھیل تھا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو ناپسند کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند نہیں کیا۔ علاوہ ازیں دیگر بہت سی

روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حبشی مردوں کا یہ کھیل مختلف مواقع پر آپ ﷺ نے دیکھا اور حضرت عائشہ ؓ کو بھی دکھایا۔ اگر ان ساری روایات کو جمع کر کے غامدیوں کی پیش کردہ روایت کو بھی ساتھ رکھ لیا جائے تو ایک ہی نوعیت کی ان تمام روایات کے مجموعہ سے فوری طور پر یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس سے مراد حبشی عورت کا رقص ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے حبشی مردوں کی جماعت کا جنگی کھیل اور جنگی کرتب مراد ہے جس کی اباحت سے علماء نے کبھی انکار نہیں کیا۔ یہ ساری روایات ہم غامدیوں کی پیش کردہ اگلی روایت کے تحت بیان کر رہے ہیں اور وہاں مزید نکات پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ!

رقص ثابت کرنے کی دوسری دلیل

غامدیوں نے رقص ثابت کرنے کے لیے ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَزْفِنُوْنَ بَيْنَ يَدَی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيَرْقُصُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ: "مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا يَقُوْلُوْنَ؟ قَالُوْا يَقُوْلُوْنَ: "مُحَمَّدٌ عَبْدٌ صَالِحٌ"[احمد بن حنبلؒ، رقم، ١٢٥٦٢]

"انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حبشہ کے لوگ نبی ﷺ کے سامنے ناچ رہے تھے اور یہ گا رہے تھے: محمد صالح انسان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ کہہ رہے ہیں: محمد صالح انسان ہیں۔" [اشراق، ص ٣٦]

اس روایت کے بعد غامدی لکھتے ہیں کہ:

"اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- حبشہ کے رقاص نبی ﷺ کے سامنے ناچ رہے تھے۔
- ناچنے کے ساتھ وہ آپ ﷺ کی مدح سرائی بھی کر رہے تھے۔
- آپ ﷺ نے انھیں ناچنے اور گانے سے منع نہیں فرمایا۔" (ایضاً)

مذکورہ بالا روایت سے 'رقص' ثابت ہوتا ہے یا نہیں، اس کی تفصیل تو ہم آگے بیان

کر ہی رہے ہیں، البتہ یہاں ان کی ایک اور دلیل جو رقص ہی سے متعلقہ ہے، وہ بھی پہلے ملاحظہ فرمالیں۔ غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ

''روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے نبی ﷺ کی معیت میں حبشہ کے ان فن کاروں کا رقص دیکھا: [دلیل کے طور پر غامدیوں نے درج ذیل روایت پیش کی ہے:]

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُوْنَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فِيْ الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعْتُ رَأْسِي عَلَى مَنْكِبِهِ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى لُعْبِهِمْ حَتَّى كُنْتُ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهِمْ. [مسلم: رقم ۸۹۲]

''عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ عید کے روز حبشی مسجد میں رقص کا مظاہرہ کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نے آپ ﷺ کے شانے پر سر رکھا اور ان کا کرتب دیکھنے لگی۔ (کافی وقت گزرنے کے باوجود نبی ﷺ نے مجھے منع نہیں فرمایا) یہاں تک کہ میں خود ہی انھیں (مسلسل) دیکھ کر تھک گئی۔'' (اشراق ص ۳۶،۳۷)

اس روایت کے ترجمہ میں حبشیوں کے جنگی کھیل کو رقص باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حبشی مردوں کا ایک کھیل تھا جس میں آلاتِ حرب کے ساتھ وہ اپنے کرتب دکھایا کرتے تھے مگر یہ تو غامدیوں کا 'کمال' ہے کہ انھوں نے اسے رقص و سرود 'ثابت' کر دکھانے کی کوشش کی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی معاذ اللہ فنکار اور رقاص قرار دے لیا۔ حالانکہ اگر اس واقعہ سے متعلقہ تمام روایات کو اکٹھا کیا جائے تو اس سے صریح طور پر یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ایک کھیل کا مظاہرہ تھا رقص و موسیقی کی محفل بپا نہیں تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اسی کھیل میں اچھلنے کودنے اور بھاگنے دوڑنے کے انداز کو بعض راویوں نے عربی زبان کے لفظ 'رقص' سے بیان کر دیا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے وہی رقص مراد لے لیا جائے جسے ہمارے ہاں 'ڈانس' اور 'ناچ گانے' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱- کتب احادیث میں جہاں حبشی مردوں کے اس جنگی کھیل کا ذکر آیا ہے۔ ذیل میں

انھیں پہلے ملاحظہ کرلیا جائے!

(i) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ لِقُدُوْمِهٖ فَرَحًا بِذٰلِکَ لَعِبُوْا بِحِرَابِهِمْ. [ابوداؤد(ح۴۹۲۳)]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس موقع پر حبشیوں نے آپ کی آمد کی خوشی میں اپنے آلاتِ حرب کے ساتھ کھیل کا مظاہرہ کیا۔''

حضرت انسؓ کے حوالے سے یہی روایت انھی الفاظ کے ساتھ درج ذیل کتب احادیث میں بھی مذکور ہے:

(ii) مسند ابی یعلی[ح۳۴۵۹] **(iii)** مصنف عبدالرزاق[ح۱۹۷۲۳]

(vi) شرح السنة[ح۳۷۶۸] **(v)** صحیح ابن حبان[ح۵۸۴۰]

غامدیوں نے رقص کے حوالے سے پہلی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی ہے جو مسند احمد[ج۳ص۱۵۲] میں مذکور ہے۔ مسند احمد ہی میں ایک جگہ یہی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ بھی بیان ہوئی۔

(vi) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ لِقُدُوْمِهٖ لَعِبُوْا بِحِرَابِهِمْ فَرَحًا بِذٰلِکَ. [ج۳ص۱۶۱]

''جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حبشی مردوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں اپنے آلاتِ حرب کے ساتھ کھیل کا مظاہرہ کیا۔''

معلوم ہوا کہ یہ کھیل کا مظاہرہ تھا جس میں بھاگ دوڑ اور اچھل کود بھی ہوتی رہی جسے بعض روایتوں میں ''رقص'' کے الفاظ سے بیان کر دیا گیا لیکن اس کا معنی وہ نہیں جسے ہم رقص (ڈانس) کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں اور مذکورہ بالا چھے روایتوں کے الفاظ اسی کی وضاحت کر رہے ہیں۔

دوسرا یہ کہ ''رقص'' کا یہ مظاہرہ مسجد میں کیا گیا اور اگر یہ مروجہ معنوں میں رقص تھا

تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا نظامِ شریعت ہی بے معنی ہو جاتا ہے جہاں اسی مسجد میں رب کے سامنے عجز و انکسار کے لیے حاضر ہوا جائے اور وہیں شیطان کی مراد بھی پوری کی جائے۔ العیاذ باللہ!

غامدیوں نے حبشیوں کے اسی نوعیت کے کھیل کو ایک اور روایت کی بنیاد پر مروجہ رقص ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ روایت حضرت عائشہؓ سے مسلم میں مروی ہے۔ جب کہ یہی روایت حضرت عائشہؓ سے اور جتنے طرق کے ساتھ دیگر کتب احادیث میں نقل ہوئی ہے وہاں اس کے ساتھ حبشیوں کے جنگی کھیل کی وضاحت بھی ہے جسے غامدی حضرات نظر انداز کر گئے ہیں۔ بطورِ مثال درج ذیل روایت ملاحظہ فرمائیے:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ الْحَبَشُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ فَيَسْتُرُنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا اَنْظُرُ فَمَا زِلْتُ اَنْظُرُ حَتّٰى كُنْتُ اَنَا اَنْصَرِفُ.))

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حبشی مردوں کی جماعت اپنے آلاتِ حرب کے ساتھ کھیل رہی تھی اور اللہ کے رسول ﷺ مجھے چھپائے ہوئے تھے اور میں (کھیل) دیکھ رہی تھی۔ میں (کھیل) دیکھتی رہی حتیٰ کہ خود ہی (اکتا کر) پیچھے ہٹ گئی۔''

یہ روایت صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب حسن المعاشرة مع الاهل [ح ۵۱۹۰] اور درج ذیل مقامات پر بھی کھیل کی صراحت کے ساتھ مذکور ہے:

بخاری رقم الحدیث [٤٥٤] رقم، [٤٥٥] رقم، [٩٥٠] رقم، [٩٨٨] رقم، [٢٩٠٧] رقم، [٣٥٣٠] رقم، [٥٢٣٦]

یہ روایت ان تمام مقامات پر حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے اور اس میں کھیل کا ذکر ہے، رقص کا نہیں۔ البتہ مسلم کی روایت نمبر (۲۰) میں یزفنون (یعنی اچھلنا، کودنا) کے الفاظ ہیں لہٰذا اس سے مراد بھی وہی واقعہ ہے جس میں کھیل کا ذکر ہے۔

کیا 'دف' کے علاوہ آلاتِ موسیقی کا استعمال جائز ہے؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد فرامین میں مطلق طور پر تمام آلاتِ موسیقی کی مذمت وممانعت فرمائی ہے البتہ ان میں صرف 'دف' کو آپ ﷺ نے خوشی و تفریح اور شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع کے لیے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ 'دف' ایک ایسا آلہ تھا جس کی ایک طرف خالی ہوتی اور اس کو دوسری طرف سے بجانے پر ٹھپ ٹھپ کی بے ہنگم سی آواز پیدا ہوتی مگر ساز اور نغمے کی لہر اس سے پیدا نہیں ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ عہد نبوی ﷺ میں دیگر تمام آلاتِ موسیقی ایسے تھے جن سے نغمے اور ساز کی کیفیت پیدا ہوتی تھی مگر ان میں سے کسی چیز کو بھی آپ نے مستثنیٰ قرار نہیں دیا حتیٰ کہ گھنٹی کو بھی اسی لیے ناپسند فرماتے ہوئے شیطان کا باجا کہا کہ اس سے 'ساز' کی آواز پیدا ہوتی تھی۔

'دف' کو مستثنیٰ قرار دینے والی روایات سے فی الحقیقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے آلاتِ موسیقی کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے اور انتہائی آخری درجے میں اگر استثنائی طور پر کسی چیز کی اجازت دی بھی تو وہ ایسی تھی جس میں دیگر آلاتِ موسیقی کی بعض بنیادی خصوصیات نہیں پائی جاتی تھیں۔ اب یہ تو ہے آخری اور استثنائی صورت جس کی شریعت نے بالکل آخری درجہ کے طور پر اجازت دی، مگر غامدیوں نے اسے ابتدائی اور پہلی سیڑھی قرار دے کر دیگر تمام آلاتِ موسیقی کو بھی علی الاطلاق جائز قرار دے لیا اور پھر اپنی اس 'ہوائے نفس' کے خلاف آنے والی کثیر تعداد میں صحیح احادیث کی یا تو عجیب وغریب تاویلات کر دیں یا پھر بعض کا صاف ہی انکار کر دیا!

''آلاتِ موسیقی'' کے عنوان کے تحت 'غامدیوں' نے 'دف' سے متعلقہ بخاری کی یہ روایت پیش کی ہے:

''حضرت ربیع بنت معوذؓ بیان کرتی ہیں: جب میری رخصتی ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اسی طرح بیٹھے جس طرح تم میرے

سامنے بیٹھے ہو۔ اس وقت ہماری کچھ بچیاں دف پر جنگ بدر میں قتل ہونے والے اپنے آباء واجداد کا مرثیہ (اشعار کی صورت میں) گا رہی تھیں۔'' [بخاری: ح۴۰۰۱] اس روایت کے بعد غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ

''اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے عرب میں کثرت سے استعمال ہونے والے آلۂ موسیقی 'دف' پر کوئی پابندی عائد نہیں فرمائی تھی...... دف کے آلۂ موسیقی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہ ہاتھ سے بجانے والا ایک ساز ہے۔'' [ماہنامہ 'اشراق'۔ ص:۳۰-۳۱]

دف کے جواز پر ہمیں بھی کوئی اختلاف نہیں مگر اسے 'ساز' قرار دینا غلط ہے اس لیے کہ اُس سے ساز تو پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی ایک طرف خالی ہوتی ہے جیسا کہ لسان العرب وغیرہ میں دف کی تعریف میں لکھا ہے۔ [دیکھیے: ج۹، ص۱۰۶]

اور جو چیز ایک طرف سے خالی ہو اسے بجانے سے صوت (یعنی آواز) تو پیدا ہوتی ہے مگر ساز اور تال (طنین وغیرہ) پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ 'دف' پر قیاس کرتے ہوئے ان چیزوں کو مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے جن میں 'دف' کی خصوصیات ہوں۔ یعنی یا تو وہ ایک طرف سے خالی ہوں یا ان کے بجانے سے ساز کی کیفیت پیدا نہ ہو۔ اس لیے ڈھول (طبل) وغیرہ کو بھی 'دف' پر قیاس کرنا غلط ہے اور یہ غلطی غامدیوں نے اس مضمون میں جا بجا کی ہے، بلکہ الٹا دوسروں کو بھی اس موقف کو تسلیم کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی ہے۔ احادیث میں چونکہ 'دف' کے علاوہ اور کسی آلۂ موسیقی کے جواز واستثناء کی کوئی دلیل نہیں بلکہ دیگر آلاتِ موسیقی کی تو احادیث میں صریح حرمت مذکور ہے (جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے واضح ہوگا) اس لیے غامدیوں نے 'دف' سے متعلقہ روایات سے جگہ جگہ مطلق آلاتِ موسیقی کا جواز پیدا کرنے کی بے جا کوشش کی ہے مثلاً 'دف' سے متعلقہ ایک روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ جشن یا خوشی کی تعریف کے موقع پر گیت گائے جا سکتے ہیں اور آلاتِ موسیقی کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔'' (ص:۲۶)

جس روایت کی بنیاد پر یہ حضرات 'پورے وثوق' سے آلات موسیقی کے استعمال کو جائز قرار دے رہے ہیں اس سے صرف 'دف' کے استعمال کی اجازت ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہاں ذکر ہی صرف دف کا ہوا ہے جب کہ 'دف' پر دیگر آلاتِ موسیقی کو کسی صورت بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم نے واضح کر دیا ہے۔ لیکن اگر بالفرض 'دف' اور دیگر آلاتِ موسیقی کو 'میوزک' کی بعض خصوصیات کے پیش نظر ایک ہی قرار دے بھی لیا جائے تو پھر بھی اس پر قیاس کرتے ہوئے دیگر آلات کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ آلاتِ موسیقی کی حرمت علی الاطلاق احادیث میں بیان کر دی گئی ہے اور 'دف' کو ان سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے، اس لیے یہ قیاس نصوص کے بالمقابل ہونے کی وجہ سے قیاس فاسد کے سوا کچھ نہیں!

آلاتِ موسیقی کی حرمت والی روایات پر غامدیوں کے شبہات

غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ ''موسیقی کی حرمت پر جن روایتوں سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں صحیح، حسن اور ضعیف تینوں طرح کی روایات موجود ہیں۔'' [ص:۸۱]

گویا انھوں نے خود ہی تسلیم کر لیا کہ آلاتِ موسیقی کی حرمت پر صحیح اور حسن روایات بھی ہیں اور ان کے علاوہ ضعیف روایات بھی۔ پھر اس کے بعد جاوید احمد غامدی کے بیان کردہ 'اصولِ حدیث' کے تحت لکھتے ہیں کہ انھوں نے

''ردوقبول کے حوالے سے یہ دو باتیں بیان کی ہیں: اولاً یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کسی مشتبہ بات کی روایت، چونکہ دنیا اور آخرت، دونوں میں بڑے سنگین نتائج کا باعث بن سکتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ سند کی تحقیق کے لیے جو معیار محدثین نے قائم کیا ہے، اس کا اطلاق آپ ﷺ سے متعلق ہر روایت پر بغیر کسی رورعایت کے اور نہایت بے لاگ طریقے پر کیا جائے اور صرف وہی روایتیں قابل اعتنا سمجھی جائیں جو

اس پر ہر لحاظ سے پوری اترتی ہوں۔''......'' ثانیا یہ کہ روایت کے متن میں اس بات کا پورا اطمینان کرلیا جائے کہ کوئی چیز قرآن وسنت اور عقل وفطرت کے مسلمات کے خلاف نہ ہو۔'' [اشراق: ص،۸۲]

دراصل محدثین نے متن حدیث کے پرکھنے کے اصول بھی **"غیر شاذ ولا معل"** کہہ کر بیان کردیے ہیں۔ غامدیوں کے اس اصول کہ ''کوئی چیز قرآن وسنت اور عقل و فطرت کے مسلمات کے خلاف نہ ہو۔'' پر بحث کسی اور موقع پر ہوگی ان شاء اللہ! یہاں اس سے گریز اس لیے ضروری ہے کہ زیر نظر مضمون میں انھوں نے کم ازکم روایات کو ضعیف قرار دینے کے لیے اس اصول کی چھلنی سے نہیں گزارا بلکہ محدثین کے اصول و ضوابط ہی کا بظاہر التزام کیا ہے۔ لہذا پہلے ہم ان روایات کو بالترتیب پیش کریں گے جنھیں غامدیوں نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔

حرمت آلاتِ موسیقی کی صحیح احادیث:

حَدَّثَنِي اَبُو عَامِرٍ اَوْ اَبُو مَالِكٍ الْاَشْعَرِي وَاللّٰهِ مَا كَذَبَنِي سَمِعَ النَّبِيَّ يَقُوْلُ:((لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِي اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ.))[بخاری:۵۲۶۸]

ابوعامر یا ابو مالک اشعری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شرم گاہ (زنا)، ریشم، شراب اور سازوں کو حلال کر لیں گے۔'' [اشراق:ص،۷۳]

اس روایت کے بعد غامدی لکھتے ہیں کہ

''اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- ''ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ زنا، ریشم، شراب اور سازوں کو حلال تصور کریں گے۔''
- ''یَسْتَحِلُّوْنَ، (حلال کرلیں گے) کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ چیزیں حقیقتاً حرام ہیں۔'' [ص،۸۳-۸۴]

لیکن آگے چل کر اپنی اس بات سے غامدیوں نے پلٹا کھا لیا کیونکہ انھوں نے زنا اور شراب کو تو حرام ہی تسلیم کیا ہے مگر ریشم اور گاجے باجے (آلاتِ موسیقی) کو مطلق طور پر حرام تسلیم نہیں کیا۔ ریشم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اس ضمن میں حلت وحرمت، دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کو بالکلیہ حرام قرار نہیں دیا۔ آپ نے اس کے مکمل لباس کو عورتوں کے لیے جائز قرار دیا ہے اور مردوں کے لیے ناجائز۔ مردوں کو البتہ، اس کا کچھ حصہ استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ مردوں کے لیے اس کی ممانعت کے اسباب یہ ہیں کہ اس کے استعمال سے عورتوں سے مشابہت کی صورت پیدا ہوسکتی ہے اور اسراف اور تکبر کا اظہار ہوسکتا ہے۔'' (اس پر انہوں نے یہ حاشیہ بھی چڑھایا ہے کہ) ''چنانچہ ریشم کی شناعت کے وجوہ اصل میں اسراف اور تکبر ہیں، یہ اگر ریشم کے ساتھ وابستہ نہیں رہتے تو وہ ہر لحاظ سے حلال ہے۔'' (ص، ۷۵)

[ریشم کے حوالے سے غامدیوں کا یہ موقف بھی صریح طور پر غلط ہے، اس کی تفصیل ہم کسی اور موقع پر الگ سے بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ!]

اس کے بعد غامدی لکھتے ہیں کہ:

''چنانچہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ نبی ﷺ نے ریشم کو علی الاطلاق حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کے استعمال کی بعض نوعیتوں کو اپنے زمانے کے لحاظ سے ممنوع ٹھہرایا ہے۔ بعینہٖ یہی معاملہ معازف یعنی آلاتِ موسیقی کا ہے۔ موسیقی اور آلاتِ موسیقی کے جواز کی روایتوں کے ہوتے ہوئے بخاری کی مذکورہ روایت کی بنا پر سازوں کو علی الاطلاق حرام قرار دینا، ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ تاہم یہ سوال ابھی باقی ہے کہ روایتوں کے اس ظاہری تناقض کے باوصف اس روایت کا مدعا کیسے سمجھا جائے۔ اس مقصد کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ مذکورہ روایت کے دیگر طرق اور اس موضوع کی دوسری روایتوں کا مطالعہ کرلیا جائے۔'' [ص، ۷۵-۷۶]

شراب اور آلاتِ موسیقی کے حوالے سے غامدیوں نے جو مقدمہ باندھا ہے، وہ سراسر غلط ہے اس لیے کہ مذکورہ روایت کے الفاظ ہی پوری صراحت کے ساتھ بتا رہے ہیں کہ اس میں بیان کردہ چاروں چیزیں علی الاطلاق حرام ہیں۔ پھر اگر ان میں سے کسی صورت اور حالت کو قرآن وحدیث کے دیگر نصوص میں مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہو تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ مذکورہ روایت میں بیان کردہ چاروں چیزوں کی حرمت کا اطلاق ختم ہو گیا ہے اور نہ ہی استثنائی صورتوں کی موجودگی سے یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ان میں 'تناقض' آ گیا ہے۔ اگر غامدیوں نے جہالت یا خیانت سے کام نہیں لیا تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مطلق حکم میں سے کسی چیز کو مقید کرنا یا عام میں سے کسی چیز کو خاص قرار دینا، یا اصولی قاعدے اور ضابطے میں سے کسی پہلو کو مستثنیٰ قرار دینا ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اہل علم وتحقیق عام اور خاص کے، مطلق اور مقید کے اور قاعدے اور استثناء کے آپس میں ٹکراؤ کو 'تناقض' تسلیم کرتے ہیں!

پھر غامدیوں نے یہ کہتے ہوئے یہاں دوسرا دھوکہ دیا کہ ''دوسری طرف آلاتِ موسیقی کے جواز کی روایتیں بھی موجود ہیں۔'' حالانکہ تمام روایتیں آلاتِ موسیقی کو علی الاطلاق حرام بتاتی ہیں اور جن میں جواز کا ذکر ہے وہ صرف ایک استثنائی صورت ہے جس کا تعلق صرف اور صرف 'دف' سے ہے۔ اس لیے آلاتِ موسیقی کی عمومی حرمت سے 'دف' کو تو ان روایات کی بنا پر خاص قرار دے کر الگ کر لیا جائے گا جب کہ باقی آلات کا حکم اپنے عموم ہی پر باقی رہے گا اور وہ عموم ان کی حرمت کو بیان کرتا ہے۔ لیکن اگر غامدی یہ سمجھتے ہیں کہ 'دف' کے علاوہ دیگر آلاتِ موسیقی کو بھی علی العموم اور علی الاطلاق جائز قرار دینے والی روایات موجود ہیں تو پھر انھوں نے ایسی روایات کیوں پیش نہیں کیں! حالانکہ 'دف' کے استثناء کے علاوہ اور کوئی ایسی روایت کتب احادیث میں موجود نہیں۔ اگر ہے تو غامدی اسے پیش کریں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ!

اب آیئے بخاری کی مندرجہ بالا روایت کی طرف۔ اس میں زنا، شراب، ریشم اور آلاتِ موسیقی کو علی الاطلاق حرام قرار دیا گیا ہے۔ پھر زنا کی تو کسی بھی صورت کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔ اسی طرح شراب اگرچہ پہلے جائز تھی مگر اس کی حرمت کے بعد اس میں سے بھی کسی صورت کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔ (ماسوائے حالت اضطرار کے) البتہ ریشم کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔ [دیکھیے: سنن ترمذی: ح ۱۷۲۰] گویا ریشم کو مردوں کے لیے علی الاطلاق حرام قرار دیا گیا ہے پھر اس میں سے بعض صورتوں کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ مثلاً زیب و زینت کے لیے انتہائی معمولی مقدار (چار یا پانچ انگلیوں کے بقدر ریشم) استعمال کرنا حرمت سے مستثنیٰ ہے۔ [دیکھیے: بخاری (ح ۵۸۲۸) مسلم (ح ۲۰۶۹) وغیرہ] اسی طرح خارش یا کسی اور بیماری میں بطورِ علاج ریشم پہننا جائز ہے۔ [دیکھیے: بخاری: ۲۹۱۹]

ان مستثنیٰ صورتوں کے علاوہ مردوں کے لیے ریشم کے استعمال کا حکم اپنی عمومی حرمت ہی پر قائم ہے اور یہی اہل السنہ کا مؤقف ہے۔

اسی طرح آلاتِ موسیقی کو علی الاطلاق حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کی بھرپور حوصلہ شکنی کی گئی، البتہ ان میں سے صرف 'دف' کو مستثنیٰ قرار دیا گیا جس سے کسی کو انکار نہیں جب کہ باقی آلاتِ موسیقی کا حکم اپنی اصلیت پر قائم ہے۔ اب اگر غامدی حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ان آلاتِ موسیقی میں سے کوئی اور آلہ بھی مستثنیٰ ہے تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس کی قرآن و حدیث سے کوئی دلیل پیش کرتے۔ مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی ایسا ان کے لیے ممکن تھا کیونکہ باقی دلائل بھی آلاتِ موسیقی کی حرمت و ممانعت ہی کو بیان کرتے ہیں۔ ماسوائے 'دف' کے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے گمراہانہ موقف کو ثابت کرنے کے لیے دو طرح سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ ایک تو یہ کہ 'دف' پر تمام

آلاتِ موسیقی کو قیاس کرنے کی کوشش کی جو دو وجوہ سے غلط ہے:

۱) ایک تو یہ کہ اس قیاس کی علت مشترکہ ہی ان کے پاس نہیں ہے کیونکہ 'دف' میں 'ساز' نہیں صرف 'ٹھپ ٹھپ' کی آواز ہے اور باقی آلاتِ موسیقی میں 'ساز' ہے۔ اب ساز والے آلات کو ساز سے خالی 'دف' پر آخر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟!

۲) یہ قیاس اس لیے بھی غلط ہے کہ یہ نصوص کے خلاف ہے مثلاً بانسری، گھنٹی وغیرہ میں 'ساز' ہے اور ان ساز والی چیزوں کو مَزَامِیرُ الشَّیطَانِ ''شیطان کے باجے گاجے'' قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ساز والے تمام آلات نصوص کی رو سے حرام ہیں۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ 'دف' کی بنیاد پر ان ممنوع آلات کو آخر کس طرح جائز کہا جا سکتا ہے؟!

غامدیوں نے دوسرا دھوکہ یہ دیا ہے کہ...... '' آلاتِ موسیقی کا استعمال وہاں حرام ہے جہاں اس کے ساتھ شراب کی محفل ہو اور بدکاری کا انتظام ہو اگر یہ مفاسد نہ ہوں تو پھر آلاتِ موسیقی کے ساتھ موسیقی (گانا) سننا حرام نہیں۔'' [دیکھیے :اشراق ص ۴۸، ۷۸]

غامدیوں نے اپنے اس موقف کی بنیاد اس اٹکل پچو پر رکھی ہے کہ

''عرب میں ناچ گانا اور شراب لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے تھے اور آلاتِ موسیقی درحقیقت عریانی اور فحاشی کی محفلوں ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔'' (اشراق ص ۷۸)

نیز لکھتے ہیں ''اسلام کی رو سے موسیقی اصلاً حرام نہیں ہے۔ یہ فن آلات کے ساتھ یا ان کے بغیر دونوں حالتوں میں مباح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں بدکاری اور شراب نوشی کے مفاسد کی وجہ سے اس کی بعض صورتوں کو شنیع قرار دیا تھا۔'' (ایضاً ص ۴۸)

یہ بات تو درست ہے کہ عرب معاشرے میں ناچ گانے کی محفلیں لگتیں، شراب کا دور چلتا، آلاتِ موسیقی سے جذبات کو بھڑکایا جاتا اور فواحش و بدکاری پر فخر کیا جاتا...... مگر اس بات کی آخر کیا دلیل ہے کہ صرف زنا اور شراب کے مفاسد کے پیش نظر مغنیات کے ناچ گانے اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے سے منع کیا گیا اور اگر زنا اور شراب

کا اہتمام نہ ہو تو پھر یہ سب جائز ہے؟ آخر کون سی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی ﷺ میں اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے جس سے ساری امت آج تک بے خبر ہی رہی لیکن یہ راز صرف غامدی مکتبِ فکر پر منکشف ہوا!

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ مغنیات کا ناچ گانا، عریاں رقص اور جسمانی نمائش وغیرہ ہی تو وہ ذریعہ ہے جو جذبات وخواہشاتِ نفسانی کو بھڑکا کر زنا کاری و بدکاری تک پہنچاتا ہے۔ پھر آخر اس اہم ترین ذریعہ کو حرام کیوں نہ ٹھہرا دیا گیا؟ یہ بات تو ایک عام آدمی کے فہم سے بھی بالاتر ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ ایک چیز (مثلاً زنا و بدکاری) کو حرام قرار دے اور دوسری طرف اس کے تمام ذرائع (مثلاً آلاتِ موسیقی کے ساتھ مغنیات کا ناچ گانا وغیرہ) کو 'جائز' بھی قرار دے!

اگر قرآن مجید کی اس آیت وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ''زنا کے قریب نہ جاؤ۔'' پر بھی غور کر لیا جائے تو غامدیوں کا یہ دھوکہ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دینے کے علاوہ اس کے مقدمات یعنی اجنبی عورت سے ملنے، لوچ دار باتیں کرنے وغیرہ کو بھی ممنوع ٹھہرا دیا ہے۔ قرآنِ مجید کا اندازِ تربیت اور طرزِ تزکیہ تو یہ ہے۔ اب اس کی روشنی میں قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ مغنیات کا گانا سننا، آلاتِ موسیقی اور رقص وسرود سے لطف اندوز ہونا کیا قرآنی تعلیمات سے کوئی مطابقت رکھتا ہے؟!

حقیقت یہ ہے کہ عرب معاشرے میں یہ سارے ہی مفاسد موجود تھے جن کا ازالہ اس طرح کیا گیا کہ زنا کو تو شروع ہی سے حرام مطلق قرار دے دیا گیا، پھر رفتہ رفتہ شراب کو بھی ناجائز ٹھہرا دیا گیا۔ پھر ستر وحجاب کے احکام (جنھیں غامدی طبقہ سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا) نازل کر کے مخلوط محافل ومجالس کا بھی سدباب کر دیا گیا اور آلاتِ موسیقی اور گانے بجانے والی لونڈیوں کی خرید وفروخت کو بھی بالآخر ناجائز ٹھہرا دیا گیا۔

ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جو اخلاقیات کے حوالے سے مضر نہ ہو۔ البتہ آلاتِ موسیقی میں سے سب سے خفیف آلہ یعنی 'دف' کو شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں آخری درجے کی حیثیت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ اب اس کے باوجود اگر غامدی یہی کہیں کہ "آلاتِ موسیقی کا استعمال زنا اور شراب کی محفل میں ہو تو ناجائز ورنہ مخلوط محافل میں بھی جائز ہے۔" تو یہ غامدیوں کا بے جا تحکم ہے اور ان کا یہ فلسفہ قرآن وسنت کی مجموعی تعلیمات کے صریح منافی ہے۔

باقی رہا احادیث میں زنا، شراب اور غنا و موسیقی کی محفلوں کا اکٹھا بیان تو اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو زنا اور شراب کو حلال قرار دے لے گا اس کے لیے آلاتِ موسیقی اور رقص و سرود سے لطف اندوز ہونا بھی کوئی بڑی بات نہیں رہ جائے گی۔ اور جو آلاتِ موسیقی اور اجنبی عورتوں کے ناچ گانے کو جائز قرار دے لے گا وہ زنا اور شراب میں بھی ضرور مبتلا ہوگا۔ بلاشبہ اس حکیمانہ نکتے سے انکار ممکن نہیں!

گھنٹی کی ممانعت سے متعلقہ صحیح احادیث اور غامدی حضرات کے شبہات

۱)......عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلْجَرْسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ.

[مسلم(ح ٢١١٤)]

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: گھنٹی شیطان کے باجوں میں سے ہے۔"

۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَاتَصْحَبُ الْمَلَائِکَةُ رُفْقَةً فِیْهَا کَلْبٌ وَلَا جَرْسٌ [مسلم(ح٢١١٣)ابوداؤد(ح ٢٥٥٥) ترمذی (ح١٧٠٣)].

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی یا کتا ہو۔"

۳) عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ رَفَعَهُ قَالَ: لَاتَصْحَبُ الْمَلَائِکَةُ رُفْقَةً فِیْهَا جُلْجُلٌ.

سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ "فرشتے اس قافلے

کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔'' [نسائی (ح ۵۲۲۳)]

۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: فِی الْجَرَسِ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''گھنٹی میں شیطان کا ساز ہے۔'' [ابو داؤد (ح ۲۵۵۶)]

ان روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گھنٹی کی آواز میں چونکہ ساز پیدا ہوتا ہے اس لیے ساز والے آلات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔ اس ضمن میں اور بھی کئی ایک صحیح احادیث منقول ہیں جو آئندہ بحث کے دوران پیش کی جائیں گی۔ ان میں سے پہلی دو روایتوں کو غامدیوں نے بھی ذکر کیا ہے مگر اس کے بعد چند شکوک وشبہات اٹھائے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا شبہ: غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ ''ہمارے نزدیک حسب ذیل نکات کی بنا پر ان سے حرمت موسیقی پر استدلال درست نہیں ہے: اولاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب میں جرس (گھنٹی) کو بالعموم آلاتِ موسیقی میں شمار ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ **المفصل فی تاریخ العرب** میں ڈاکٹر جواد علی نے **آلاتِ الطرب** کے زیرِ عنوان جہاں عرب کے آلاتِ موسیقی کے بارے میں بیان کیا ہے، وہاں جرس کا کوئی حوالہ مذکور نہیں۔'' (اشراق ص،۷۹)

جواب: اس اعتراض پر ہم صرف یہی کہہ دینے پر اکتفا کریں گے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اسے ''شیطانی باجہ'' کہہ دیا ہے تو اس کے مقابلہ میں آپ جیسے ہی ایک شخص ''جواد علی'' کا حوالہ آخر کیا حیثیت رکھتا ہے؟

دوسرا شبہ: غامدی حضرات دوسرا شبہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ثانیاً، ان روایتوں میں فرشتوں کے حوالے سے صرف گھنٹی ہی کی کراہت مذکور نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ کتے کی کراہت کا ذکر بھی ہے۔ اس کے برعکس متعدد روایات میں نہ صرف کتا رکھنے، بلکہ اس کا پکڑا ہوا شکار کھانے کی اجازت مذکور ہے۔ چنانچہ اس روایت سے

حرمت کا مفہوم اخذ کرنے سے ظاہر ہے کہ روایتوں کے باہمی تناقض کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔'' (اشراق ص،۸۰)

جواب: یہ محض غامدیوں کی اُپج ہے ورنہ اس میں کسی طرح کا تناقض پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کتا رکھنے کی ممانعت کا حکم عام ہے جس میں سے تین صورتیں احادیث میں خاص قرار دے کر مستثنٰی ٹھہرادی گئی ہیں اور ہم پہلے بھی یہ واضح کر چکے ہیں کہ کوئی خاص اور استثنائی صورت عام حکم اور ضابطے کے منافی نہیں ہوتی۔

تیسرا شبہ: ''اگر اس روایت سے مجرد طور پر گھنٹی کی کراہت کا مفہوم اخذ کیا جائے تو یہ ان روایتوں سے متناقض قرار پائے گی جن کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نزولِ وحی کے وقت گھنٹیوں کی سی آواز محسوس ہوتی تھی۔ ہمارے نزدیک اس استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ نزولِ قرآن کے موقع پر اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مکروہ آواز کا تاثر ہو۔ بخاری کی روایت ہے...... حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کبھی تو ایسے آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار ہو۔'' (اشراق ص،۸۰-۸۱)

جواب: غامدیوں نے بخاری کی جس روایت کا ترجمہ پیش کیا ہے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں: ((يَأْتِيْنِي اَحْيَانًا مِثْلَ صَلْصَلَةِ الجَرْسِ))

''یعنی کبھی تو وحی اس طرح میرے پاس آتی ہے جس طرح گھنٹی کی جھنکار ہو۔''

اس روایت میں صرف گھنٹی کی جھنکار سے مماثلت بیان کی گئی ہے اور اس مماثلت سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فی الواقع گھنٹی کی آواز سنائی دیتی تھی بلکہ یہاں آپ ﷺ نے سائل کو وہ کیفیت سمجھانے کی کوشش کی ہے جو وحی کے وقت بعض اوقات آپ پر طاری ہوا کرتی تھی اور اس کیفیت کی اصل حقیقت تو ہمیں معلوم نہیں اور نہ اسے الفاظ مین بیان کیا جا سکتا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے قریب

قریب جو دنیوی مثال سائل کے سامنے ہوسکتی تھی، اس کے ساتھ اس کیفیت کی تمثیل بیان کر دی۔ اور تمثیل تمثیل ہی رہتی ہے حقیقت نہیں بن جاتی اور اسے غامدیوں نے خود بھی تسلیم کیا ہے مثلاً اسی شمارہ کے ص، ۸۵ پر لکھا ہے:

''یہ زبان کا عام اسلوب ہے کسی چیز کے اوصاف کو نہایت درجہ بیان کرنے کے لیے تمثیل و تشبیہ اور مبالغے کے اسالیب اختیار کیے جاتے ہیں۔ روایات میں اس طرح کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں۔ ذیل کی روایت میں حمام کو شیطان کا گھر، بازار کو اس کی مجلس، شعر کو اس کا قرآن اور عورتوں کو اس کا جال کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے نہ حمام گھر ہے، نہ بازار مجلس ہے، نہ شعر قرآن ہے اور نہ عورتیں جال ہیں۔''

خود غامدیوں کے اس اقتباس کی روشنی میں بھی گھنٹی کی تمثیل کی حقیقت واضح ہوگئی کہ فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھنٹی کی جھنکار سنائی نہیں دیتی تھی بلکہ اس کے قریب قریب کوئی آواز تھی۔ اور شارحین حدیث کے بقول یہ آواز حضرت جبریل علیہ السلام کے پروں یا پاؤں کی (آواز) تھی۔ اور یہ آواز اس لیے پیدا ہوتی تھی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی شور و غل سے بے نیاز ہو کر وحی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ [دیکھیے: فتح الباری جلد اول، کتاب بدء الوحی]

چوتھا شبہ: غامدیوں نے چوتھا شبہ اس طرح پیش کیا ہے کہ ''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شناعت کا کیا محل ہے جو گھنٹی کے حوالے سے ان روایتوں سے واضح ہوتی ہے؟ ہمارے نزدیک یہ ممانعت درحقیقت ان قافلوں کے حوالے سے ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں مختلف مقاصد کے تحت سفروں پر نکلتے تھے...... غالب امکان یہ ہے کہ رات کے اوقات میں کسی جنگی کارروائی کو خفیہ رکھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے منع فرمایا ہو گا جو دشمن کو متوجہ کرنے کا باعث بن سکیں۔ کتوں کا شور و غل اور جانوروں کی گھنٹیوں کی آوازیں دشمن کو باخبر کرنے کی صورت پیدا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے کتوں کو ہمراہ نہ رکھنے اور گھنٹیوں کو اتارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ بعض روایتوں میں

گھنٹی کی کراہت اسی پہلو سے معلوم ہوتی ہے۔ (جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن یہ حکم دیا کہ اونٹوں کے گلوں سے گھنٹیاں کاٹ دی جائیں۔" [اشراق: ص،۸۲]

جواب: یہ محض غامدیوں کا امکان ہی امکان ہے ورنہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ:

۱) جنگ بدر کے موقع پر گھنٹیوں کو اتار پھینکنے کا حکم ایک اتفاقی امر ہے۔ اور گھنٹیوں کی حرمت وممانعت تو الگ سے مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ خواہ یہ گھنٹی گھر میں کسی جانور کی گردن میں بندھی ہو یا کھیت کھلیان میں یا قافلۂ سفر میں، اس کی حرمت کا اطلاق ہر جگہ پر ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی عورت پاؤں میں گھنگرو اور گردن میں گھنٹیوں والا ہار پہن لے تو تب بھی یہ ساز والی گھنٹیاں حرام ہی قرار دی جائیں گی۔ اور اس کے الگ سے دلائل بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

ا) حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جُلْجُلٌ وَلَا جَرَسٌ وَلَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رِفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ.)) [سنن نسائي، رقم الحديث (٥٢٢٤)]

"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنگرو یا گھنٹی ہو۔ اسی طرح جس قافلے میں گھنٹی ہو، وہاں بھی (رحمت کے) فرشتے ساتھ اختیار نہیں کرتے۔"

اب یہ روایت غامدیوں کے فرضی خیالات کی صریح نفی کر رہی ہے اور ہمارا موقف واضح کر رہی ہے کہ گھنٹی خواہ گھر میں ہو یا قافلہ سفر میں، ہر جگہ اس کی ممانعت ہے۔ لہٰذا اس حکم کو جنگی قافلوں کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا۔

ب) حضرت عبدالرحمٰن انصاری کی آزاد کردہ باندی بنانہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتی ہے کہ:

بَيْنَمَا هِيَ عِنْدَهَا إِذْ دَخَلَ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ: لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تَقْطَعُوا جَلاجِلَهَا وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَاتَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ. [ابو داؤد(ح ٤٢٣١)]

''میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی کہ ایک بچی ان کے پاس لائی گئی اوراس کے پاؤں میں گھنگرو تھے جو جھنکار پیدا کر رہے تھے۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس کے یہ گھنگرو کاٹے بغیر میرے پاس نہ لاؤ۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ جس گھر میں گھنٹی ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

یہ روایت بھی غامدیوں کے فرضی خیالات کی صاف تردید کر رہی ہے کیونکہ اس میں بھی گھر کا ذکر ہے۔جنگی قافلے یا عام قافلۂ سفر کا ذکر نہیں ہے مگر اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد غامدیوں نے دوراز کار تاویلات کی بھرمار کی ہے جنھیں پڑھ کر کوئی بھی صاحب بصیرت غامدیوں سے اتفاق نہیں کرسکتا۔مثلاً انھوں نے لکھا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب جملے کو عربوں کے مشرکانہ مراسم میں گھنٹی کے استعمال کے تناظر میں دیکھا جا سکتا اورانھی باتوں میں شمار کیا جا سکتا ہے جو شرک کی شناعت کے حوالے آپؐ نے ارشاد فرمائیں۔'' (اشراق۔ص،۸۷)

حالانکہ گھنٹی یا گھنگرو کی حرمت وممانعت سے متعلقہ کسی حدیث میں بھی یہ بات مذکور نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرک کا ذریعہ بنانے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی حرمت کی یہ علت سمجھی یا بیان کی ہے۔مثلاً مذکورہ بالا روایت ہی میں حضرت عائشہؓ نے گھنگرو کٹوانے کا حکم دیتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ گھنٹیوں اور گھنگرو کی حرمت، ان کا مشرکانہ مراسم میں استعمال ہونے اور شرک کا ذریعہ بننے کی وجہ سے ہے بلکہ سیدہ عائشہؓ نے اس کی حکمت حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ میں یہ بیان کی کہ ''جس گھر میں گھنٹی (گھنگرو وغیرہ) ہو وہاں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

لیکن غامدیوں کو اس پر بھی اطمینان نہیں چنانچہ وہ اس کی ایک اور تاویل کرتے ہوئے، جو خود انھی کے خلاف ہے، لکھتے ہیں:

''گھنگرو کاٹ دینے کے حکم کے بارے میں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ 'انھیں چونکہ پیشہ ور مغنیات استعمال کرتی تھیں، اس لیے سیدہؓ نے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس موضوع کی دوسری روایتیں مذکورہ روایت کو اسی زاویے سے سمجھنے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں یہی واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جملے کے بغیر نقل ہوا ہے...... ہشام بن عروہؒ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کے پاس ایک لونڈی آئی۔ اس کے پاؤں کی پازیب میں گھنگرو لگے ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اس فرشتوں کو ہٹانے والی کو مجھ سے دور کرو۔'' (ص،۸۷)

اب اس روایت میں بھی حضرت عائشہؓ نے گھنگروں کے حوالے سے یہی استنباط کیا ہے کہ اس کی موجودگی میں فرشتے نہیں آتے لیکن غامدیوں نے اس استدلال کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے ایک اور فرضی خیال کو آگے کر دیا کہ...... ''اسے چونکہ پیشہ ور مغنیات استعمال کرتی تھیں اس لیے سیدہؓ نے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔''...... حالانکہ حضرت عائشہؓ سے مروی مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں اس کا کوئی اشارہ نہیں مگر اس کے باوجود اگر ہم غامدیوں کے اس 'امکان' کو بھی مان لیں تو اس سے ہماری ہی مزید تائید اور غامدیوں کی مزید تردید ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ گھنگرو، گھنٹی اور ایسے ہی جھنکار والے دیگر آلات آج بھی ناچ گانے والیاں استعمال کرتی ہیں اور یہ ان کے 'فن و پیشہ' کا اہم جزو ہے، لہٰذا ان آلات کو اس مناسبت سے بھی حرام ہی ہونا چاہیے!

ج) حوط بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''اِنَّ رَفْقَةً اَقْبَلَتْ مِنْ مُضَرَ لَهَا جَرَسٌ فَاَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ أَنْ یَقْطَعُوْهُ فَمِنْ ثَمَّ کَرِهَ الْجَرْسَ فَقَالَ اِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَا تَصْحَبُ رَفْقَةً فِیْهَا جَرْسٌ. [المطالب العالیہ، لابن حجرؒ (ج ۲ ص، ۴۳۹) امام بوصیریؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ نیز دیکھیے، الاصابہ ۲ ص ۲۳) التاریخ الکبیر، للبخاریؒ (ج ۳ ص ۹۰)]

''مصر سے ایک قافلہ آیا جن کے ساتھ گھنٹی (کی آواز) بھی تھی۔ آپ نے اسے کٹوا دینے کا حکم فرمایا اور اسی وجہ سے آپ نے گھنٹی کو ناپسند کیا اور فرمایا: جس قافلہ میں گھنٹی ہو، فرشتے ان کا ساتھ اختیار نہیں کرتے۔''

اب اس روایت کے درج ذیل پہلو بھی غامدیوں کے 'امکانات' کی صریح تردید کرتے ہیں:

۱) یہ قافلہ جہاد کے لیے دشمن کے علاقے میں نہیں گیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہے اور آپ ﷺ نے سب سے پہلا حکم ہی گھنٹی کاٹ پھینکنے کا دیا۔

۲) آپ نے اسے کاٹنے کی وجہ دشمن کے مطلع ہو جانے یا مشرکین کی مشابہت سے بیان نہیں کی بلکہ اسے فرشتوں کی دوری کا سبب بیان کیا ہے اور فرشتے اسی چیز سے نفرت کرتے ہیں جو شیطانی اور معصیت و نافرمانی کا کام ہو۔ اسی لیے دیگر روایات میں گھنٹی (یعنی ساز والے آلہ) کو آپ ﷺ نے شیطان کا باجا قرار دیا۔

د) ابوبکر بن ابی شیخ بیان کرتے ہیں کہ میں سالم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اسی اثنا میں 'ام بنین' کا قافلہ ہمارے پاس سے گزرا اور ان کے قافلے میں گھنٹیاں (بج رہی) تھیں تو سالم نے اپنے والد (ابن عمر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے ہمیں بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رَكْبًا مَعَهُمْ جُلْجُلٌ كَمْ تَرَى مَعَ هٰؤُلَاءِ مِنَ الْجُلْجُلِ.** [نسائی، رقم الحدیث(۵۲۲۲)]

''جس قافلے کے ساتھ گھنگرو ہو، اس کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے۔ (پھر خود فرماتے ہیں کہ) یہ دیکھو! (اس حدیث کے خلاف) تم ان لوگوں کے ساتھ کتنے گھنگرو دیکھ رہے ہو۔''

یہ واقعہ بھی غامدیوں کی تخیلات و امکانات' کی تردید کرتا ہے۔ اس لیے کہ اگر گھنٹیوں کی ممانعت کا تعلق جنگی قافلوں کے ساتھ تھا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے سالمؒ نے اسلام غالب آ جانے کے بعد اس حدیث سے استدلال کیوں کیا؟ کیا انھیں اس

توجیہ کا علم نہیں تھا جو غامدی بیان کر رہے ہیں؟ اگر بالفرض انھیں علم نہیں ہوا تو کیا ان کے پاس بیٹھے کسی اور صاحب کو بھی آپ کی پیش کردہ توجیہہ کا علم نہ تھا؟ کیا حضرت عائشہؓ، حضرت اُم سلمہؓ، حضرت سالم اور دیگر اسلاف ان احادیث نبویہ کا مفہوم و مدعا سمجھنے سے قاصر رہے جنھیں آج غامدیوں نے سمجھ لیا!

ر) اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بچی کے پاؤں کے گھنگرو یہ کہتے ہوئے کاٹ ڈالے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اِنَّ مَعَ كُلِّ جَرْسٍ شَيْطَانًا ''ہر گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔'' [ابو داؤد، رقم الحدیث(٤٢٣٠)]

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو یہ حدیث نبوی بیان کریں کہ ''ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔'' اس لیے یہ شیطانی اشیا ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔ مگر اس کے برعکس غامدی حضرات انھیں شیطانی چیزیں تسلیم نہ کرنے کے لیے فضول توجیہات و تاویلات کرتے رہیں، تو یہ ان کی مرضی ہے جس پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے!

2)...... مذکورہ تمام روایات میں ایک بات بڑی قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں گھنٹی، گھنگرو اور اس طرح کے شیطانی آلاتِ موسیقی وغیرہ ہوں، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور جہاں رحمت کے فرشتے نہ آئیں وہاں شیاطین متحرک ہو جاتے ہیں، اس لیے گھنٹی وغیرہ کو شیطانی باجے کہا گیا ہے۔ لہٰذا یہ عمومی حکم ہے جسے کسی وقتی نوعیت کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کے پاس شیطان اور فرشتوں کی آمد و رفت اور ان کی باہمی کشمکش ہر وقت جاری رہتی ہے۔ نوعیتِ واقعہ سمجھنے کے لیے راقم الحروف کی دو مطبوعہ کتابیں: **انسان اور فرشتے** اور **انسان اور شیطان** کا مطالعہ مفید رہے گا۔

3)...... گھنٹی کی حرمت و ممانعت سے معلقہ روایات کی غامدیوں نے دو اور فضول توجیہات بھی حاشیہ نمبر ۷۵ کے تحت بیان کی ہیں کہ

''ایک یہ کہ یہ حکم حدود حرم سے متعلق ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ گھنٹیوں اور کتوں کی آوازیں حج وعمرہ کے مراسم عبودیت میں خلل انداز ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وعمرہ کے مقصد سے آنے والے قافلوں میں ان کے شمول کو پسند نہیں فرمایا۔
دوسرے یہ کہ اس سے مخصوص گھنٹیاں مراد ہیں جو مشرکانہ رسوم میں استعمال ہوتی تھیں۔'' (اشراق۔ص،۸۳-۸۴)

اس دوسری توجیہ کی تو سرے سے کوئی دلیل ہی غامدیوں نے پیش نہیں کی اور نہ ہی کوئی دلیل ایسی ہے۔ جب کہ پہلی توجیہ اس سے بھی نکمی اور بچگانہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہی رہے اور وہیں گھنٹی کی حرمت و ممانعت کا حکم ارشاد فرمایا۔ اگر اس حکم کا تعلق حج وعمرہ کی عبادت میں خلل اندازی کو روکنے کے پیش نظر تھا تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قرب وجوار میں یہ حکم کیوں فرمایا؟ کیونکہ ساری دنیا یہ جانتی ہے کہ حج وعمرہ کی عبادت مکہ میں ہوتی ہے نا کہ مدینہ میں!!

طبلے، سارنگی اور باجے کی حرمت سے متعلقہ روایات اور غامدیوں کے شبہات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْ حَرَّمَ الخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ [ابو داؤد (ح ۳۲۹۶)]

''اللہ تعالیٰ نے شراب، جوئے اور کوبہ (طبل ؍ڈھول) کو حرام ٹھہرایا ہے۔''

اس روایت کے تحت غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ

''جہاں تک 'کوبہ' کا تعلق ہے تو لغات میں اس کے حسب ذیل معنی نقل ہوئے ہیں:
(۱) طبل یا بربط (۲) نرد۔ اس سے واضح ہے کہ کوبہ کا لفظ طبل اور نرد کے دو معنوں کے لیے مستعمل ہے۔ عام طور پر اس سے طبل ہی مراد لیا گیا۔ ہمارے نزدیک یہ معنی لائق ترجیح نہیں ہے۔ عقل ونقل کے قرائن کی رو سے نرد کا مفہوم زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا

ہے۔''[اشراق:ص، ۸۸-۸۹]

مذکورہ روایت میں مستعمل لفظ 'کوبہ' کے اگرچہ علمائے لغت نے دو معنی بیان کیے ہیں جس کی وجہ سے یہ لفظ 'مشترک' کی قبیل سے ہے اور لفظ مشترک کے مختلف معانی ایک ہی وقت میں مراد لیے جاسکتے ہیں اور کسی قوی قرینے کے پیش نظر کسی ایک کو ترجیح بھی دی جاسکتی ہے۔ غامدیوں نے تو اس کے نرد، والے معنی کو ترجیح دی اور یہ نرد ایک کھیل ہے۔ جب کہ عام طور پر اس کے دوسرے معنی (یعنی طبلہ، سارنگی، بربط) کو ترجیح دی جاتی ہے اور اس کا قوی ترین قرینہ یہ ہے کہ اسی روایت کے آخر میں اس کے ایک راوی علی بن بذیمہ نے اس کا معنی طبل ہی بیان کیا ہے۔ چنانچہ محدث ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

وَ الـرَّاجِـحُ أَنَّـهُ الـطَّبْـلُ لِـجَـزْمِ عَلِيِّ بْنِ بُذَيْمَةَ بِهٖ كَمَا تَقَدَّمَ وَهُوَ اَحَدُ رُوَّاتِهٖ وَالرَّاوِيُ اَدْرٰى بِمَرْوِيِّهٖ مِنْ غَيْرِهٖ.[السلسلة الصحيحة،از البانیؒ (ج ٤ ص ٤٢٣)]

''راجح بات یہ ہے کہ کوبہ سے مراد طبل ہی ہے۔ کیونکہ علی بن بذیمہ راوی نے اسے جزم کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اور یہ اس روایت کا ایک راوی ہے اور راوی کسی دوسرے کی نسبت خود اپنی بیان کردہ روایت کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے۔''

اور اگر 'کوبہ' کو دونوں معانی (یعنی نرد اور طبلہ) کے لیے مشترک ہی رکھا جائے تو اس سے نرد اور طبلہ دونوں کی بیک وقت حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مذکورہ روایت کے علاوہ دیگر روایات میں بھی نرد اور طبلہ کی حرمت الگ سے مذکور ہے۔ مثلاً نرد کی حرمت کی یہ حدیث تو خود غامدیوں نے بھی نقل کر دی ہے کہ:

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نرد سے کھیلا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔''[ابوداؤد رقم الحدیث (٤٩٣٨) بحوالہ، اشراق (ص ٩١)]

جب کہ طبلے، سارنگی اور اسی نوعیت کے دیگر باجوں کی حرمت سے متعلقہ چند مزید صحیح احادیث ہم ذیل میں نقل کیے دیتے ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى أُمَّتِي الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْمِزْرَ وَالْكُوبَةَ وَالْقِنِّيْنَ وَزَادَنِي صَلَاةَ الْوِتْرِ [مسند احمد (ج۲ ص۱۶۵-۱۶۷) السلسلة الصحيحة (ح۱۷۰۸)]

''اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، جو اور گیہوں کی شراب، طبل و بربط اور سارنگی (باجا) کو حرام قرار دیا ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز وتر اضافی طور پر عطا فرمائی ہے۔''

۲- حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ رَبِّي حَرَّمَ عَلَيَّ الْخَمْرَ وَالْكُوبَةَ وَالْقِنِّيْنَ. [مسند احمد (ج۳ ص۴۲۲) السلسلة الصحيحة (ج۴ ص۲۸۵)]

''میرے رب نے مجھ پر شراب، طبلہ اور سارنگی حرام ٹھہرا دیے ہیں۔''

ان روایات میں نہ صرف یہ کہ 'کوبہ' کی صراحت ہو گئی کہ یہاں اس سے طبلے (ڈھول) مراد ہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ دیگر آلاتِ موسیقی بھی حرام قرار دیے گئے ہیں۔ جنھیں خودساختہ توجیہات اور دوراز کار تاویلات کے ذریعے حلال نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح رہے کہ شارحینِ حدیث نے 'کوبہ' سے باجے گاجے (آلاتِ موسیقی) ہی مراد لیا ہے جیسا کہ امام خطابیؒ 'کوبہ' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

وَيَدْخُلُ فِيْ مَعْنَاهُ كُلُّ وَتْرٍ وَمِزْمَارٌ فِيْ نَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْمَلَاهِي. [معالم السنن (ج۴ ص۲۶۷)]

''اس کے معنی و مفہوم میں ہر تار والا اور غیر تار والا باجا اور اسی طرح کے دیگر آلاتِ موسیقی شامل ہیں۔''

لیکن غامدی حضرات کسی نہ کسی طرح آلاتِ موسیقی کا جواز فراہم کرنا چاہتے ہیں

چنانچہ وہ 'کوبہ' کا معنیٰ 'طبل' تسلیم کر لینے کے باوجود ایک اور 'امکان' پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''تاہم اس امکان کو ماننے کے باوجود (کہ 'کوبہ' سے طبل ہی مراد ہے) ہمارے اصل استدلال میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، کیونکہ اگر 'دف' کا جواز موجود ہے جو طبل ہی کی طرح بجانے کا آلۂ موسیقی ہے تو طبل کو علی الاطلاق حرام قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ یہ عین ممکن ہے کہ اس کے جوئے اور شراب کی مجالس کے ساتھ معروف ہونے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کا حکم ارشاد فرمایا ہو۔'' (اشراق ص ۹۲)

یہ محض 'امکان' ہی امکان ہے حقیقت سے اس کا بھی کوئی تعلق نہیں کیونکہ اول تو ان کا یہ قیاس ہی غلط ہے کہ 'دف' اور طبل (ڈھول) ایک چیز ہے بلکہ ان دونوں میں فرق ہے جیسا کہ ہم پیچھے واضح کر چکے ہیں۔ پھر خود غامدیوں نے طبل کا ترجمہ 'ڈھول' کیا ہے۔ اور دوسرا یہ امکان بھی غلط ہے کہ جوئے اور شراب کی محفلوں کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے اسے حرام کہا گیا ہوگا، حالانکہ یہ 'وجہ' احادیث میں کہیں مذکور نہیں اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعیؒ نے یہ 'وجہ' کہیں بیان کی ہے بلکہ آلاتِ موسیقی کو علی الاطلاق الگ سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ خواہ انھیں شراب اور جوئے کی محفلوں میں استعمال کیا جائے یا ان کے بغیر۔ یہ ہر حال میں حرام ہیں اور 'دف' ان سے مستثنیٰ ہے جس پر طبلے، سارنگیاں اور باجے گاجے قیاس نہیں کیے جا سکتے۔ (اس کی تفصیل بھی ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں) علاوہ ازیں غامدیوں کی پیش کردہ درج ذیل حدیث بھی ہماری تائید اور غامدیوں کی تردید کرتی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَرَّمَ سِتَّةً اَلْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَ الْمَعَازِفَ، وَالْمَزَامِيْرَ وَالدُّفَّ وَالْكُوْبَةَ. [المعجم الاوسط، رقم الحديث:۷۳۸۸، بحواله اشراق:ص،۹۰۲]

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے چھ چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں: شراب، جوا، باجے، آلاتِ موسیقی، دف اور طبل۔''

اس روایت میں چھ چیزیں مستقل حیثیت سے حرام قرار دی گئی ہیں۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس میں سے 'دف' کو دیگر احادیث صحیحہ کی بنیاد پر مستثنیٰ قرار دیا جائے گا اور باقی تمام چیزیں اور آلاتِ موسیقی اپنی حرمت پر قائم رہیں گے۔

بانسری کی حرمت سے متعلقہ روایات اور غامدی حضرات کے شبہات

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (سرراہ) بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور راستے سے دور ہو گئے۔ پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا: نافع تمھیں کوئی آواز آ رہی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر (اس آواز سے دور چلے جانے کے بعد) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں سے انگلیاں ہٹا لیں اور کہا: ایک مرتبہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ تھا تو آپ نے اسی طرح بانسری کی آواز سنی اور پھر ایسے ہی کیا جیسے میں نے کیا ہے۔'' [ابو داؤد، الحدیث (٤٩٢٤)]

غامدی حضرات اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

''اس روایت سے بھی موسیقی کی حرمت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ استدلال حسب ذیل پہلوؤں سے محل نظر ہے:

پہلا اعتراض: ایک یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خود کان بند کر لیے اور اپنے ہمراہی کو کان بند کرنے کے لیے نہیں کہا۔ صحابی رسول ﷺ سے اس بات کی توقع محال ہے کہ وہ حرمت کے درجے کی چیز سے خود تو محفوظ ہو جائیں اور اپنے ساتھی کو اس کی ترغیب نہ دیں۔'' (ص،٩٤)

جواب: مذکورہ اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ نافع نابالغ بچے تھے اور مکلّف نہ تھے۔ اس لیے ابن عمرؓ نے انھیں کان بند کر لینے کا نہیں کہا۔ اس کی وضاحت محدث

ابن جزری کی بیان کردہ روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ **قال نافع و کنت اذ ذاک صغیرا .** ''نافعؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے موقع پر میں چھوٹا بچہ تھا۔'' (جامع الاصول (ج۸ص۴۵۸) بحوالہ، اسلام اور موسیقی، از مفتی محمد شفیعؒ، (ص۱۳۲)]

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آواز راہ چلتے غیر ارادی طور پر انھیں سنائی دی اور ایسی غیر ارادی طور پر سنائی دینے والی شیطانی آواز پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن اس کے باوجود بہتر یہی ہے کہ کانوں میں انگلیاں ڈال لی جائیں جس کا اظہار ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کر دکھایا۔

دوسرا اعتراض: دوسرے یہ کہ انھوں نے نہ صرف حضرت نافع کو اس کی ترغیب نہیں دی بلکہ عملاً انھیں اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ بانسری کی آواز سنتے رہیں اور بند ہونے پر انھیں اس سے آگاہ کریں۔'' (ص،۹۴)

جواب: اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں اس لیے کہ یہ ایک اضطراری صورت تھی جو شرعاً قابل مؤاخذہ نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نافع کو اس طرح متعین و مامور نہیں کیا کہ وہ 'شوق' سے بانسری کی آواز سنتے اور 'لطف اندوز' ہوتے رہیں، بلکہ انہیں اپنے کانوں میں انگلیاں نہ ڈالنے کی وجہ سے غیر ارادی طور پر جو آواز سنائی دے رہی تھی، اس کے ختم ہونے یا ختم نہ ہونے کا ابن عمر رضی اللہ عنہ ان سے سوال کرتے رہے۔

تیسرا اعتراض: ''ابن عمر نے اس موقع پر بانسری کی حرمت یا کراہت کے حوالے سے کوئی الفاظ نہیں کہے۔'' (ایضاً)

جواب: یہ اعتراض بھی بے جا ہے اس لیے کہ اگرچہ یہ آواز غیر قصدی طور پر انھیں سنائی دے رہی تھی مگر اس کے باوجود ان کا عمل اور اسی طرح کے واقعہ میں نبی اکرم صلی اللہ وسلم کا عمل یہی بتاتا ہے کہ یہ حرام اور شیطانی آواز ہے اور غیر قصدی طور پر

بھی اگر یہ سنائی دے تو اس سے بچنے کی ہر ممکنہ کوشش کی جائے جیسا کہ درج ذیل روایات سے واضح طور پر یہی بات سمجھ آ رہی ہے:

۱) عَنْ نَافِعٍ مَولٰی ابْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ صَوْتَ زَمَارَةِ رَاعٍ فَوَضَعَ اِصْبَعَیْهِ فِی أُذُنَیْهِ وَعَدَلَ رَاحِلَتَهُ عَنِ الطَّرِیْقِ وَهُوَ یَقُوْلُ: یَا نَافِعُ، اَتَسْمَعُ؟ فَاَقُوْلُ نَعَمْ، فَیَمْضِی حَتّٰی قُلْتُ لَا، فَوَضَعَ یَدَیْهِ وَاَعَادَ رَاحِلَتَهُ اِلَی الطَّرِیْقِ وَقَالَ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَمِعَ صَوْتَ زَمَارَةِ رَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا. [مسند احمد (ج۲ ص۸، ۳۸) بسند حسن]

''ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں داخل کر لیں اور اس راستے سے دور ہٹ گئے۔ اور آپ کہہ رہے تھے: اے نافع! کیا تمھیں آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں کہتا: ہاں! وہ (راستے سے الگ ہو کر) چلتے رہے حتیٰ کہ جب میں نے کہا: اب آواز سنائی نہیں دے رہی، تو انھوں نے اپنے ہاتھ (کانوں سے) ہٹا لیے اور دوبارہ اسی راستے پر آ گئے (جس پر پہلے چل رہے تھے) اور انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو ایسے ہی کیا جیسا میں نے (ابھی) کیا ہے۔''

اب اس میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بتا رہا ہے کہ راہ جاتے غیر قصدی طور پر بھی اگر بانسری وغیرہ جیسی کوئی شیطانی آواز سنائی دے تو اس اضطراری حالت میں بھی وہ راستہ چھوڑ دینا چاہیے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت ہے۔ لہٰذا جب راستے سے گزرتے ہوئے غیر قصدی طور پر سنائی دی جانے والی آواز کو اتنا مکروہ سمجھا گیا ہے تو پھر محفل سجا کر ساز اور میوزک سے 'لطف اندوز' ہونے کو کیوں نہ ناپسند کیا گیا ہوگا؟ لیکن اس کے باوجود اگر غامدی یہ کہیں کہ...... ''ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ایک مشاہدہ نقل کیا ہے، اس ضمن میں آپ کے حوالے سے نہ کراہت کا تاثر بیان کیا ہے

اور نہ حرمت یا شناعت کا کوئی جملہ۔'' (اشراق۔ص،۹۴)

تو ان کی اس ڈھٹائی پر 'ماتم' ہی کیا جا سکتا ہے!

۲) مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ انھوں نے طبل (ڈھول) کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کانوں میں داخل کر لیں اور وہاں سے دور ہٹ گئے۔ انھوں نے تین مرتبہ ایسا کیا۔ پھر انھوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔[ابن ماجه، رقم الحديث(۱۹۰۱)]

یہ روایت غامدیوں نے بھی نقل کی ہے۔ اب اس روایت میں وہ خود غور کر لیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ تین مرتبہ راستہ بدلتے ہیں اور تین مرتبہ کانوں سے انگلیاں نکالتے ہیں پھر آواز سنائی دینے پر دوبارہ کانوں میں داخل کر لیتے ہیں...... ان کے اس عمل کے بعد آخر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے کراہت کا کوئی تاثر نہیں دیا۔ اس سے بڑھ کر آپ اور کس چیز کو 'کراہت کا تاثر' سمجھتے ہیں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ڈھول اور بانسری کی آواز سنائی دینے کا معاملہ دو مرتبہ پیش آیا اور دونوں مرتبہ انھوں نے اس سے شدید نفرت کا اظہار کیا اور اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نقل کر کے ''سنت'' قرار دیا کہ ان اشیا سے نفرت کرنی چاہیے۔ مگر ادھر غامدی حضرات ہیں جو آلاتِ موسیقی کی محبت میں ان صریح احادیث سے اندھے ہوئے جا رہے ہیں!! [یاللعجب!]

آلاتِ موسیقی کی حرمت سے متعلقہ دیگر صحیح احادیث

اس کے بعد غامدیوں نے آلاتِ موسیقی کی حرمت سے متعلقہ چند اور روایات بھی نقل کی ہیں مگر ان پر 'ضعیف روایات' کی سرخی جما دی ہے۔ غامدیوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے احادیث کی صحت وضعف کے حوالے سے شیخ البانیؒ کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔ اب حق تو یہ ہے کہ اگر انہوں نے شیخ البانیؒ کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے تو ان کی نقل کردہ ان صحیح احادیث کو بھی تسلیم کریں جن میں واضح طور پر موسیقی،

میوزک وغیرہ سے منع کیا گیا ہے، لیکن وہاں یہ لوگ یہ کہہ کر اعراض کر لیتے ہیں کہ ہم کوئی مقلد تھوڑے ہیں!۔

شیخ البانیؒ کے حوالے سے حرمت موسیقی کی بہت سی صحیح احادیث ہم پچھلے صفحات میں بیان کر آئیں ہیں، ان میں سے چند ایک دوبارہ ملاحظہ فرمالیجیے۔

۱)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ: صَوْتُ مِزْمَارٍ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَ صَوْتُ وَيْلٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ. [سلسلة الاحاديث الصحيحه، رقم الحديث(٤٢٧۔ج٢ص٧٩٠)]

''دوآوازیں ملعون ہیں: ایک تو خوشی کے موقع پر باجوں کی آواز اور دوسری مصیبت کے موقع پر ہلاکت (نوحہ وغیرہ) کی آواز۔''

۲)......حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ لَمْ اَنْهَ عَنِ الْبُكَاءِ وَلٰكِنِّي نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ اَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَمَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ وَصَوْتٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ لَطْمُ وُجُوْهٍ وَشَقُّ جُيُوْبٍ. [السلسلة الصحيحه، ایضا]

''یقیناً میں نے رونے سے منع نہیں کیا البتہ میں نے دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے منع کیا ہے۔ ایک خوشی کے موقع پر لہو ولعب اور شیطانی باجوں کی آواز اور دوسری مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے اور گریبان چاک کرنے (یعنی نوحہ) کی آواز۔''

واضح رہے کہ اسی سے ملتی جلتی ایک روایت ترمذی [رقم الحدیث: ۱۰۰۵] میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

صَوْتٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ خَمْشُ وُجُوْهٍ وَشَقُّ جُيُوْبٍ وَ رَنَّةُ شَيْطَانٍ.

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فاسق آوازوں سے منع کیا'' ایک تو مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے، گریبان چاک کرنے اور شیطان کی طرح چیخنے چلانے کی آواز۔''

اور دوسری آواز خوشی کے وقت باجوں گاجوں کی ہے جو امام ترمذی نقل نہیں کر سکے۔اس کی دلیل ایک تو یہ ہے کہ خود امام ترمذی نے مذکورہ بالا الفاظ تک یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وَ فِي الْحَدِيْث كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا ''یعنی اس حدیث میں (جتنا کلام نقل ہوا ہے) اس سے بھی زیادہ کلام ہے۔''...... مگر وہ زائد کلام امام ترمذی نے کیوں نہیں نقل فرمایا؟ اس کی کوئی وجہ انھوں نے بیان نہیں کی۔

ہماری بات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ترمذی کے علاوہ دیگر کتب احادیث مثلاً بیہقی، مستدرک حاکم وغیرہ میں وہ زائد کلام دوسری آواز کے طور پر الگ سے بیان ہوا ہے اور ان میں دو مرتبہ الگ الگ 'صوت' کا ذکر ہے جیسا کہ السلسلة الصحيحة کے حوالے سے ہم نے ان روایتوں کے اس آخری کلام کو اوپر بیان کر دیا ہے۔

ہماری بات کی تیسری دلیل یہ ہے کہ بعض متقدمین نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ امام عراقی فرماتے ہیں کہ

وتكون رواية الترمذي قد ذكر فيها احد الصوتين فقط واختصر الآخر. [تحفة الاحوذي(ج٤ ص٦٦)]

''ترمذی کی اس روایت میں صرف ایک ہی آواز (یعنی نوحہ کی آواز) بیان ہوئی ہے اور دوسری کو حذف کر دیا گیا ہے۔''

۳)......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاتَبِيْعُوْا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَيْرَ فِيْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ. [السلسلة الصحيحة: رقم الحديث(٢٩٢٢)]

''مغنیات کی خرید و فروخت نہ کرو اور انھیں (گانے بجانے کی) تربیت نہ دو اور ان کی تجارت میں کوئی خیر نہیں اور ان کی قیمت لینا حرام ہے۔''

گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گانے بجانے کا پیشہ ہی سرے سے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔اسی لیے گانے والی باندیوں کی خرید و فروخت سے بھی منع فرمایا اور انھیں گانے

بجانے (موسیقی) کی تربیت دینے سے بھی روک دیا۔ غامدیوں نے اس روایت کو اپنی من مانی تاویلات کے ساتھ جا بجا نقل کیا ہے اور پھر آخر میں اسے 'ضعیف روایات' میں بھی شامل کر دیا ہے! گویا اپنا مفہوم نکالنے کے لیے یہ 'صحیح' اور اپنے خلاف آنے پر 'ضعیف' ہے! کیا یہی ان کی 'تحقیق' کا معیار ہے؟!

واضح رہے کہ گانے بجانے اور آلاتِ موسیقی کی حرمت وممانعت سے متعلقہ صحیح احادیث اور بھی ہیں جنہیں شیخ البانی ؒ کے حوالے سے ہم نے پچھلے ابواب میں جمع کر دیا ہے۔

کیا قرآنِ مجید 'گانے بجانے' کی حرمت پر خاموش ہے؟

غامدیوں نے بارہا یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ......

''قرآنِ مجید کے بین الدفتین موسیقی کو براہِ راست یا بالواسطہ، کسی اسلوب میں بھی ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔'' [اشراق: ص،۸]

یہ اعتراض کئی لحاظ سے محل نظر ہے مثلاً سب سے پہلے تو یہی بات قابل غور ہے کہ کسی چیز کی حلت وحرمت کے بارے میں صرف اور صرف قرآن کا حوالہ طلب کیا جائے، حالانکہ قرآنی احکام احادیثِ رسول کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔ اس لیے اس نوعیت کا اعتراض اور سوال وہی لوگ عام طور پر اٹھاتے ہیں جو احادیث کو ''ناقابل اعتنا'' قرار دے کر اپنی مرضی کے احکام، قرآنِ مجید سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اب زیر نظر مسئلہ ہی کو لیجیے، آلاتِ موسیقی کی حرمت وممانعت سے متعلقہ بے شمار صحیح وصریح احادیث کی موجودگی کے باوجود اگر کوئی یہ کہہ کر حرمت سے انکار شروع کر دے کہ ''قرآنِ مجید میں صریح طور پر اس کی ممانعت کا کوئی حکم نہیں۔'' تو پھر آپ خود ہی اس کے بارے میں فیصلہ کر لیجیے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کو آخر کس درجے میں تسلیم کیا ہے؟

آلاتِ موسیقی کی حرمت کی احادیث تو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، اب ہم ان آیات کو زیر بحث لائیں گے جن سے آلاتِ موسیقی کی حرمت و مذمت کا کم از کم اشارہ ضرور ملتا ہے۔

پہلی آیت: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾[لقمان:٦]

''اورلوگوں میں سے جو 'لَھْوَ الْحَدِیْث' خریدتے ہیں تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دیں اور ان آیات کا مذاق اڑائیں۔ (تو) یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔''

غامدی حضرات کا نقطۂ نظر

اس ''لَھْوَ الْحَدِیْث'' کے الفاظ سے صحابہؓ و تابعینؒ کی بڑی تعداد گانا بجانا یا آلاتِ موسیقی مراد لیتی ہے مگر غامدی حضرات 'قولِ صحابیؓ' کو تفسیر قرآن میں حجت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اس لیے انھوں نے صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال نقل کرنے کے باوجود اس ''لَھْوَ الْحَدِیْث'' کے الفاظ سے گانا بجانا مراد نہیں لیا۔ چنانچہ غامدی حضرات ''لَھْوَ الْحَدِیْث'' کے معنی و مفہوم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''تفسیری اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس کے نزدیک ان الفاظ سے مراد غِنا ہے۔ ان کے علاوہ جابر، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب اور علی بن بذیمہ ان الفاظ کا مصداق 'غِنا' ہی بیان کرتے ہیں۔ حسن بصریؒ کے قول کے مطابق ان سے مراد مزامیر (ساز) ہیں۔ ضحاک اس کی تعبیر شرک کے مفہوم سے کرتے ہیں اور قتادہ نے اس کے معنی باطل بات کے لیے ہیں...... (ابن جریر طبری نے کم و بیش یہ تمام اقوال اپنی تفسیر میں درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ) ''اللہ تعالیٰ نے کچھ مخصوص چیزوں کا ذکر کرنے کے بجائے مطلقاً ''لَھْو الْحَدِیْث'' کا لفظ بولا ہے۔ چنانچہ یہ ایک عام حکم ہے، الّا یہ کہ کوئی دوسری دلیل کسی چیز کو

اس سے مستثنیٰ (خاص) قرار دے۔ گانا بجانا اور شرک بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں۔" کم وبیش یہی رائے زمخشریؒ اور رازیؒ نے اختیار کی ہے۔ (زمخشریؒ لکھتے ہیں کہ "ہر وہ باطل چیز 'لھو' ہے جو انسان کو خیر کے کاموں اور با مقصد باتوں سے غافل کردے جیسے داستان گوئی، غیر حقیقی قصے، خرافات، ہنسی مذاق، فضول باتیں، اِدھر اُدھر کی ہانکنا اور جیسے گانا، موسیقار کا موسیقی سیکھنا اور اس طرح کی دوسری چیزیں۔" [اشراق: ص، ۵۷-۵۸]

اس تفصیلی کلام کے بعد غامدی حضرات بطور خلاصہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان الفاظ کی بنا پر قرآنِ مجید کے حوالے سے حرمتِ غِنا کی تعیین ہرگز درست نہیں ہے۔" (اشراق۔ص، ۵۹)

پھر آگے چل کر اپنا فیصلہ غامدیوں نے ان الفاظ میں تحریر کیا ہے:

"مذکورہ آیت میں 'لَهْوَ الْحَدِيْث' کا مفہوم اگر عربی لغت، عرفِ قرآن اور سیاقِ کلام کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس سے مراد وہ گمراہ کن باتیں قرار پائیں گی جو مفسدین، زمانۂ نزولِ قرآن میں لوگوں کو کتاب اللہ سے منحرف کرنے کے لیے پھیلا رہے تھے۔" (ص، ۶۲)

ہمارا تبصرہ:

اگر قلب ودماغ زیغ وضلال سے محفوظ ہوں تو ہر صاحب علم ان کی پیش کردہ اس تفصیل ہی سے ان کی کمزوری پکڑ سکتا ہے اس لیے کہ 'لَهْوَ الْحَدِيْث' کے عموم میں گانے سے لے کر کفر وشرک تک ہر گمراہی شامل ہے اور یہ الفاظ ان تمام گمراہانہ چیزوں کی شناعت وقباحت بیان کر رہے ہیں جیسا کہ زمخشری اور رازی نے بھی اسے تسلیم کیا ہے، اس لیے آیت کے الفاظ کو اپنے عموم ہی پر رکھا جائے گا اور اسی عموم کی بنیاد پر گانے

بجانے کو بھی ممنوع قرار دیا جائے گا، گمراہ کن باتوں کی بھی شناعت بیان کی جائے گی اور کفر وشرک کی بھی حرمت بیان کی جائے گی اور یہی رائے امام طبری وغیرہ کی ہے۔
گویا جس طرح آپ (غامدیوں) کے نزدیک ان الفاظ کے مفہوم کی تعیین کوئی شخص صحابہؓ وتابعینؒ کے اقوال کی روسے 'گانے بجانے' کے ساتھ نہیں کرسکتا تو پھر آپ خود ہی اپنے اس فلسفہ کے برعکس اس کی تعیین محض گمراہ کن باتوں ہی سے کرنے پر آخر کیوں مصر ہیں؟ آپ اپنی عقل سے تعیین کریں تو وہ درست اور اگر کوئی اور صحابہؓ کے اقوال سے اس کی تعیین کرے تو غلط! آخر کیوں؟!

دوسری آیت: ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ. لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ. اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ. وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ. وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ. فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا.﴾[النجم:٥٧-٦٢]

''قریب آنے والی قریب آپہنچی ہے۔ اللہ کے سوا اس کا (وقت معین کھول) دکھانے والا اور کوئی نہیں ہے۔ پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں ہو؟ (بلکہ) تم 'سامد' ہو۔ اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔''

غامدی حضرات کا نقطۂ نظر

ان آیات میں لفظ 'سامد' سے گانے بجانے کی مذمت پر استدلال کیا جاتا ہے مگر غامدیوں کو اس پر اعتراض ہے، چنانچہ غامدی لکھتے ہیں کہ

''لغت کی کتابوں میں 'سامد' کے حسب ذیل معنی نقل ہوئے ہیں...... ان لغات کی روشنی میں 'سامد' کے معنی یہ قرار پائیں گے۔ (۱) متحیر یا حیران کھڑا ہونے والا، (۲) تکبر سے سر اٹھانے والا، (۳) سر اٹھا کر اور سینہ تان کر کھڑا ہونے والا اور (۴) گانا گانے والا۔'' (اشراق، ص ۶۴)

یہ تو ہوئے اس لفظ کے چار مختلف معانی، لیکن یہاں ان چاروں میں سے کون سا

معنی مراد ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ

''سامدون سے غِنا کے معنی مراد لینا کسی لحاظ سے بھی موزوں نہیں ہے، یہاں اس سے مراد مخاطبین کا غافل ہو جانا اور قرآنِ مجید سے بے اعتنائی برتنا ہے۔'' (اشراق ص ۶۵)

ہمارا تبصرہ: غامدیوں سے ہمارا سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ آپ نے لغت سے اس کے جو چار معانی پیش کیے ہیں ان میں 'غافل ہو جانا' تو شامل ہی نہیں پھر آپ نے اپنی بحث کے اختتام میں یہ معنی آخر کس بنیاد پر اخذ کرلیا؟!

دوسری بات یہ ہے کہ ہم آپ کے اس معنی کو اگر تسلیم کر لیں تو پھر بھی اس سے گانے بجانے کا معنی لینے کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ 'گانا بجانا' خود غفلت و لاپروائی کا ایک حصہ بلکہ نمونہ ہے۔ اور قرآنِ مجید کا سیاق و سباق ان آیات میں یہی بتا رہا ہے کہ قیامت قریب آ لگی ہے اور تم لوگ ہنسنے کھیلنے، اور گانے بجانے میں مشغول ہو کر فکر آخرت سے غافل ہوئے پڑے ہو، تمھیں ہنسنے کی بجائے رونا چاہیے اور گانے بجانے کی بجائے عبادت و پرستش کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

تیسری آیت: ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ [الاسرآء: ٦٤]

''ان میں سے جن پر تیرا بس چلے، ان کو اپنی 'صوت' سے بہکا لے۔''

غامدی حضرات کا نقطۂ نظر

اس آیت کے ضمن میں غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ

''صوت عربی زبان کا معروف لفظ ہے جس کے معنی آواز کے ہیں۔ تفسیری اقوال کی روشنی میں بعض مفسرین نے اس کا مصداق 'غِنا' بیان کیا ہے۔ تاہم اس ضمن میں محض غِنا ہی کے بارے میں اقوال نہیں ہیں بلکہ دیگر معانی کے حامل اقوال بھی روایتوں میں نقل ہوئے ہیں۔ کم و بیش ان تمام اقوال کو طبریؒ اور ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے۔ ابن عباس کے اقوال کے مطابق وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ سے مراد ہے: ہر اس داعی کی آواز جو اللہ کی نافرمانی کی طرف پکارے۔ مجاہد کے نزدیک

یہاں صوت سے مراد لہو ولعب ہے۔ مجاہد ہی کے حوالے سے ابن کثیرؒ نے اس کا مصداق لہو کے ساتھ غِنا کو بھی قرار دیا ہے۔ قتادہؒ کی رائے میں صوتِ شیطان سے مراد شیطان کی دعوت ہے۔ ہمارے نزدیک صوتِ شیطان یعنی شیطان کی آواز کو غِنا سے محدود کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اکثر جلیل القدر مفسرین نے اس نوعیت کی کوئی قید نہیں لگائی۔'' (اشراق۔ص،٦٦-٦٧)

ہمارا تبصرہ: یہاں بھی غامدیوں نے اسی بودے انداز سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جو اس سے پیچھے 'پہلی آیت' کے ضمن میں قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ہمارا تبصرہ اس پر یہ ہے کہ جب صوتِ شیطان میں گانے بجانے کے ساتھ ہر طرح کی معصیت و نافرمانی اور شیطانی کام شامل ہے تو پھر اس عموم کی بنیاد پر کوئی شخص گانے بجانے کی مذمت کرنا چاہے تو غامدیوں کو اس پر آخر کیا اعتراض ہے؟ اعتراض تو اس شخص پر ہوگا جو گانے بجانے کو صوتِ شیطان کے عموم سے خارج کرے گا۔ کیونکہ عموم میں سے کسی چیز کو خارج کرنے کی دلیل لازم ہے۔ اگر غامدی حضرات صوتِ شیطان کے عموم سے گانے بجانے کو خارج قرار دینا چاہتے ہیں تو اس کی مضبوط دلیل انھیں پیش کرنی چاہیے تھی جو انھوں نے پیش نہیں کی بلکہ الٹا اعتراض یہ جڑ دیا کہ......
''صوتِ شیطان کے عموم میں سے گانا بجانا (جو اس کے عموم میں پہلے ہی داخل ہے) مراد لینا درست نہیں۔'' [فیاللعجب!]

چوتھی آیت: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَ إِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ [الفرقان:٧٢]
''اور جو لوگ کسی باطل میں شریک نہیں ہوتے اور اگر کسی بے ہودہ چیز پر سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔''

غامدی حضرات کا نقطۂ نظر

اس آیت کے ضمن میں غامدی حضرات لکھتے ہیں کہ

''بعض مفسرین نے اس آیت کے لفظ 'الزور' سے مراد غِنا لیا ہے اور اس بنا پر موسیقی کو باطل قرار دیا ہے۔ یہ رائے روایات میں منقول مجاہد اور محمد بن حنفیہ کے اقوال پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق 'زور' سے مراد غِنا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے حوالے سے بھی جصاص نے اس کے معنی غِنا ہی نقل کیے ہیں۔ اس کے برعکس ضحاک سے 'شرک' کے معنی منقول ہیں۔ ابن جریج سے اس کا مفہوم 'کذب' نقل ہوا ہے۔ ہمارے نزدیک اس آیت میں 'زور' اپنے لغوی مفہوم (یعنی جھوٹ اور باطل) ہی کے لحاظ سے آیا ہے۔ اسے غِنا، شرک یا دوسرے مفہوم کا حامل قرار دینا ہرگز موزوں نہیں ہے۔'' (اشراق۔ص،۶۹-۷۰)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کی صفات کے ذیل میں جہاں فروتنی، عبادت گزاری، عمل صالح اور توبہ وانابت کے اوصاف بیان کیے ہیں، وہاں یہ وصف بھی بیان کیا ہے کہ وہ کسی جھوٹ اور باطل میں شریک نہیں ہوتے اور لغویات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔'' (اشراق۔ص،۷۱)

ہمارا تبصرہ: اس آخری اقتباس میں خود غامدیوں کا زبردست رَدّ موجود ہے اس لیے کہ گانا بجانا اور رقص و موسیقی کی محفل جمانا یہ سب باطل اور لغو کام ہی تو ہیں، اسی لیے بے شمار صحیح احادیث میں ان کی حرمت وممانعت بیان کی گئی، اس پیشے کی کمائی حرام قرار دی گئی اور اس پر اخروی عذاب کے علاوہ دنیوی عذاب کی بھی وعید سنائی گئی لیکن اگر ان تمام حقائق کے باوجود آپ (غامدی) رقص و موسیقی کو لغو و باطل تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو پھر آپ ہی بتا دیجیے کہ وہ کون سے لغو و باطل کام ہیں جن سے کنارہ کشی عباد الرحمٰن کے اوصاف میں بیان کی گئی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان خواہش نفس کا پجاری بن جائے تو وہ اپنی خواہشات کے خلاف کوئی بات سننے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ الامن رحم ربی!

✿......✿......✿

’مبشر اکیڈمی‘ لاہور کی

اصلاحی، علمی اور تحقیقی کتب

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	صفحات
1	قیامت کی نشانیاں........................		424
2	پیش گوئیوں کی حقیقت (اور عصر حاضر میں انکی تعبیر کا منہج)		352
3	عاملوں، جادوگروں اور جنات کا پوسٹمارٹم (مع روحانی علاج معالجہ)		456
4	جادو، جنات اور نظر بد کا توڑ (از ابن تیمیہؒ)............		136
5	اسلام میں تصور جہاد........................		480
6	جہاد اور دہشت گردی........................		428
7	اللہ اور انسان........................		184
8	انسان اور شیطان........................		248
9	انسان اور فرشتے........................		160
10	نماز نبوی (باتصویر)........................		100
11	هدية العروس (ازدواجی و خانگی احکام و مسائل)........		600
12	جہیز کی تباہ کاریاں........................		136
13	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور موجودہ مسلمان!		104
14	کیا موسیقی حرام نہیں؟!........................		176
15	جدید فقہی مسائل........................		460
16	هدية الوالدين........................		زیر طبع
17	هدية النسآء........................		زیر طبع
18	انسان اور گناہ........................		زیر طبع
19	انسان اور نیکی........................		زیر طبع

کیا موسیقی حرام نہیں؟

رقص و موسیقی اور ناچ گانے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔قریب قریب ہر انسانی معاشرے میں کسی نہ کسی حیثیت سے اس کا وجود ملتا ہے۔ اکثر و بیشتر اسے لذت نفس اور مسرت وتفریح کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا۔ ہندومت میں رقص و موسیقی کو مسرت وتفریح کے علاوہ ایک مذہبی حیثیت بھی حاصل رہی ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خوبصورت آواز میں گایا جانے والا نغمہ، سر اور تال پر ترتیب دیا جانے والا ترانہ اور صوتی آہنگ اور زیر و بم کی رعایت کے ساتھ بجنے والا میوزک (ساز) بھی انسان کے نفس میں لذت کا احساس بیدار کر دیتا ہے بلکہ کچھ دیر کے لیے انسان اگر اس نغمے، ترانے اور میوزک کی طرف متوجہ ہو جائے تو وہ دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے جو انسان کو اس کے مقصد حیات سے غافل کر دے۔ اسی حکم کا اطلاق موسیقی پر بھی ہوتا ہے۔ بے شمار صحیح احادیث میں آنحضرت ﷺ سے اس کی حرمت منقول ہے بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک کہا گیا کہ

((لَيَكُونَنَّ مِن اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ)) (بخاری ۵۵۹۰)

"میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو شرمگاہ (یعنی زنا)، ریشم، شراب اور سازوں (گاجوں، باجوں، آلات موسیقی وغیرہ) کو حلال کرلیں گے۔"

ظاہر ہے حلال اسی چیز کو کیا جاتا ہے جو فی نفسہٖ حرام ہو۔ خیر القرون میں اسے حرام ہونے کی وجہ سے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جب کہ اب وہ زمانہ آچکا ہے کہ اسے نہ صرف یہ کہ نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ اسے حلال سمجھا جارہا ہے۔ پھر میوزک کی نت نئی شکلوں نے ایک عجیب صورتحال کو جنم دیا ہے۔ موبائل فون کی گھنٹیوں اور گھڑیوں میں میوزک والا آلارم ہر جگہ اور ہر وقت وبجتا سنائی دیتا ہے حتی کہ مسجدوں میں 'میوزک' پہنچ گیا ہے۔ نماز کے دوران (موبائل فون بند نہ کرنے کی وجہ سے) میوزک بج رہا ہوتا ہے!

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء و محدثین نے صحیح احادیث کی بنیاد پر موسیقی کو ہمیشہ حرام کہا ہے لیکن بعض لوگوں نے چند کمزور دلائل کی بنیاد پر موسیقی کے جواز پر اپنی آراء کا اظہار کیا۔ زیر نظر کتاب کے بارے میں بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں حرمت موسیقی کے حوالے سے نہ صرف یہ کہ تمام صحیح احادیث جمع کردی گئی ہیں بلکہ عرب وعجم یا مشرق ومغرب میں جن قدیم یا جدید علماء نے موسیقی کے جواز کے حوالے سے جو کچھ بھی دلائل فراہم کیے اور شبہات پیدا کیے تھے ان سب کا مسکت اور مدلل جواب بھی فراہم کردیا گیا ہے۔ (انشاءاللہ)



Rs.80/-

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)

Ph. 011-23282550, email: apd1542@gmail.com

کیا موسیقی حرام نہیں؟

حافظ مبشر حسین